

# صلوات و طاعات کے احکام

مصنف

مولانا محمد اسحاق قادری



مکتبہ فیضانِ شریعت

ڈاڈرا گیٹ لاہور 0334-3298312



# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## صلہ رحمی

اور

## قطع تعلقی کے احکام

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

صلہ رحمی کے فضائل، قطع تعلقی کے عذابات۔ والدین، اولاد، زوجین، رشتہ دار، دوست احباب کے حقوق اور ان سے قطع تعلقی کے اسباب۔ قطع تعلقی کی جائز و ناجائز صورتیں۔ بد مذہبوں، فاسق و فاجر سے قطع تعلقی کا حکم۔ سیاسی و دینی تحریکوں سے تعلق و قطع تعلقی کے احکام۔

مصنف

ابو احمد محمد انس رضا قادری  
تخصّص فی الفقہ الاسلامی، الشہادۃ العالمیہ  
ایم۔ اے اسلامیات، ایم۔ اے پنجابی، ایم۔ اے اردو

ناشر

مکتبہ فیضان شریعت داتا دربار مارکیٹ، لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِیْبَ اللّٰهِ

جملہ حقوق بحق مصنف و ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ----- صلہ رحمی اور قطع تعلقی کے احکام

مصنف ----- ابو احمد محمد انس رضا قادری بن محمد منیر

ناشر ----- مکتبہ فیضان شریعت، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

پروف ریڈنگ ----- دانش الیاس

قیمت -----

اشاعت اول ----- شوال المکرم 1437ھ، جولائی 2016ء

## ملنے کے پتے

- ☆ مکتبہ بہار شریعت، داتا دربار مارکیٹ، لاہور ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ، لاہور
- ☆ کرمانوالہ بک شاپ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور ☆ نظامیہ کتاب گھر، اردو بازار، لاہور
- ☆ مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور ☆ مسلم کتابوی داتا دربار مارکیٹ، لاہور
- ☆ شبیر برادرز، اردو بازار لاہور ☆ مکتبہ شمس و قمر، بھائی چوک، لاہور
- ☆ فرید بک شال، اردو بازار، لاہور ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، داتا دربار مارکیٹ، لاہور
- ☆ رضا ورائٹی، داتا دربار مارکیٹ، لاہور ☆ کتب خانہ امام احمد رضا خان، داتا دربار، لاہور
- ☆ مکتبہ علامہ فضل حق، داتا دربار مارکیٹ ☆ والضحیٰ پبلی کیشنز، داتا دربار، مارکیٹ، لاہور
- ☆ مکتبہ قادری اینڈ ورائٹی ہاؤس ☆ مکتبہ لائٹانی اینڈ سی ڈی سنٹر داتا دربار مارکیٹ، لاہور
- ☆ منہاج کتب خانہ اینڈ سی ڈی سنٹر، لاہور ☆ میلا و پبلیشرز، داتا دربار لاہور
- ☆ دارالعلم داتا دربار مارکیٹ، لاہور ☆ دارالنور، داتا دربار مارکیٹ، لاہور
- ☆ نوریہ رضویہ، گنج بخش روڈ، لاہور ☆ المعارف کتب خانہ، داتا دربار مارکیٹ
- ☆ مکتبہ جامعہ نعیمیہ، گڑھی شاہو، لاہور ☆ مکتبہ فیضان رضا، سرگودھا
- ☆ مکتبہ فیضان مدینہ، فیصل آباد



صفحہ	مضمون
16	انتساب
17	پیش لفظ
26	موضوع اختیار کرنے کا سبب
31	موضوع کی اہمیت
32	❁۔۔ باب اول: صلہ رحمی کے فضائل اور قطع تعلقی کے عذابات۔۔ ❁
32	فصل اول: صلہ رحمی کے فوائد و فضائل
32	صلہ رحمی اللہ عزوجل اور آخرت پر ایمان کی نشانی
32	صلہ رحمی رزق اور عمر میں زیادتی کا سبب
36	اہل و عیال میں محبت کا باعث
36	بڑی موت اور حادثات و آزمائش دور
37	صلہ رحمی دعا کی قبولیت کا سبب
38	صلہ رحمی کرنے والے پر رب تعالیٰ کا لطف و کرم
39	دخول جنت کا بہت بڑا سبب
40	سابقہ شریعتوں میں صلہ رحمی کا حکم
41	دنیا میں عزت حاصل کرنے کا نسخہ
42	دنیا و آخرت میں فائدہ مند

43	صلہ رحمی اچھے اخلاق کی دلیل
43	بڑے حساب سے حفاظت کا ذریعہ
44	صلہ رحمی بلند درجات کا سبب
44	فصل دوم: قطع تعلقی کے نقصانات و عذابات
45	قطع تعلقی کرنے والا جنت میں نہ جائے گا
45	قانع جنت کی خوشبو نہ پائے گا
46	قطع تعلقی کرنے والا جہنم میں منہ کے بل جائے گا
46	قانع پر قیامت والے دن رب تعالیٰ کی نظر رحمت نہ ہونا
46	اللہ عزوجل کے نزدیک ناپسندیدہ اعمال
47	قطع رحمی کرنے والے کے اعمال نہیں اٹھائے جاتے
48	رحم قطع کرنے والے کی اعمال قبول نہیں ہوتے
48	جس نے ملایا تو اسے ملا اور جس نے قطع کیا تو اسے قطع کر دے
49	دنیا میں جلد سزا اور آخرت میں قابل گرفت
51	رب تعالیٰ کی رحمت نازل نہ ہونا
52	جس دعا میں قطع رحمی پائی جاتی ہو وہ دعا نامقبول
53	شب براءت مغفرت سے محرومی
54	لیلۃ القدر میں مغفرت سے محروم لوگ
55	قطع رحمی کرنے والے پر لعنت
56	قطع رحمی کرنے سے فوت شدہ والدین کا رنجیدہ ہونا

57	❁ باب دوم: والدین، اولاد، زوجین وغیرہ ❁ کے حقوق
57	فصل اول: والدین اور اولاد کے حقوق
57	شرع میں والدین کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟
58	والدین کی رضا رب تعالیٰ کی رضا
58	نماز کے بعد افضل عمل
59	والدین کی طرف رحمت کی نظر کرنا عبادت
59	والدہ کی طرف نظر رحمت کرنے پر مقبول حج کا ثواب
60	والدہ کی دو آنکھوں کے درمیان بوسہ دینا جہنم کی آگ سے حفاظت
60	جنت ماں کے پاؤں کے نیچے
60	والد جنت کا درمیانی دروازہ
61	والدین سے حسن سلوک دنیا میں بھی فائدہ مند
61	والدین کے حقوق
63	سوتیلی ماں کے حقوق
64	اولاد پر کس کا حق زیادہ ہے ماں کا یا باپ کا؟
66	والدین میں اگر کوئی کافر ہو تو!
67	والدین کے آداب کے طریقے
68	والدین کو خوش و خرم رکھنے کی فضیلت
69	والدین کے حقوق ان کی وفات کے بعد بھی ختم نہیں ہوتے



70	والدین کے لئے دعا چھوڑنا رزق میں تنگی کا باعث ہے
70	والدین کی طرف سے حج کرنے پر دس حج کا ثواب
71	والدین کی قبر پر حاضری کی فضیلت
72	والدین کے اولاد پر حقوق
74	والدین کی نافرمانی پر وبال
79	والدین کی نافرمانی کی صورتیں
85	والدین کی نافرمانی کے اسباب
88	اولاد کو فرمانبردار بنانے اور نافرمانی سے بچانے کا علاج
89	جنہوں نے والدین کے حقوق تلف کئے ہیں وہ کیا کریں؟
90	اولاد کے حقوق
104	عصر حاضر میں تربیت اولاد میں ہونے والی کوتاہیاں
107	بٹی پیدا ہونے پر افسردہ ہونا
109	فصل دوم: حقوق زوجین
110	بیوی پر شوہر کے حقوق
112	عورت پر سب سے بڑا حق اس کے شوہر کا ہے
113	عورت بغیر شوہر کا حق ادا کئے ایمان کی حلاوت نہیں پاسکتی
113	ناشکرزی عورت پر رب تعالیٰ نظر رحمت نہیں فرماتا
114	شوہر کے ناراض ہونے پر عورت پر ساری رات لعنت برسنا
115	بیوی کی ایذا پر جنتی حور کا رد عمل

116	شوہر کی ناراضگی کے سبب عورت کی نماز مقبول نہیں
116	اچھی بیوی کی صفات
118	نیک بیوی کے فضائل
120	شوہر پر بیوی کے حقوق
121	بہترین مرد وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے لئے بہتر ہیں
121	گھر والوں پر رحم کرنے پر جنت
122	خوشی کے ساتھ گھر میں داخل ہونے پر انعام
122	ایک سے زائد بیویاں رکھنے والوں کے لئے لمحہ فکریہ
123	عورت کے ٹیڑھے پن کو نظر انداز کرنے کی ترغیب
124	میاں بیوی ایک دوسرے کی حاجت ہیں
125	طلاق اور اس کے متعلق احکام
126	طلاق کے اسباب
132	اللہ عزوجل کے نزدیک ناپسندیدہ عمل
132	طلاق کے مباح، مستحب اور واجب ہونے کی صورتیں
135	طلاق کی تین قسمیں
136	اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو تینوں ہو جاتی ہیں
137	کورٹ کی طلاق
141	عصر حاضر میں مسئلہ طلاق کے متعلق جہالتیں
141	نوٹس طلاق

143	طلاق نامہ
145	فصل سوئم: رشتہ داروں کے حقوق
147	رشتہ داروں سے صلہ رحمی درجہ بدرجہ ہے
147	خالہ ماں کی مثل ہے
148	چچا باپ کی طرح ہے
148	بڑا بھائی بہ منزلہ باپ کے ہے
149	والدین کے وصال کے بعد بہن بھائیوں کی کفالت پر اجر
149	یتیم کی کفالت پر چچا اور ماموں کو اجر
150	یتیم کو کھلانے پر سایہ رحمت
150	یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنے کی فضیلت
151	رشتہ داروں سے قطع تعلقی
151	رشتہ داروں سے قطع تعلقی کے اسباب
165	قطع تعلقی سے بچنے کے اسباب
167	فصل چہارم: ہمسایوں کے حقوق
167	اچھا پڑوسی بڑی سعادت ہے
168	مومن ہمسائے کا اکرام کرے
169	وہ کامل مومن نہیں جس کا پڑوسی بھوکا ہو
169	پڑوسی کو ایذا دینا جہنم میں جانے کا سبب ہے
171	ہمسائیوں سے قطع تعلقی

172	فصل پنجم: استاد و شاگرد کے حقوق
172	استاد و روح کا باپ
172	استاد کے حقوق پر اعلیٰ حضرت کا کلام
176	استاد سے قطع تعلقی
176	شاگرد کے حقوق
177	فصل ششم: پیر و مرید کے حقوق
177	پیر کی شرائط
177	پیر کے حقوق
182	مرید کے حقوق
183	پیر سے قطع تعلقی
185	فصل ہفتم: علماء و امام مسجد کے حقوق
185	جو عالم کا حق نہ پہچانے
186	عالم کا حق خفیف سمجھنے والا
186	عالم و علماء کے خلاف طعن و تشنیع کرنے والا
189	امام مسجد کے حقوق
189	امام مسجد و عالم دین سے قطع تعلقی
191	فصل ہشتم: حقوق العباد کی معافی تلافی
192	مفلس کون؟
192	حق العباد کس قدر ہیں اور یہ کس طرح معاف ہو سکتے ہیں؟

213	حقوق العباد کا کفارہ
214	جس کی بیوی سے زنا کیا ہو اس سے معافی مانگنا
217	اس انداز سے معافی مانگنا کہ ”جو کہا سنا ہے معاف کرو“
219	مسلمان کی توبہ قبول کرنا واجب ہے
222	❁---باب سوئم: قطع تعلقی کسی جائز و ناجائز صورتیں---❁
222	فصل اول: صلہ رحمی کی تعریف، اقسام، درجات اور صورتیں
222	صلہ رحمی کی لغوی اور اصطلاحی تعریف
223	صلہ رحمی کی اقسام
223	صلہ رحمی کے درجات
224	صلہ رحمی قائم رکھنے کی صورتیں
226	فصل دوم: قطع تعلقی کی تعریف، شرعی حکم اور قطع تعلقی کا خاتمہ
226	لغوی و اصطلاحی تعریف
227	قطع تعلقی کا شرعی حکم
229	قطع تعلقی کا خاتمہ
230	فصل سوئم: قطع تعلقی کی جائز صورتیں
231	بد مذہبوں سے قطع تعلقی
231	بد مذہب و گمراہ کسے کہتے ہیں؟
234	بد مذہبوں سے قطع تعلقی کا ثبوت قرآن و حدیث سے

235	گمراہ لوگ بدترین مخلوق
236	معاشرہ سے فتنہ و فساد اور دہشت گردی کا خاتمہ کیسے ہو سکتا ہے؟
237	بد مذہب کے پاس بیٹھنا اور اسے استاد و امام بنانا
241	صوفیائے کرام کا بد مذہبوں سے دور رہنے کی ترغیب
245	کیا بد مذہب سے بغض رکھنا شدت پسندی ہے؟
247	بد مذہبوں کی صحبت کافر سے زیادہ نقصان دہ
249	بد مذہب کی عبادات نامقبول
250	بد مذہب سے سلام و مصافحہ
254	بد مذہب سے نکاح
259	بد مذہب کا نماز جنازہ پڑھنا
261	بد مذہب و مرتد سے خرید و فرخت و ملازمت
262	بد مذہبوں کو چندہ دینا
263	بد مذہبوں کو مساجد کی کمیٹی میں شامل کرنا
264	بد مذہبوں کو ویلفیئر سوسائٹیوں میں شامل کرنا
265	بد مذہب مولوی کے پیچھے نماز پڑھنا
268	بد مذہبوں کی اصلاح کی نیت سے ان سے تعلقات رکھنا
277	فاسق و فاجر سے قطع تعلق
278	ظالم سے قطع تعلق کرنے کا حکم
282	زانی اور ناچ گانے والے سے تعلقات رکھنا

284	فاحشہ سہیلی سے دوستی رکھنا
285	جو عورت شوہر کو چھوڑ کر غیر مرد کے ساتھ بھاگ جائے
286	تین طلاقوں کے باوجود بغیر حلالہ کے سابقہ بیوی کو پاس رکھنا
287	زانی اور زانیہ کی حمایت کرنے والوں سے قطع تعلقی کرنا
287	بیٹا زانی ہو تو باپ کیا کرے؟
288	جن لوگوں کی عورتیں زانیہ ہوں ان سے میل جول رکھنا
293	جو بد فعلی کرنے والا ہو اس سے میل جول رکھنا اور اسے امام بنانا
294	جو زانی اور زانیہ سے میل جول رکھے
295	جو شخص اپنی بیوی پر ظلم کرے
396	سو دخور سے میل جول رکھنا
296	جو شخص سو د کو حلال سمجھے
297	جو شخص والدین کا نافرمان ہو
298	جو گمراہ یا کافر کے جنازے میں شریک ہو
299	جو شخص کافروں کے خوشی و غمی میں شریک ہوتا ہو
300	جو فاسق توبہ کرے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کی توبہ قبول فرمائیں
302	خلاصہ بحث
306	فاسق فاجر اور حرام کمانے والے کی دعوت پر جانا
307	سو دخور، شرابی، بے حیاء کی دعوت پر جانا
307	طوائف کے کھانے پر فاتحہ پڑھنا

308	حرام کمانے والے کے یہاں کھانا حرام ہے یا نہیں؟
316	رشوت خور اور سود خوروں سے دینی کاموں کے لئے چندہ لینا
318	کفار کے ساتھ کھانا اور ان کی دعوت قبول کرنا
324	کافر سے تحفہ لینے اور نہ لینے کی صورتیں
328	بد مذہب اور مرتد کی دعوت
329	جس دعوت میں خلاف شرع افعال ہوں اس میں شرکت کرنا
330	فسق و فجور والی محافل میں جانے اور نہ جانے والی صورتیں
335	ولیمہ کی دعوت کی حیثیت
337	بد مذہبوں اور کفار کے جلسہ میں شرکت کرنا
338	ایسی کانفرنس میں شرکت جس کے ممبروں میں بد مذہب ہوں
341	جس جلسے میں کافر کو تعظیم دی جانی ہو اس میں شرکت
343	کرسمس ڈے میں شرکت
344	جو بد مذہبوں اور کفار کے جلسوں میں شرکت نہ کرے اس سے بائیکاٹ کرنا
345	فصل چہارم: قطع تعلقی کے متعلق سوال و جواب
352	❁ باب چہارم: دینی و دنیاوی امور میں شمولیت کے متعلق
	تعلق و قطع تعلقی .. ❁
352	فصل اول: دینی تحریک سے تعلق و قطع تعلقی
352	دینی تحریک میں شمولیت اختیار کرنا
352	دینی تحریکوں میں شمولیت کے فوائد



352	دینی تحریکوں میں کیا چیز دیکھی جائے؟
353	عصر حاضر کی جہادی تحریکیں
354	دینی تحریک سے قطع تعلق کرنا
355	دینی تحریکوں پر اعتراضات کرنا
356	فصل دوم: سیاسی تحریکوں سے تعلق و قطع تعلق
356	سیاست کی تعریف و مفہوم
357	جمہوریت کی تعریف و مفہوم
358	عصر حاضر کی سیاست شریعت کے آئینہ میں
360	سیاسی تحریک سے تعلق
361	غیر سیاسی تحریکوں پر طعن کرنا
361	ووٹ ڈالنے کی شرعی حیثیت
363	سیاسی تحریکوں سے قطع تعلق
363	حرف آخر
366	❁---المصادر والمراجع---❁

## افتساب

پیارے آقا نور مجسم رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن سلوک کے نام کہ آپ نے نہ صرف امت کو صلہ رحمی و حسن سلوک کا حکم دیا بلکہ خود شہنشاہِ دو جہاں ہونے کے باوجود اپنی رضاعی ماں کے ادب میں اپنی چادر بچھادی جیسا کہ ابوداؤد شریف کی حدیث پاک ہے حضرت ابو طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعْرَانَةِ، قَالَ أَبُو الطُّفَيْلِ: وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ أَحْمِلُ عَظْمَ الْجَزُورِ، إِذْ أَقْبَلَتِ امْرَأَةٌ حَتَّى دَنْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَسَطَ لَهَا رِذَاءَهُ، فَجَلَسْتُ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ: مَنْ هِيَ؟ فَقَالُوا: هَذِهِ أُمُّهُ الَّتِي أَرْضَعَتْهُ“ ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جعرانہ کے مقام پر دیکھا کہ گوشت تقسیم فرما رہے ہیں۔ ابو طفیل فرماتے ہیں اس وقت لڑکا تھا اور اونٹ کی ہڈی اٹھایا کرتا تھا۔ اس دوران ایک عورت سامنے آئی یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہو گئی، آپ نے اس کے لیے اپنی چادر بچھائی، وہ اس پر بیٹھ گئی۔ میں نے عرض کی یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ آپ کی رضاعی ماں ہیں۔

(سنن ابی داؤد، ابواب النوم، باب فی بر الوالدین، جلد 4، صفحہ 337، المكتبة العصرية، بیروت)

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ  
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پیش لفظ

اللہ عزوجل اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلہ رحمی کرنے کی ترغیب اور قطع تعلقی سے بچنے کا حکم دیا۔ مل جل کر رہنے اور حسن اخلاق سے پیش آنے کی تعلیم دی کہ اس میں معاشرتی حسن ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَدَابِرُوا وَلَا تَبَاغِضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا" ترجمہ: ایک دوسرے سے قطع تعلقی نہ کرو اور نہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو اور نہ آپس میں بغض و کینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو۔ اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔

(سنن الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی الحسد، جلد 4، صفحہ 329، مصطفیٰ البابی الحلبي، ص 5)

رشتہ داروں سے حسن اخلاق کا اعلیٰ نمونہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے عیاں ہے کہ آپ اپنے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ادب بجالانے کے متعلق فرماتے ہیں "لَوْ أَدْرَكْتُ وَالِدَيَّ أَوْ أَحَدَهُمَا وَقَدْ افْتَتَحَتْ صَلَاةَ الْعِشَاءِ فَقَرَأْتُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ فَدَعَيْتُنِي أُمِّي تَقُولُ: يَا مُحَمَّدُ لَقُلْتُ لَبِيكُ" ترجمہ: اگر میں اپنے والدین یا دونوں میں سے کسی ایک کو پاتا اور میں عشاء کی نماز پڑھنا شروع کرتا، اس میں سورۃ الفاتحہ پڑھ رہا ہوتا اور میری ماں مجھے بلاتی "یا محمد ﷺ" تو میں ضرور (نماز توڑ کر کہتا) لبیک (میں حاضر ہوں)۔

(البر والصلة لابن الجوزی، صفحہ 57، مؤسسة الكتب الثقافية، بیروت)

اپنے رضاعی والدین اور بھائی سے بہترین سلوک کرنے کے متعلق حضرت عمر  
 بن اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم تکبیرات پہنچی ہے ”اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى  
 اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ جَالِسًا فَاَقْبَلَ اَبُوهُ مِنَ الرِّضَاعَةِ، فَوَضَعَ لَهُ بَعْضَ ثَوْبِهِ، فَقَعَدَ  
 عَلَيْهِ، ثُمَّ اَقْبَلَتْ اُمُّهُ مِنَ الرِّضَاعَةِ فَوَضَعَ لَهَا شِقَّ ثَوْبِهِ مِنْ جَانِبِهِ الْاٰخَرِ، فَجَلَسَتْ  
 عَلَيْهِ، ثُمَّ اَقْبَلَ اٰخُوهُ مِنَ الرِّضَاعَةِ، فَقَامَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 فَاَجْلَسَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ“ ترجمہ: ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے کہ  
 سامنے آپ کے رضاعی والد آگئے آپ نے ان کے لیے اپنا کپڑا بچھایا وہ اس پر بیٹھ گئے۔  
 پھر آپ کی رضاعی والدہ آئیں تو آپ نے ان کے لیے اپنے کپڑے کا دوسرا کونہ بچھایا تو وہ  
 اس پر بیٹھ گئیں۔ پھر آپ کے رضاعی بھائی تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 ان کے لیے کھڑے ہو گئے اور انہیں اپنے پاس بٹھایا۔

(سنن أبی داود، ابواب النوم، باب فی بر الوالدین، جلد 4، صفحہ 337، المكتبة العصرية، بیروت)

بلکہ آپ علیہ السلام اپنی زوجہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی  
 سہیلیوں سے بھی حسن سلوک کرتے تھے چنانچہ ”لم تشریف کی حدیث پاک ہے حضرت  
 عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ”كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا  
 ذَبَحَ الشَّاةَ، فَيَقُوْلُ: اُرْسِلُوْا بِهَا اِلَى اَصْدِقَائِ خَدِيْجَةَ“ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وآلہ وسلم جب بکری ذبح کرتے تو فرماتے تھے اس گوشت کو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا  
 کی سہیلیوں کو بھیج دو۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل خدیجہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا، جلد 4،

صفحہ 1888، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

صحیح ابن حبان کی حدیث پاک ہے ”عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى بِشَيْءٍ، قَالَ: اذْهَبُوا بِهِ إِلَى فُلَانَةٍ، فَإِنَّهَا كَانَتْ صَدِيقَةَ خَدِيجَةَ“ ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اگر کوئی چیز آتی تو فرماتے: اسے فلاں کے پاس لے جاؤ وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلی ہے۔

(صحیح ابن حبان، ذکر تعاہد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم أصدقاء خديجة بالبر بعد وفاتها، جلد 15، صفحہ 467، مؤسسة الرسالة، بیروت)

آپ اپنے صحابہ کی بھی خیریت دریافت کرتے، اگر کوئی بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کرتے۔ مسند ابی یعلیٰ میں ابویعلیٰ احمد بن علی الموصلی (المتوفی 307ھ) رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں ”عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَقَدَ الرَّجُلَ مِنْ إِخْوَانِهِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، سَأَلَ عَنْهُ، فَإِنْ كَانَ غَائِبًا دَعَا لَهُ، وَإِنْ كَانَ شَاهِدًا زَارَهُ، وَإِنْ كَانَ مَرِيضًا عَادَهُ“ ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اگر کوئی صحابی تین دن تک نظر نہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے متعلق پوچھتے تھے، اگر وہ غائب ہوتا تو اسے بلاتے، اگر حاضر ہوتا تو اسے دیکھتے، اگر مریض ہوتا تو اس کی عیادت کرتے تھے۔

(مسند ابی یعلیٰ، مسند انس بن مالک، جلد 6، صفحہ 150، دار المأمون للتراث، دمشق)

اسلام کے کئی احکام میں صلہ رحمی کو مد نظر رکھا گیا ہے جیسے ایک وقت میں دو بہنوں کو نکاح میں رکھنا، یا بیوی کے ساتھ اس کی بھتیجی، بھانجی کو نکاح میں رکھنا حرام قرار دیا ہے کہ اس طرح دونوں عورتوں میں سوکن پن ہونے کی وجہ سے قطع تعلقی ہو جائے گی چنانچہ در الاحکام شرح غرر الاحکام میں ہے ”وَالْحَمْعُ بَيْنَ امْرَأَتَيْنِ أَيُّهُمَا فُرِضَتْ ذَكَرًا لَمْ يَجِلْ لَهُ الْأُخْرَى يَعْْنَى يَحْرُمُ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ هَاتَيْنِ الْمَرَاتِينِ فِي النِّكَاحِ بِأَنْ

يَتَزَوَّجُهُمَا بِعَقْدٍ أَوْ عَقْدَيْنِ أَوْ يَتَزَوَّجَ إِحْدَاهُمَا فِي عِدَّةِ الْأُخْرَى، سِوَاءَ كَانَتْ  
 الْعِدَّةُ مِنْ بَائِنٍ أَوْ رَجْعِيٍّ لِأَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَهُمَا يُفْضِي إِلَى قَطِيعَةِ  
 الرَّحِمِ۔ ملتقطاً“ ترجمہ: دو ایسی عورتوں کو اپنے نکاح میں جمع کرنا حرام ہے کہ ان دونوں  
 میں سے ایک کو مرد تصور کریں تو اس کا نکاح عورت سے حرام ہو۔ ایسی دونوں عورتوں کو ایک  
 عقد میں جمع کرنا یا دو مختلف عقد میں جمع کرنا حرام ہے یا پہلی کی عدت میں دوسری سے نکاح  
 کرنا برابر ہے وہ عدت طلاق بائن کی ہو یا طلاق رجعی کی حرام ہے۔ اس لئے کہ ایسی دونوں  
 عورتوں کو جمع کرنا قطع رحم کے طرف لے جانے والا ہے۔

(درر الحکام شرح غرر الأحکام، کتاب النکاح، جلد 1، صفحہ 330، دار احیاء الکتب العربیة)

تبيين الحقائق میں ہے ”حَرْمُ الْجَمْعِ بَيْنَ الْمَحَارِمِ لِمَا رَوَى أَنَّهُ عَلَيْهِ  
 الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ إِنَّكُمْ إِذَا فَعَلْتُمْ ذَلِكَ قَطَعْتُمْ أَرْحَامَهُنَّ أَشَارَ إِلَى الْمُنَافَرَةِ  
 الَّتِي تَكُونُ بَيْنَ الضَّرَائِرِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ  
 وَالْأَرْحَامَ﴾ أَيِ اتَّقُوا اللَّهَ أَنْ تَعْصُوهُ وَاتَّقُوا الْأَرْحَامَ أَنْ تَقَطَعُوهَا فَثَبَّتَ بِهَذَا أَنَّ  
 الْأَرْحَامَ هِيَ الَّتِي تَحِبُّ صِبَاغَتَهَا وَوَصْلُهَا وَيَحْرُمُ قَطْعُهَا“ ترجمہ: دو محارم عورتوں کو  
 ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم نے ایسا کیا  
 تو تم نے ان کے رشتوں کو توڑا۔ اس فرمان میں دونوں محارم عورتوں کو جمع کرنے میں ہونے  
 والے نقصانات کی طرف اشارہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر  
 مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو۔ یعنی اللہ عزوجل سے ڈرو اس کی نافرمانی کرنے سے اور قطع  
 رحمی سے بچو۔ تو ثابت ہوا کہ رشتوں کی حفاظت کرنا اور انہیں ملانا واجب ہے اور قطع تعلقی  
 حرام ہے۔

(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، كتاب الاعتان، جلد 3، صفحہ 70، المطبعة الكبرى الأميرية،

(القاهرة)

اسی طرح اگر کسی ذی رحم محرم کو تحفہ دے کر واپس نہیں لے سکتے کہ یہ قطع رحمی ہے چنانچہ تبیین الحقائق میں ہے "فَلَوْ وَهَبَ لِذِي رَحِمٍ مَحْرَمٌ مِنْهُ لَا يَرْجِعُ فِيهَا الْقَوْلُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِذَا كَانَتْ الْهَبَةُ لِذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ لَمْ يَرْجِعْ فِيهَا وَلَا الْمَقْصُودَ مِنْهَا صَلَّةُ الرَّحِمِ وَقَدْ حَصَلَ وَفِي الرَّجُوعِ قَطِيعَةُ الرَّحِمِ فَلَا يَرْجِعُ فِيهَا سِوَاءَ كَانِ مُسْلِمًا أَوْ كَافِرًا" ترجمہ: اگر کسی ذی رحم رشتہ دار کو تحفہ دیا تو واپس نہیں لے سکتا، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تحفہ ذی رحم محرم کو دیا جائے تو اسے واپس نہیں لے سکتے۔ اس لئے کہ رشتہ دار کو تحفہ دینے میں مقصود صلہ رحمی ہے اور وہ تحفہ دینے سے حاصل ہوگئی، اب تحفہ واپس لینا قطع رحمی ہے، تو واپس نہیں لے سکتے برابر ہے کہ یہ تحفہ مسلمان رشتہ دار کو دیا ہو یا کافر کو۔

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، کتاب الہبۃ، باب الرجوع فی الہبۃ، جلد 5، صفحہ 101، المطبعة الكبرى الاميرية، القاهرة)

غیروں کی نسبت اپنے مستحق رشتہ داروں کو زکوٰۃ، فطرہ اور صدقات دینا دگنا ثواب ہے کہ اس میں صدقہ کے ساتھ ساتھ صلہ رحمی کا بھی ثواب ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "الصَّدَقَةُ عَلَى الْمَسْكِينِ صَدَقَةٌ، وَهِيَ عَلَى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ: صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ" ترجمہ: صدقہ مسکین کو دینے پر ایک صدقہ کا ثواب ہے اور ذی رحم کو دینے کا اجر دگنا ہے، ایک اجر صدقہ دینے کا اور ایک اجر صلہ رحمی کرنے کا۔

(سنن الترمذی، کتاب الزکوٰۃ، باب ما جاء فی الصدقة علی ذی القرابة، جلد 2، صفحہ 40، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

اور اپنے غریب رشتہ داروں کو چھوڑ کر غیروں کو صدقہ و خیرات دینا سختی سے منع کیا گیا چنانچہ الزواجر عن اقتراف الکبائر میں احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی (المتوفی 974ھ)

فرماتے ہیں ”عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ أَقَارِبُ ضَعَفَاءُ وَلَمْ يُحْسِنْ إِلَيْهِمْ وَيَصْرِفْ صَدَقَتَهُ إِلَى غَيْرِهِمْ لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ صَدَقَتَهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: جس کے رشتہ دار غریب ہوں اور یہ ان سے نیکی نہ کرے اور صدقہ غیروں کو دے تو اللہ عزوجل اس کا صدقہ قبول نہ فرمائے گا اور قیامت والے دن اس کی طرف نظر رحمت نہ فرمائے گا۔

(الزواج عن افتراء الكباثر، جلد 2، صفحہ 129، دار الفکر، بیروت)

بعض گناہ ایسے ہیں جن کا مرتکب شخص امامت کے قابل نہیں ہے جیسے جو شخص داڑھی منڈواتا یا ایک مشیت سے کم داڑھی رکھنے والا ہو، فاسق و فاجر ہو، کالا خضاب لگانے والا ہو تو اسے امام بنانا اور اسکے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح وہ امام جو لوگوں میں قطع تعلق کی ترغیب دیتا ہو اسے امام بنانا جائز نہیں ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا: ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں ایک سید صاحب ہیں قرآن کریم کو کافی درست پڑھتے ہیں۔ ایک نہایت ہی اعلیٰ بزرگ کے مرید ہیں ان بزرگ سے ان کو خلافت کا رتبہ مل گیا ہے۔ قرآن مجید اچھا پڑھنے کی وجہ سے اکثر مسجد میں امامت کرتے ہیں لیکن سید موصوف نے ایک شغل اختیار کیا ہے وہ یہ کہ ایک باعزت نمازی تہجد خواں پرہیزگار نوجواں کا پیر بھائی ہے اور دو چار یوم پہلے سید صاحب نامعلوم ظاہری و باطنی اس کو دوست سمجھتے تھے مگر اب لوگوں کو ان کے چند آدمیوں کے خلاف قطع تعلق کی ترغیب دیتے ہیں حالانکہ وہ بے قصور ہیں اور بلا وجہ سید صاحب وغیرہ نے ان کو ذلیل کرنے کے لئے یہ حرکت کی ہے کہ ایک بڑے مجمع میں سید صاحب نے بیٹھ کر قرآن شریف درمیان رکھ کر



اہل مجلس کو علانیہ کہا کہ ان چند آدمیوں سے قطع تعلق کی قسم کھاؤ اور قرآن عظیم کو ہاتھ لگاؤ کہ ہمارا یہ قول تا زندگی رہے گا۔ آیا سید صاحب موصوف امامت کے قابل ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو کیا وہ بھی ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں جن کے ساتھ خواہ مخواہ بلاوجہ ایسا سلوک کیا گیا ہے؟ بینوا تو جروا۔“

جواب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اگر یہ واقعی بات ہے کہ سید صاحب مذکور نے ان مسلمانوں سے بلاوجہ شرعی محض کسی خصومت دنیوی کے سبب اپنے پیر بھائی اور مسلمانوں سے قطع تعلق کیا اور ہمیشہ کے لئے کیا اور علانیہ برسر مجلس کیا تو قابل امامت نہ رہے اور ان کو امام بنانا منع ہے جب تک اس حرکت سے علانیہ توبہ نہ کریں کہ بلاوجہ شرعی تین دن سے زیادہ مسلمانوں سے قطع تعلق حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”لا یحل لرجل ینہج ارجاء فوق ثلث لیال ینتقیان فیعرض ہذا ویعرض ہذا وخیرہما الذی ینذأ بالسلام رواہ الشیخان عن ابی ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ آدمی کو حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے۔ راہ میں ملیں تو یہ ادھر منہ پھیر لے وہ ادھر منہ پھیر لے اور ان میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے یعنی ملنے کی پہل کرے۔ بخاری و مسلم نے اسے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”لا یحل لمومن ان ینہج مؤمناً فوق ثلث فان مرت بہ ثلث فلیلقہ فلیسلم علیہ وان رد علیہ السلام فقد اشترکا فی الاجر فان لم یرد علیہ فقد باء بالاثم وخرج السلم من الحجرۃ رواہ ابو داؤد عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ کسی

مسلمان سے تین رات سے زیادہ قطع کرے، جب تین راتیں گزر جائیں تو لازم ہے کہ اس سے ملے اور اسے سلام کرے، اگر سلام کا جواب دے تو دونوں ثواب میں شریک ہوں گے اور وہ جواب نہ دے گا تو سارا گناہ اسی کے سر رہا یہ سلام کرنے والا قطع کے وبال سے نکل گیا۔ اسے ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

تیسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”لا یحل لمسلم ان یجھراخاہ فوق ثلث فمّن ہجر فوق ثلث فمات دخل النار رواہ احمد و ابو داؤد عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ مسلمان کو حرام ہے کہ مسلمان بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے، جو تین رات سے زیادہ چھوڑے اور اسی حالت میں مرے وہ جہنم میں جائے گا۔ امام احمد بن حنبل اور ابو داؤد نے اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ کبیرہ ہے کہ اس پر وعید نازل ہے اور کبیرہ کا علانیہ مرتکب فاسق معین اور فاسق معین کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔

فتاویٰ حجاز میں ہے ”لو قد موافسقا یا ثمنون“ اگر انھوں نے فاسق کو مقدم کیا تو گناہ گار ہوں گے۔

تبیین الحقائق میں ہے ”لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعا“ کیونکہ امامت کے لئے فاسق کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ اس کی اہانت شرعا واجب ہے۔

اور اس میں برابر ہیں وہ جن سے سید صاحب نے قطع تعلق کیا اور وہ جن سے قطع

نہ کیا سب کی نماز ان کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی جب تک توبہ نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 6، صفحہ 598، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

شریعت نے یہاں تک حکم دیا کہ اگر کسی سے قطع تعلق کی قسم کھائی ہو تو قطع تعلق نہ کرے قسم توڑ دے بلکہ یہاں تک ہے کہ اگر طلاق بھی ہو جاتی ہو تب بھی قطع تعلق نہ کرے چنانچہ مفتی وقار الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: ”چند دن پہلے میرا پڑوسی سے جھگڑا ہو گیا اور جھگڑا حد سے بڑھ گیا۔ میں جھگڑا نہیں کرنا چاہتا تھا اور جب بات حد سے بڑھ گئی تو میں نے اپنے پڑوسی سے کہا کہ میں تم سے واسطہ نہیں رکھوں گا، اگر میں تم سے بات کروں تو میری بیوی پر طلاق ہو۔ چنانچہ آج تک میں نے اپنے پڑوسی سے بات نہیں کی ہے۔ اس کا علم میرے دوستوں کو ہوا وہ چاہتے ہیں کہ ہمارا ملاپ ہو جائے۔ جھگڑا اچھی بات نہیں ہے۔ میں بھی جانتا ہوں کہ پڑوسیوں کے کیا حقوق ہوتے ہیں، لیکن میں نے قسم کھائی تھی، اس کے بارے میں وضاحت چاہتا ہوں کہ اگر بات چیت کر لوں اور قسم توڑ دوں تو قسم کا کیا کفارہ ادا کرنا ہوگا؟ میرے نکاح میں اگر کوئی فرق ہو تو تفصیل درج کریں۔ واضح رہے کہ میں نے یہ الفاظ صرف ایک مرتبہ کہے تھے۔“

جو اب مفتی صاحب فرماتے ہیں: ”حدیث شریف میں ہے اور اس حدیث کو امام حافظ عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی سمرقندی متوفی 255ھ نے سنن دارمی میں نقل کیا ہے ”من حلف علی یمین فرأی غیرھا خیرا منها فلیات الذی ہو خیر و لیکفر عن یمینہ“ یعنی جب کوئی قسم کھالے اور اس قسم کو توڑنے میں بھلا دیکھے تو قسم کو توڑ دے اور کفارہ ادا کرے۔“

لہذا صورت مسئلہ میں پڑوسی سے میل ملاپ کر لینا چاہئے اور اس صورت میں

ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔ طلاق رجعی کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر رجوع کیا جاسکتا ہے۔ نکاح جدید کی ضرورت نہیں۔ رجوع کا طریقہ یہ ہے کہ دو گواہوں کے سامنے شوہر یہ کہہ دے کہ میں طلاق سے رجوع کرتا ہوں۔“

(وقار الفتاویٰ، جلد 3، صفحہ 194، 195، بزم وقار الدین قادری، کراچی)

### موضوع اختیار کرنے کا سبب

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قطع تعلق کا عام ہونا بھی ہے چنانچہ مجمع الزوائد میں حضرت سبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ أَوْ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ وَالْمُتَفَحِّشَ وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَظْهَرَ الْفُحْشُ وَالتَّفَاحِشُ وَقَطِيعَةُ الرَّجِيمِ وَسُوءُ الْمُجَاوِرَةِ وَحَتَّى يُؤْتَمَنَ الْخَائِنُ وَيُخَوَّنَ الْأَمِينُ“ ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل فحش کو پسند نہیں کرتا یا فرمایا فحش اور بدکلامی کرنے والے کو مبغوض رکھتا ہے اور قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ فحاشی اور بدکلامی، قطع تعلق، ہمسائیوں سے برا سلوک نہ ہو یہاں تک کہ خیانت کرنے والا امین ہوگا اور امین خیانت کرنے والا ہوگا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الفتن، باب فی ایام الصبر وفیمن یتمسک بدینہ فی الفتن، جلد 7، صفحہ 284، مکتبہ القدسی، القاہرہ)

مسند احمد بن حنبل کی حدیث پاک ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”أَنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تَسْلِيمَ الْخَاصَّةِ، وَفُسُوحَ التَّجَارَةِ، حَتَّى تُعَيَّنَ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا عَلَى السَّعَارَةِ، وَقَطْعَ الْأَرْحَامِ، وَشَهَادَةَ الزُّورِ، وَكُتْمَانَ شَهَادَةِ الْحَقِّ، وَظُهُورَ الْقَلَمِ“ ترجمہ: قیامت کے قریب آدمی فقط جاننے والوں کو سلام کرے گا، تجارت عام ہوگی یہاں تک کہ عورت تجارت میں

اپنی شوہر کا ہاتھ بٹھائے گی۔ قطع رحمی عام ہوگی۔ جھوٹی گواہی عام ہوگی اور سچی گواہی چھپائی جائے گی۔ قلم کا بکثرت استعمال ہوگا۔

(مسند الإمام احمد بن حنبل، مسند المكثرين من الصحابة، مسند عبد الله بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جلد 6، صفحہ 416، مؤسسة الرسالة، بیروت)

آج ہم اگر اپنے معاشرے اور خاندانوں بلکہ اپنے آپ میں غور کریں تو واضح ہوگا کہ ہم میں برداشت کا جذبہ نہیں، ذرا ذرا سی بات پر خاندان پکھڑنے ہوئے ہیں، ایک دوسرے کا نام لینا پسند نہیں کرتے، بلا وجہ کی دشمنیاں چل رہی ہیں، ایک دوسرے کی غیبتیں کی جاتی اور بہتان باندھے جاتے ہیں، غیروں سے حسن سلوک کیا جاتا ہے اور اپنے رشتہ داروں سے انتہائی بدتر سلوک کیا جاتا ہے، بیوی کی محبت میں ماں کو دور کیا جاتا ہے اور دوست کی محبت میں والد کو دور کیا جاتا ہے، اسی طرح کے گناہوں کی نحوست ہے کہ ہم اور ہمارا معاشرہ بد امنی کا شکار ہے۔ جامع ترمذی کی حدیث پاک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "إِذَا اتَّخَذَ الْفِيءُ دَوْلًا، وَالْأَمَانَةُ مَغْنَمًا، وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا، وَتُعَلَّمَ لِغَيْرِ الدِّينِ، وَأَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ، وَعَقَّ أُمَّهُ، وَأَدْنَى صَدِيقَهُ، وَأَقْصَى أَبَاهُ، وَظَهَرَتِ الْأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَسَادَ الْقَبِيلَةَ فَاسِقُهُمْ، وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أُرْذَلَهُمْ، وَأَكْرَمُ الرَّجُلِ مَخَافَةُ شَرِّهِ، وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَارِفُ، وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ، وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوْلَهَا، فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذَلِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ، وَزَلْزَلَةً وَنَحْسًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَآيَاتٍ تَتَابَعُ كِنِظَامِ بَالٍ قُطِعَ بَسَلِكُهُ فَتَتَابَعُ" ترجمہ: جب غنیمت کو اپنی دولت اور امانت کو غنیمت اور زکوٰۃ کو ٹیکس بنا لیا جائے اور غیر دین کیلئے علم حاصل کیا جائے اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت میں ماں کی نافرمانی کرے اور اپنے دوست کو قریب باپ کو دور کرے اور مسجدوں میں آوازیں اونچی

ہوں اور قبیلہ کا بدکار قوم کی سرداری کرے اور قوم کا ذمہ داران کا مکینہ ہو اور آدمی کی تعظیم کی جائے اس کی شرارت کے خوف سے اور رنڈیاں باجے ظاہر ہو جائیں اور شراب پی جائیں اور اسکے پچھلے اگلوں پر لعنت کریں تو اس وقت تم سرخ زلزلہ، دھنسا اور صورتیں بدلنا، پتھر برسنے اور ان نشانیوں کا انتظار کرنا جو لگاتار ہوں گے جیسے ہار جس کا دھاگہ توڑ دیا جائے تو لگاتار کر کے گرے۔

(سنن الترمذی، ابواب الفتن، باب ما جاء فی علامة حلول المسخ والخسف، جلد 4، صفحہ 65، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

الترغیب والترہیب کی حدیث پاک ہے ”عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيَّتَ قَوْمٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ عَلِيَّ طَعْمًا وَشَرْبًا وَلَهُمْ وَلَعِبٌ فَيَصْبِحُوا قَدْ مَسَخُوا قَرْدَةً وَخَنَازِيرًا وَيَصِيبُهُمْ خَسْفٌ وَقَذِفَ حَتَّى يَصْبِحَ النَّاسُ فَيَقُولُونَ خَسَفَ اللَّيْلَةُ بَيْنِي فَلَانٌ وَخَسَفَ اللَّيْلَةُ بَدَارِ فَلَانٍ وَلَتُرْسَلَنَّ عَلَيْهِمْ حِجَارَةٌ مِنَ السَّمَاءِ كَمَا أُرْسِلَتْ عَلَى قَوْمِ لُوطٍ عَلَى قِبَائِلٍ فِيهَا وَعَلَى دُورٍ وَلَتُرْسَلَنَّ عَلَيْهِمُ الرِّيحُ الْعَقِيمُ الَّتِي أَهْلَكَتْ عَادًا عَلَى قِبَائِلٍ فِيهَا وَعَلَى دُورٍ بِشَرِبِهِمُ الْخَمْرَ وَلِبْسِهِمُ الْحَرِيرَ وَاتِّخَاذِهِمُ الْقَيْنَاتِ وَأَكْلِهِمُ الرِّبَا وَقَطِيعَةَ الرَّجِيمِ“ ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس امت کی ایک قوم کھانے پینے اور لہو و لعب میں رات گزارے گی، پھر جب وہ صبح کریں گے تو ان کے چہرے مسخ ہو کر بندر اور خنزیر بن چکے ہوں گے اور ان میں دھنسانے اور پھینکے جانے کے واقعات رونما ہوں گے یہاں تک کہ لوگ صبح اٹھیں گے تو کہیں گے آج رات فلاں کا گھر دھنسا دیا گیا اور آج رات فلاں کا گھر دھنسا دیا گیا۔ اور ان پر آسمان سے پتھر پھینکے جائیں گے جیسا کہ حضرت سیدنا لوط علیہ

السلام کی قوم کے قبیلوں اور گھروں پر برسائے گئے اس لئے کہ وہ شراب پیئیں گے، ریشم پہنیں گے، گانے والیاں رکھیں گے، سود کھائیں گے اور رشتہ داروں سے قطع تعلقی کریں گے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الحدود، جلد 3، صفحہ 8، حدیث 2866، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

آج ہم حضور علیہ السلام کی چودہ سو سال قبل پیشین گوئیوں کی تصدیق اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ وہ چھوٹا سا گھر جس میں کئی خاندان اکٹھے رہتے تھے آج وہاں دو بھائی اکٹھے رہنا پسند نہیں کرتے اور آئندہ دور میں قطع تعلقی اور زیادہ عام ہوگی، لوگ رشتہ داروں کو چھوڑ چھاڑ کر اکیلے رہنے کے عادی ہو رہے ہیں، آئندہ اس میں مزید اضافہ ہوگا، وہ والدین جو کئی بچوں کو پالتے ہیں وہ سب بچے مل کر فقط والدین کو پالنے پر راضی نہیں، والدین کی خدمت کرنے کی بجائے انہیں اولڈ ہاؤس بھیجنا اب اسلامی ممالک میں بھی شروع ہو چکا ہے جو رفتہ رفتہ بڑھتا جائے گا۔ پھر والدین بچوں کو قطع تعلقی کرنے کا نہ صرف حکم دیتے ہیں بلکہ قسمیں دیتے ہیں کہ فلاں رشتہ دار کو میرے مرنے کے بعد نہ ملنا۔ ایسے موقع پر دینی ذہن کے لوگ بڑی آزمائش کا شکار ہوتے ہیں کہ ایک طرف والدین کا حکم ہوتا ہے اور دوسری طرف شریعت کا حکم ہوتا ہے، اسی طرح کئی خاندانی معاملات میں شرعی رہنمائی درکار ہوتی ہے کہ اس موقع پر قطعی تعلقی کی جائے یا نہ کی جائے۔ لہذا اس موضوع پر کوئی کتاب میری نظر سے نہیں گزری جس میں ان سب احکام کو بیان کیا گیا ہو۔ اس لئے میں نے یہ ضروری سمجھا کہ صلہ رحمی اور قطع تعلقی پر ضروری مسائل کو لکھا جائے کہ جس دور میں جو معاملات لوگوں کو درپیش ہوتے ہوں اس کے متعلق شرعی رہنمائی بھی عام ہونا ضروری ہے جیسے جس شخص کو خاندان سے قطع تعلقی کرنا پڑ رہی ہے اس

پر لازم ہے کہ وہ شرعی رہنمائی حاصل کرے کہ میرے لئے یہ قطع تعلقی کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں ”فیجب تعلم علم ذلك بحسب ما يتجدد من الحال وذلك يختلف بحال الشخص إذ لا يجب على الأبكم تعلم ما يحرم من الكلام ولا على الأعمى تعلم ما يحرم من النظر ولا على البدوی تعلم ما يحرم الجلوس فيه من المساكن فذلك أيضاً واجب بحسب ما يقتضيه الحال فما يعلم أنه ينفك عنه لا يجب تعلمه وما هو ملابس له يجب تنبيهه عليه كما لو كان عند الإسلام لابساً للحریر أو جالساً فی الغصب أو ناظراً إلى غیر ذی محرم فیجب تعریفه بذلك وما لیس ملابساً له ولكنه بصدد التعرض له على القرب كالأكل والشرب فیجب تعلمه حتی إذا كان فی بلد يتعاطى فيه شرب الخمر واكل لحم الخنزیر فیجب تعلمه ذلك وتنبيهه علیه وما وجب تعلمه وجب علیه تعلمه“ ترجمہ: حالات کی تبدیلی کے مطابق جن باتوں سے بچنے کا حکم ہے ان کا علم سیکھنا فرض ہے اور ہر شخص کی حالت کے پیش نظر مختلف ہے۔ گونگے پر حرام باتوں کا علم سیکھنا فرض نہیں اور اندھے پر یہ سیکھنا فرض نہیں کہ کن چیزوں کو دیکھنا حرام ہے۔ جنگل میں رہنے والے پر یہ سیکھنا فرض نہیں کہ کن کن مجلسوں میں بیٹھنا حرام ہے کیونکہ ناجائز اعمال جسے چھوڑنے کا حکم ہے ان کا علم بھی حسب حال ہی فرض ہوتا ہے۔ الغرض جو چیزیں ضروریات دین سے نہیں ان کا علم سیکھنا فرض نہیں اور جن کے بارے میں معلوم ہو کہ بغیر اس کے چارہ نہیں اس کی آگہی حاصل کرنا فرض ہے۔ جیسا کہ اسلام لاتے وقت کسی نے ریشم پہن رکھا تھا یا غصب شدہ زمین پر بیٹھایا غیر محرم کو دیکھ رہا تھا تو اسلام لاتے ہی اس پر فرض ہو جائے گا کہ وہ ان کا علم حاصل کرے اور جن کی اسے ابھی ضرورت نہیں لیکن



شتریب ضرورت پڑے گی جیسے کھانا پینا تو ان کے بارے میں بھی سیکھنا فرض ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر وہ کسی ایسے شہر میں جہاں شراب پینے اور خنزیر کھانے کا رواج ہو تو اس پر فرض ہے کہ لوگوں کو (حسب استطاعت) اس کے بارے میں بتائے اور تنبیہ کرے۔ بہر حال ہر وہ کام جس کا سکھانا فرض ہے اس کا سیکھنا بھی فرض ہے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب الثانی فی العلم المحمود والسذوم، جلد 1، صفحہ 15، دار المعرفة، بیروت)

### موضوع کی اہمیت

اس موضوع کی اہمیت یہ ہے کہ اس میں ہر طرح کے وہ مسائل بیان کرنے کی کوشش کی ہے جس کا تعلق صلہ رحمی اور قطع تعلقی کے ساتھ ہے، کیونکہ ہر شخص کو زندگی میں کئی مرتبہ ان مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس کتاب میں قطع تعلقی کے احکام کے ساتھ ساتھ اس کے اسباب، علاج، ایک دوسرے کے حقوق کو بھی بیان کیا ہے۔

اس کتاب کا زیادہ فائدہ دینی سوچ رکھنے والوں کو ہوگا کہ وہ کئی مرتبہ اپنے رشتہ داروں اور جاننے والوں کے متعلق کئی معاملات کی بنا پر پریشان ہوتے ہیں کہ شرعی طور پر ایسے لوگوں سے تعلق رکھنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

الغرض یہ کتاب عصر حاضر میں درپیش مسائل کے حل کے لئے کافی حد تک کفایت کرے گی۔ ان شاء اللہ عزوجل۔

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو احمد محمد الس رضا قادری

29 رمضان المبارک 1437ھ 05 جولائی 2016ء

## ● باب اول: صلہ رحمی کے فضائل اور

### ● قطع تعلقی کے عذابات ●

#### فصل اول: صلہ رحمی کے فوائد و فضائل

صلہ رحمی کے دنیا اور آخرت میں کثیر فوائد و فضائل ہیں۔ دنیاوی فوائد یہ ہیں کہ صلہ رحمی کرنے والے کی عمر و رزق میں برکت و زیادتی ہوتی ہے، عزت ملتی ہے اور اخروی فضائل یہ ہیں کہ یہ دخول جنت کا سبب ہے، رب تعالیٰ کی رضا ہے وغیرہ۔

صلہ رحمی کی فضیلت پر مبنی قرآن و حدیث کی چند روایات پیش خدمت ہیں:

#### صلہ رحمی اللہ عز و جل اور آخرت پر ایمان کی نشانی

بخاری شریف کی حدیث پاک ہے ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ“ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ عز و جل اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کا اکرام کرے اور جو اللہ عز و جل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ صلہ رحمی کرے۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب اکرام الضیف و خدمتہ ایاء بنفسہ، جلد 8، صفحہ 32، دار طوق النجاة، مصر)

#### صلہ رحمی رزق اور عمر میں زیادتی کا سبب

بخاری و مسلم میں ہے ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي

اَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ“ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں وسعت ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو اسے چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من بسط له فی الرزق بصلة الرحم، جلد 8، صفحہ 5، دار طوق النجاة، مصر)

کنز العمال میں ہے ”عن أنس قال: إن المرء ليصل رحمه وما يبقى من عمره إلا ثلاثة أيام فينسؤه الله ثلاثين سنة وإنه ليقطع الرحم وقد بقي من عمره ثلاثون سنة فيصيره الله إلى ثلاثة أيام“ ترجمہ: جو انسان صلہ رحمی کرے اور اس کی عمر تین دن باقی ہو تو اللہ عز و جل اس کی عمر تیس سال کر دے گا اور جو قطع تعلقی کرنے والا ہوگا اور اس کی عمر تیس سال باقی ہو تو اللہ عز و جل اس کی عمر تیس سال سے تین دن کی طرف پھیر دے گا۔ (کنز العمال، کتاب الاخلاق، صلة الرحم، جلد 3، صفحہ 1308، مؤسسة الرسالة، بیروت)

طبرانی اوسط کی حدیث پاک ہے ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَعْجَلَ الطَّاعَةِ ثَوَابًا صَلَاةُ الرَّحِيمِ، وَإِنَّ أَهْلَ الْبَيْتِ لَيَكُونُونَ فَجَارًا، فَتَنْمُو أَمْوَالُهُمْ، وَيَكْثُرُ عَدَدُهُمْ، إِذَا وَصَلُوا أَرْحَامَهُمْ، وَإِنَّ أَعْجَلَ الْمَعْصِيَةِ عُقُوبَةُ الْبَغْيِ وَالنِّجْيَانَةُ، وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ تُذْهِبُ الْمَالَ، وَتُقِلُّ فِي الرَّحِيمِ“ ترجمہ: بے شک سب نیکیوں میں جلد از جلد اجر میں صلہ رحمی ہے یہاں تک کہ گھر والے فاسق بھی ہوں تو ان کے مال زیادہ ہوتے ہیں اور ان کے شمار بڑھتے ہیں جب آپس میں صلہ رحم کریں۔ بے شک گناہوں میں جلد سزا ظلم، خیانت، جھوٹی قسم ہے، مال کا چلے جانا صلہ رحمی میں کمی کی وجہ سے ہے۔

(المنعجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ احمد، جلد 2، صفحہ 19، دار الحرمین، القاہرہ)

دوسری روایت میں اتنا اور ہے ”وَمَا مِنْ أَهْلِ يَتِّ يَتَوَاصَلُونَ  
فَيَحْتَا جُونَ“ ترجمہ: کوئی گھر والے ایسے نہیں کہ آپس میں صلہ رحم کریں پھر محتاج  
ہو جائیں۔

(صحیح ابن حبان، کتاب البر والإحسان، باب صلة الرحم وقطعها، جلد 2، صفحہ 182، مؤسسة  
الرسالة، بیروت)

شعب الایمان کی حدیث پاک ہے ”عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَالَ: صَلَّةُ الرَّحِمِ، وَحُسْنُ الْخُلُقِ يُعَمِّرُنِ الدِّيَارَ وَيَزِدُنِ فِي  
الْأَعْمَارِ“ ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صلہ رحم اور نیک خوئی اور ہمسایہ سے نیک سلوک شہروں کو آباد  
اور عمروں کو زیادہ کرتا ہے۔

(شعب الایمان، صلة الرحم، جلد 10، صفحہ 344، مكتبة الرشد، الرياض)

البر والصلۃ لابن الجوزی میں امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں ”عَنْ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ مَلِكًا أَخْوَانِ عَلَى مَدِينَتَيْنِ،  
فَكَانَ أَحَدُهُمَا بَارًا بِرَحِمِهِ، عَادِلًا عَلَى رَعِيَّتِهِ، وَالْآخَرُ، عَاقًا بِرَحِمِهِ، جَائِرًا عَلَى  
رَعِيَّتِهِ، وَكَانَ فِي عَصْرِهِمَا نَبِيٌّ، فَأَوْحَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيَّ ذَلِكَ النَّبِيِّ، أَنَّهُ قَدْ بَقِيَ  
مِنْ عُمُرِ هَذَا الْبَارِ ثَلَاثَ سِنِينَ، وَبَقِيَ مِنْ عُمُرِ هَذَا الْعَاقِ ثَلَاثُونَ سَنَةً، فَأَخْبَرَ  
النَّبِيَّ رَعِيَّةَ هَذَا وَرَعِيَّةَ هَذَا، فَحَزِنُوا، وَفَرَّقُوا بَيْنَ الْأَطْفَالِ وَالْأُمَّهَاتِ، وَتَرَكَوا  
الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ، وَخَرَجُوا إِلَى الصَّحْرَاءِ يَدْعُونَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَمْتَعَهُمْ  
بِالْعَادِلِ، وَيُزِيلَ عَنْهُمْ أُمَّرَ الْجَائِرِ، فَأَقَامُوا ثَلَاثًا، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيَّ ذَلِكَ النَّبِيِّ أَنْ  
أَخْبِرُ عِبَادِي أَنِّي قَدْ رَحِمْتُهُمْ، وَأَجَبْتُ دُعَاءَهُمْ، وَجَعَلْتُ مَا بَقِيَ مِنْ عُمُرِ هَذَا

الْبَارِّ لِذَلِكَ الْجَائِرِ، وَمَا بَقِيَ مِنْ عُمُرِ الْجَائِرِ لِهَذَا الْبَارِّ، فَمَاتَ الْعَاقُّ لِتَمَامِ ثَلَاثِ سِنِينَ، وَبَقِيَ الْبَارُّ ثَلَاثِينَ سَنَةً“ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل میں دو بھائی دو شہروں پر بادشاہ تھے، ایک بھائی رعایا پر عادل اور صلہ رحمی کرنے والا تھا اور دوسرا قطع تعلقی کرنے والا اور رعایا پر ظلم کرنے والا تھا۔ اللہ عزوجل نے اس وقت کے نبی علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اس نیک بادشاہ کی عمر تین سال باقی ہے اور ظالم بادشاہ کی عمر تیس سال باقی ہے۔ نبی علیہ السلام نے رعایا کو اس کی خبر دی تو وہ قوم بہت غمگین ہوئی اور اپنے بچوں کو ماؤں کو چھوڑ دیا، کھانا پینا چھوڑ دیا اور جنگلوں کی طرف نکل پڑے اور اللہ عزوجل سے دعا کی کہ عادل بادشاہ کو ابھی موت نہ دے اور ظالم بادشاہ ہم سے دور کر دے۔ وہ قوم تین دن یہی دعا مانگتے رہی۔ اللہ عزوجل نے نبی علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو خبر دیدو کہ اللہ عزوجل نے ان پر رحم فرمایا اور ان کی دعا قبول کر لی ہے اور میں نے ظالم کی عمر نیک بادشاہ کو دیدی اور نیک کی عمر ظالم کو تو ظالم بادشاہ تین سال بعد مر گیا اور نیک بادشاہ تیس سال بعد فوت ہوا۔

(البر والصلة لابن الجوزی، صفحہ 56، مؤسسة الكتب الثقافية، بیروت)

المعجم الاوسط کی حدیث پاک ہے ”عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَنَائِعُ الْمَعْرُوفِ تَقِي مَصَارِعَ السُّوءِ، وَالصَّدَقَةُ خَفِيًّا تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ، وَصِلَةُ الرَّحِمِ زِيَادَةٌ فِي الْعُمُرِ، وَكُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ، وَأَهْلُ الْمَعْرُوفِ فِي الدُّنْيَا أَهْلُ الْمَعْرُوفِ فِي الْآخِرَةِ، وَأَهْلُ الْمُنْكَرِ فِي الدُّنْيَا أَهْلُ الْمُنْكَرِ فِي الْآخِرَةِ، وَأَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَهْلُ الْمَعْرُوفِ“ ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بھلائیوں کے

کام بری موتوں سے بچاتے ہیں اور پوشیدہ خیرات رب کا غضب بچھاتی ہے اور رشتہ داروں سے اچھا سلوک عمر میں برکت ہے اور ہر نیک سلوک (کچھ ہو کسی کے ساتھ ہو) سب صدقہ ہے اور دنیا میں احسان والے آخرت میں احسان پائیں گے اور دنیا میں بدی والے وہی عقبی میں بدی دیکھیں گے اور سب میں پہلے جو بہشت میں جائیں گے وہ نیک برتاؤ والے ہیں۔

(المعجم الاوسط، باب المیم، من اسمه: محمد، جلد 6، صفحہ 163، دار الحرمین، القاہرہ)

### اہل و عیال میں محبت کا باعث

صلہ رحمی اہل و عیال میں محبت کا باعث ہے۔ کنز العمال میں ہے ”عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَنْ ضَمِنَ لِي وَاحِدًا ضَمِنْتُ لَهُ أَرْبَعًا: مَنْ وَصَلَ رَحِمَهُ؛ طَالَ عُمُرُهُ، وَأَحَبَّهُ أَهْلُهُ، وَوَسَّعَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ، وَدَخَلَ جَنَّةَ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ“ ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جو مجھے ایک بات کی ضمانت دے تو میں اسے چار باتوں کی ضمانت دیتا ہوں: جو صلہ رحمی کرے اس کی عمر زیادہ ہوگی، اس کے اہل و عیال اس سے محبت کریں گے، اس کے رزق زیادہ ہوگا اور رب تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، صلیۃ الرحم، جلد 3، صفحہ 1308، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

### بری موت اور حادثات و آزمائش دور

صلہ رحمی سے بری موت اور مصیبت و آزمائش دور ہوتی ہیں۔ مسند ابو یعلیٰ کی حدیث پاک ہے ”عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَهُ يَقُولُ: إِنَّ الصَّدَقَةَ وَصِلَةَ الرَّجِيمِ يَزِيدُ اللَّهُ بِهَا فِي الْعُمُرِ، وَيُدْفَعُ بِهَا مِيتَةَ السُّوءِ،“

وَيُدْفَعُ اللَّهُ بِهَا الْمَكْرُوهَ وَالْمَحْذُورَ“ ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک صدقہ اور صلہ رحمی ان دونوں سے اللہ تعالیٰ عمر بڑھاتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے اور مکروہ اور اندیشہ کو دور کرتا ہے۔

(مسند ابی یعلیٰ، مسند انس بن مالک، یزید الرقاشی عن انس بن مالک، جلد 7، صفحہ 139، دار المأمون للتراث، دمشق)

کنز العمال کی حدیث پاک ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ”صنائع العروف تقی مصارع السوء والافات الهلکات واهل المعروف فی الدنیا ہم اهل المعروف الاخرة“ ترجمہ: نیک سلوک کے کام بری موتوں، آفتوں، ہلاکتوں سے بچاتے ہیں اور دنیا میں احسان والے آخرت میں احسان والے ہوں گے۔

(کنز العمال، حرف الزای، الباب الثانی: فی السخاء والصدقة، الفصل الأول: فی الترغیب فیہا، جلد 6، صفحہ 343، مؤسسة الرسالة، بیروت)

### صلہ رحمی دعا کی قبولیت کا سبب

شعب الایمان میں ہے ”عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُعَدَّ فِي عُمْرِهِ، وَيُبْسَطَ فِي رِزْقِهِ، وَيُدْفَعَ عَنْهُ مِيتَةُ السُّوءِ، وَيُسْتَجَابَ دُعَاؤُهُ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ“ ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو یہ پسند کرتا ہے کہ اس کی عمر زیادہ ہو، رزق بڑھے، بری موت نہ مرے اور اس کی دعا قبول ہو تو اسے چاہئے صلہ رحمی کرے۔

(شعب الایمان، صلی الارحام، جلد 10، صفحہ 329، مکتبہ الرشید، الرياض)

صلہ رحمی کرنے والے پر رب تعالیٰ کا لطف و کرم

بخاری و مسلم کی حدیث پاک ہے ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَلَقَ اللَّهُ الْخَلْقَ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ، فَأَخَذَتْ بِحَقْوِ الرَّحْمَنِ، فَقَالَ لَهُ: مَهْ، قَالَتْ: هَذَا مَقَامُ الْعَائِدِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ، قَالَ: أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ أُصِلَ مَنْ وَصَلَكَ، وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكَ، قَالَتْ: بَلَى يَا رَبِّ، قَالَ: فَذَكَرَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: إِقْرَأْ وَأِنْ شِئْتُمْ: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقْطَعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾“ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا جب اس سے فارغ ہو گیا تو رحم (رشتہ) نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کے دامن کو پکڑا، اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ رک جا اس نے کہا کیا یہ اس کا مقام ہے جو مجھ کو توڑ کر تیری پناہ میں آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں اس سے ملوں جو تجھ کو جوڑے اور اس سے الگ ہو جاؤں جو تجھ کو توڑے؟ اس نے عرض کیا ہاں پروردگار کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیرے ساتھ ایسا ہی ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اگر تم چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھو: تو کیا تمہارے یہ لٹھمن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔

(صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب ﴿وَتَقَطَّعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾، جلد 6، صفحہ 134، دار طوق النجاة، مصر)

اللہ عزوجل کے ملنے سے مراد اس کا احسان ہے اور اللہ عزوجل کا قطع کرنا احسان

نہ کرنا ہے۔



## دخول جنت کا بہت بڑا سبب

صلہ رحمی دخول جنت کا بہت بڑا سبب ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث پاک ہے ”عَنْ

أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ... فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَعْبُدُ اللَّهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا،

وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ“ ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری رضی

اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ایسا عمل

بتلائیے جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اللہ کی

عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور نماز پڑھ اور زکوٰۃ دے اور صلہ رحمی کر۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب فضل صلة الرحم، جلد 8، صفحہ 5، دار طوق النجاة، مصر)

المعجم الاوسط کی حدیث پاک ہے ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ حَاسَبُهُ اللَّهُ حِسَابًا يَسِيرًا، وَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ

بِرَحْمَتِهِ قَالُوا: مَا هُنَّ يَا نَبِيَّ اللَّهِ، يَا أَبِي أَنْتَ وَأُمِّي؟ قَالَ: تُعْطَى مِنْ حَرَمِكَ، وَتَصِلُ

مَنْ قَطَعَكَ، وَتَعْفُو عَنْ مَنْ ظَلَمَكَ قَالَ: فَإِذَا فَعَلْتُ هَذَا فَمَا لِي يَا نَبِيَّ اللَّهِ؟

قَالَ: يُدْخِلُكَ اللَّهُ الْجَنَّةَ“ ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین خوبیاں ایسی ہیں جس میں ہوں گی اللہ عزوجل اس

سے آسان حساب لے گا اور اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا۔ صحابہ کرام علیہم

الرضوان نے عرض کیا اے اللہ عزوجل کے پیارے نبی علیہ السلام آپ پر ہمارے ماں باپ

قربان ہوں وہ تین خوبیاں کیا ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: جو تجھے نہ دے اسے دو، جو

قطع تعلقی کرے اس سے تعلق جوڑو، جو تجھ پر ظلم کرے اسے معاف کرو۔ صحابی نے عرض کی:

اے اللہ عزوجل کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر میں یہ کروں تو میرے لئے کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ عزوجل تجھے جنت میں داخل کرے گا۔

(المعجم الأوسط، باب المیم، من اسنہ: محمد، جلد 5، صفحہ 196، دار الحرمین، القاہرہ)

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے فرمایا ”سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: اَكْفُلُوا لِي بِسِتِّ اَكْفُلُ لَكُمْ بِالْجَنَّةِ، اِذَا حَدَّثَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَكْذِبُ، وَاِذَا وَعَدَ فَلَا يُخْلِفُ، وَاِذَا اَوْثَمِنَ فَلَا يَخُنُّ، غَضُّوا اَبْصَارَكُمْ، وَاَحْفَظُوا فُرُوجَكُمْ، وَصَلُّوا اَرْحَامَكُمْ“ ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے ہیں: مجھے چھ باتوں کی ضمانت دو میں تم کو جنت کی ضمانت دیتا ہے: جب تم میں سے کوئی بات کرے تو جھوٹ نہ بولے، جب وعدہ کرو تو خلاف ورزی نہ کرو، جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت نہ کرو، اپنی نگاہوں کو نیچے رکھو، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو اور صلہ رحمی کرو۔

(البر والصلة لابن الجوزی، الباب الثلاثون فی ثواب صلة الرحم وعقوبة قطعہ، صفحہ 182، مؤسسۃ

الکتب الثقافیۃ، بیروت)

سابقہ شریعتوں میں صلہ رحمی کا حکم

صلہ رحمی اللہ عزوجل کی ایسی اطاعت ہے کہ پچھلی شریعتوں میں بھی اس کے کرنے

کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں اس کی تعریف کی ہے ﴿وَالَّذِينَ

يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ

الْحِسَابِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور وہ کہ جوڑتے ہیں اسے جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم

دیا اور اپنے رب سے ڈرتے اور حساب کی برائی سے اندیشہ رکھتے ہیں۔

(سورة الرعد، سورة 13، آیت 21)

مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”یعنی اللہ کی تمام کتابوں اور اس کے کُل رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کو مان کر بعض سے منکر ہو کر ان میں تفریق نہیں کرتے یا یہ معنی ہیں کہ حقوق قرابت کی رعایت رکھتے ہیں اور رشتہ قطع نہیں کرتے۔ اسی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابتیں اور ایمانی قرابتیں بھی داخل ہیں، سادات کرام کا احترام اور مسلمانوں کے ساتھ موڈت و احسان اور ان کی مدد اور ان کی طرف سے مدافعت اور ان کے ساتھ شفقت اور سلام و عا اور مسلمان مریضوں کی عیادت اور اپنے دوستوں، خادموں، ہمسایوں، سفر کے ساتھیوں کے حقوق کی رعایت بھی اس میں داخل ہے اور شریعت میں اس کا لحاظ رکھنے کی بہت تاکیدیں آئی ہیں، بہ کثرت احادیث صحیحہ اس باب میں وارد ہیں۔“

(تفسیر خزائن العرفان، سورۃ الرعد، سورۃ 13، آیت 21، مکتبہ المدینہ، کراچی)

سورۃ النساء میں اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ

وَالْآرْحَامِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو۔

(سورۃ النساء، سورۃ 4، آیت 1)

دنیا میں عزت حاصل کرنے کا نسخہ۔

صلہ رحمی دنیا میں عزت کا سبب ہے۔ جب انسان رشتوں کو ملاتا ہے اور ان کی عزت و تکریم کرتا ہے تو رشتہ دار بھی اس کی عزت و تعریف کرتے ہیں۔ جب ایسا شخص بیمار ہوتا ہے تو رشتہ دار اس کی عیادت کو آتے ہیں اور جب مر جاتا ہے تو اس کے نیک ہونے کی گواہی دیتے ہیں اور جس مومن کے اچھے ہونے کی گواہی اس کے مرنے کے بعد لوگ دیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے مومن کے لئے جنت کی بشارت دی ہے چنانچہ

بخاری و مسلم کی حدیث پاک ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”مَرُّوا بِجَنَازَةٍ، فَأَنْبُوا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوا بِأُخْرَى فَأَنْبُوا عَلَيْهَا شَرًّا، فَقَالَ: وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَا وَجَبَتْ؟ قَالَ: هَذَا أَنْبَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا، فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَهَذَا أَنْبَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا، فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ“ ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک جنازہ پر گزر ہوا تو اس کی تعریف کرنے لگے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کی زبان سے میت کی تعریف سن کر فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ اسی طرح صحابہ کا ایک دوسرے جنازہ پر گزر ہوا تو اس کی برائی بیان کرنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کی زبان سے میت کی برائی سن کر فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا چیز واجب ہوگئی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی تم نے تعریف بیان کی اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور اب جس شخص کی تم برائی بیان کر رہے ہو اس کے لیے دوزخ واجب ہوگئی اور (پھر فرمایا کہ) تم زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس على الميت، جلد 2، صفحہ 97، دار طوق النجاة، مصر)

### دنیا و آخرت میں فائدہ مند

صلہ رحمی دنیا و آخرت میں فائدہ مند ہے۔ کنز العمال میں ہے ”اتقوا الله وصلوا الأرحام فإنه أبقى لكم في الدنيا وخير لكم في الآخرة“ ترجمہ: اللہ عزوجل سے ڈرو اور صلہ رحمی کرو کہ یہ تمہارے لئے دنیا میں زیادہ باقی رہنے والا ہے اور آخرت میں تمہارے لئے بہتر ہے۔

(کنز العمال، ص 633، ص 633، مؤسسہ

(الرسالہ، بیروت)

## صلہ رحمی اچھے اخلاق کی دلیل

شعب الایمان میں ہے ”عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى خَيْرِ أَخْلَاقِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ؟ قَالَ: قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: تُعْطَى مَنْ حَرَمَكَ، وَتَعْفُو عَمَّنْ ظَلَمَكَ، وَتَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ“ ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا: کیا میں تجھے اگلے پچھلوں کے بہترین اخلاق نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو تجھے محروم کرے اسے عطا کرو، جو تجھ پر ظلم کرے اسے معاف کر دو، جو تم سے تعلق توڑے اس سے تعلق جوڑو۔

(شعب الایمان، صلوۃ الارحام، جلد 10، صفحہ 335، مکتبۃ الرشید، الرياض)

## برے حساب سے حفاظت کا ذریعہ

صلہ رحمی قیامت میں برے حساب سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔ کنز العمال میں ہے ”إِنَّ الْبِرَّ وَالصَّلَاةَ لِيخْفِفَانِ سُوءَ الْحِسَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ تَلَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ﴾“ ترجمہ: بے شک نیکی اور صلہ رحمی قیامت والے دن برے حساب سے بچاتی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اور وہ کہ جوڑتے ہیں اسے جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور حساب کی برائی سے اندیشہ رکھتے ہیں۔

(کنز العمال، صلوۃ الرحم والترغیب فیہا والترہیب عن قطعہا، جلد 3، صفحہ 642، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

## صلہ رحمی بلند درجات کا سبب

البر والصلۃ لابن الجوزی میں جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی 597ھ) روایت کرتے ہیں "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يُشْرَفَ لَهُ بُنْيَانُهُ، وَيُرْفَعَ لَهُ الدَّرَجَاتُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَلْيَصِلْ مَنْ قَطَعَهُ، وَلْيُعْطِ مَنْ حَرَمَهُ، وَلْيَعْفُ عَنْ مَنْ ظَلَمَهُ، وَلْيَحْلُمْ عَنْ مَنْ جَهِلَ عَلَيْهِ" ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو یہ چاہتا ہے کہ ان کے لئے عزت والا گھرتیار کیا جائے اور قیامت والے دن درجات میں بلندی ہو تو وہ اس سے صلہ رحمی کرے جس نے اس سے تعلق توڑا، اسے دے جس نے اسے محروم کیا، اسے معاف کرے جس نے اس پر ظلم کیا اور برداشت کرے جو اس سے جہالت کے ساتھ پیش آیا۔

(والصلۃ لابن الجوزی، صفحہ 174، مؤسسة الكتب الثقافية، بیروت)

## فصل دوم: قطع تعلقی کے نقصانات و عذابات

جس طرح صلہ رحمی کے فوائد و فضائل ہیں اسی طرح قطع تعلقی کے نقصانات و عذابات ہیں، گویا جو شخص قطع تعلقی کرتا ہے وہ فوائد و فضائل سے بھی محروم ہوتا ہے اور دنیا میں نقصانات اور آخرت میں عذابات کا مستحق ہوتا ہے۔ لہذا قطع رحمی بہت بڑا گناہ اور عظیم جرم ہے جو راہبوں میں جدائی کا ذریعہ ہے، عداوت اور دشمنی پیدا کر کے دُوری کو پروان چڑھاتی ہے، اُلفت و محبت کو زائل کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُوری اور نزولِ رحمت اور دخولِ جنت سے مانع بنتی ہے، ذلت و تنہائی میں مبتلا کر کے غموں میں اضافہ کرتی ہے کیونکہ آزمائش اگر ایسی جہت اور ایسے شخص کی طرف سے سامنے آئے جس سے بھلائی اور خیر کی

توقع ہو تو اس کی ضرب سخت تکلیف دہ اور اذیت ناک ہوتی ہے۔ اس گناہ کی شناخت کے سلسلے میں باری تعالیٰ کا یہ ارشاد کافی ہے ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ وَ تَقَطُّعُوا اَرْحَامَكُمْ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعَمَّى اَبْصَرَهُمْ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تو کیا تمہارے یہ لٹپھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں حق سے بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

(سورۃ محمد، سورۃ 47، آیت 22، 23)

قطع تعلقی کرنے والا جنت میں نہ جائے گا

بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، شریف کی حدیث پاک ہے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ“ ترجمہ: قطع تعلقی کرنے والا جنت میں نہ جائے گا۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب اثم القاطع، جلد 8، صفحہ 5، دار طوق النجاة، مصر)

قاطع جنت کی خوشبو نہ پائے گا

قطع رحمی کرنے والا جنت تو کیا جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔ صفۃ الجنت میں ابو نعیم احمد الاصبہانی (المتوفی 430ھ) روایت کرتے ہیں ”عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ رِيْحَ الْجَنَّةِ لَتُوَجِّدُ مِنْ مَسِيْرَةِ اَلْفِ عَامٍ، وَاللّٰهُ لَا يَجِدُ رِيْحَهَا عَاقٍ، وَلَا قَاطِعٍ رَجِيْمٍ“ ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت پر پائی جاتی ہے خدا کی قسم اس کی خوشبو والدین کا نافرمان اور قطع تعلقی کرنے والا نہ پائے گا۔

(صفة الجنة، ذكر ربيع الجنة، جلد 2، صفحہ 42، حدیث 195، دار المأمون للتراث، دمشق)

قطع تعلقی کرنے والا جہنم میں منہ کے بل جائے گا

البر والصلۃ لابن الجوزی میں جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد

الجوزی (المتوفی 597ھ) روایت کرتے ہیں "عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ

حُجَيْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: مَنْ قَامَ اللَّيْلَ، وَصَامَ النَّهَارَ وَقَطَعَ رَحْمَهُ، سَبِقَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ

عَلَىٰ وَجْهِهِ" ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن بن حجیرہ اپنے والد سے روایت کرتے

ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جو رات کو عبادت کرے اور دن کو روزے رکھے لیکن قطع رحمی کرے

اسے منہ کے بل جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا۔

(البر والصلۃ لابن الجوزی، صفحہ 167، مؤسسة الكتب الثقافية، بیروت)

قاطع پر قیامت والے دن رب تعالیٰ کی نظر رحمت نہ ہونا

قطع تعلقی کرنے والے کی طرف قیامت والے دن رب تعالیٰ نظر رحمت نہیں

فرمائے گا۔ کنز العمال میں ہے "عن انس اثنان لا ينظر الله إليهما يوم القيامة: قاطع

الرحم و جار السوء" ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے دو شخصوں کی

طرف قیامت والے دن رب تعالیٰ نظر رحمت نہیں فرمائے گا: قطع رحمی کرنے والا اور برا

ہمسایہ۔

(کنز العمال، صلاۃ الرحم والترغیب فیہا والترہیب عن قطعہا، جلد 3، صفحہ 655، مؤسسة

الرسالۃ، بیروت)

اللہ عزوجل کے نزدیک ناپسندیدہ اعمال

قطع تعلقی ان اعمال میں سے ہے جو رب تعالیٰ کو پسند نہیں۔ کنز العمال میں ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "أحب الأعمال إلى الله الإيمان بالله ثم



صلة الرحم ثم الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر وأبغض الأعمال إلى الله الإشراف بالله ثم قطيعة الرحم“ ترجمہ: اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ اعمال اللہ عزوجل پر ایمان، پھر صلہ رحمی، پھر نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا ہے اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ اعمال اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کرنا، پھر قطع رحمی ہے۔

(کنز العمال، صلة الرحم والترغيب فيها والترهيب عن قطعها، جلد 3، صفحہ 634، مؤسسة الرسالة، بیروت)

شعب الإيمان میں ہے ”عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ جَالِسًا بَعْدَ الصُّبْحِ فِي حَلْقَةٍ، فَقَالَ: أَنْشُدُ اللَّهَ قَاطِعَ الرَّحِمِ إِمَّا قَامَ عَنَّا، فَإِنَّا نُرِيدُ أَنْ نَدْعُوَا رَبَّنَا، وَإِنَّ أَبْوَابَ السَّمَاءِ مُرْتَجَّةٌ دُونَ قَاطِعِ الرَّحِمِ“ ترجمہ: حضرت اعمش سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود صبح کی نماز کے بعد ایک حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا: میں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ قطعی رحم کرنے والا شخص ہمارے پاس سے اٹھ جائے کیونکہ ہم اپنے رب سے دعا کرنا چاہتے ہیں اور قطع رحمی کرنے والے پر آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔

(شعب الإيمان، صلة الارحام، جلد 10، صفحہ 339، مکتبة الرشيد، الرياض)

قطع رحمی کرنے والے کے اعمال نہیں اٹھائے جاتے

شعب الإيمان میں ہے ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ عَشِيَّةَ كُلِّ خَمِيسٍ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، فَلَا يُرْفَعُ فِيهَا قَاطِعُ رَحِمٍ“ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر جمعرات کی شب (یعنی آنے والے جمعہ کی رات) کو اعمال پیش کئے جاتے ہیں لیکن قاطع رحم کے اعمال نہیں اٹھائے جاتے۔

(شعب الإيمان، صلة الارحام، جلد 10، صفحہ 340، مكتبة الرشد، الرياض)

رحم قطع کرنے والے کی اعمال قبول نہیں ہوتے

شعب الإيمان کی حدیث پاک ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "إِنَّ أَعْمَالَ بَنِي آدَمَ تُعْرَضُ كُلَّ خَمِيسٍ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، فَلَا يُقْبَلُ عَمَلُ قَاطِعِ رَحِمٍ" ترجمہ: بنی آدم کے اعمال ہر جمعہ کی رات کو پیش کئے جاتے ہیں اور قاطع رحم کے اعمال قبول نہیں کئے جاتے۔

(شعب الإيمان، صلة الارحام، جلد 10، صفحہ 341، مكتبة الرشد، الرياض)

جس نے ملایا تو اسے ملا اور جس نے قطع کیا تو اسے قطع کر دے

حدیث پاک میں آتا ہے کہ رحم قیامت والے دن رب تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر کہے گا "تصل من وصلها وتقطع من قطعها" ترجمہ: جس نے ملایا تو اسے ملا اور جس نے قطع کیا تو اسے قطع کر دے۔

(کنز العمال، صلة الرحم والترغيب فيها والترهيب عن قطعها، جلد 3، صفحہ 645، مؤسسة الرسالة، بيروت)

کنز العمال میں ہے "قال الله تبارك وتعالى للرحم: خلقتك بیدی وشققت لك من اسمی وقرنت مكانك منی وعزتی وجلالی لأصلن من وصلك ولأقطعن من قطعك ولا أرضی حتی ترضی الحكیم عن ابن عباس" ترجمہ: اللہ تبارک و تعالیٰ نے رحم سے فرمایا: میں نے تجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اپنے نام سے تیرے لئے نام منتخب کیا اور تیری جگہ کو اپنے سے ملایا، مجھے میری عزت و جلال کی قسم جو تجھے ملائے گا میں اسے ملاؤں گا اور جو تجھے کاٹے گا میں اسے کاٹوں گا اور جب تک تو راضی نہ ہو گا میں راضی نہیں ہو گا۔

(کنز العمال، صلة الرحم والترغيب فيها والترهيب عن قطعها، جلد 3، صفحہ 647، مؤسسة الرسالة، بیروت)

صحیح مسلم کی حدیث پاک ہے ”عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُولُ مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللَّهُ، وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللَّهُ“ ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رحم عرش کے ساتھ معلق ہے کہتا ہے جس نے مجھے ملایا اللہ عزوجل اسے ملائے اور جس نے مجھے قطع کیا اللہ عزوجل اسے قطع کرے۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب صلة الرحم وتحريم قطعيتها، جلد 4، صفحہ 1980، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

دنیا میں جلد سزا اور آخرت میں قابل گرفت

قطع تعلقی والے کو دنیا میں جلد سزا ملتی ہے اور آخرت میں بھی سزا کا مستحق ہے۔  
شعب الایمان میں ہے ”عَنْ أَبِي بَكْرَةَ الثَّقَفِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ ذَنْبٍ أُحْرَى أَنْ يُعَجَّلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدْخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ قَطِيعَةِ الرَّحِمِ وَالْبَغْيِ“ ترجمہ: حضرت ابو بکرہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قطع رحمی اور ظلم ایسے گناہ ہیں کہ دنیا میں اس کی سزا جلد دی جاتی ہے اور آخرت کے لئے بھی اس کے لئے سزا موجود ہوتی ہے۔

(شعب الایمان، صلة الارحام، جلد 10، صفحہ 337، مکتبہ الرشید، الرياض)

شعب الایمان میں ہے ”عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذَنْبَانِ يُعَجَّلَانِ لَا يُغْفَرَانِ: الْبَغْيُ وَقَطِيعَةُ الرَّحِمِ“ ترجمہ: حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو گناہ ایسے ہیں

جن کی سزا جلدی ہے اور معافی نہیں ہے: ظلم اور قطع رحمی۔

(شعب الإیمان، صلة الارحام، جلد 10، صفحہ 337، مکتبۃ الرشید، الرياض)

کنز العمال میں ہے ”من قطع رحماً أو حلف علی یمین فاجرة رأی وبالہ قبل أن یموت“ ترجمہ: جس نے قطع رحمی کی یا جھوٹی قسم کھائی تو وہ موت سے قبل اس کا وبال دیکھے گا۔

(کنز العمال، صلة الرحم والترغیب فیہا والترہیب عن قطعہا، جلد 3، صفحہ 659، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

الجامع (منشور کملحق بمصنف عبد الرزاق) میں معمر بن ابی عمرو راشد الأزدی

(المتوفی 153ھ) روایت کرتے ہیں ”عن یحیی بن أبی کثیر، قال: لا أعلمہ إلا رفعہ قال: ثلاث من کن فیہ رأی وبالہن قبل موتہ: من قطع رحماً أمر اللہ بہا أن توصل، ومن حلف علی یمین فاجرة لیقطع بہا مال امرء مسلم، ومن دعا دعوة یتکثر بہا فإنہ لا یزداد إلا قلة، وما من طاعة اللہ شیء أعجل ثواباً من صلة الرحم، ومن معصية اللہ شیء أعجل عقوبة من قطیعة الرحم، وإن القوم لیتواصلون وهم فجرة، فتکثر أموالهم ویکثر عددهم، وإنهم لیتقاطعون فتقل أموالهم ویقل عددهم، والیمین الفاجرة تدع الدار بلاقع“ ترجمہ: یہی بن کثیر سے ہے کہ کہتے ہیں کہ میں اس روایت کو مرفوع ہی سمجھتا ہوں۔ فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس میں ہوں وہ ان کی سزا کو موت سے قبل ہی دیکھ لے گا۔ جس کے جوڑے کا اللہ عزوجل نے حکم دیا اسے توڑنے والا، اور جھوٹی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا مال کھانے والا، اور جس نے دعوت کا اہتمام مال اکٹھا کرنے کے لئے کیا اسے سوائے مزید محتاجی کے کچھ نہیں

ملتا۔ اللہ عزوجل کی فرمانبرداری میں سے اگر کسی کا سب سے جلدی ثواب ملتا ہے تو وہ رشتہ جوڑنا ہے، اور اللہ عزوجل کی نافرمانی میں سے جس کی سب سے جلدی سزا ملتی ہے وہ رشتہ توڑنے کی ہے، گناہ گار و بدکار قوم صلہ رحمی کرتی ہے تو اس کی وجہ سے ان کے مال اور ان کی تعداد (اولاد) میں بھی زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ اور یہی لوگ اگر رشتے توڑنا شروع کر دیں تو اس کی وجہ سے ان کے مال و اولاد میں قلت یعنی کمی پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ جھوٹی قسم گھروں کو ویران کرتی ہے۔

(الجامع (منشور کملحق بمصنف عبد الرزاق) باب صلة الرحم، جلد 11، صفحہ 170، المجلس العلمی بپاکستان)

رب تعالیٰ کی رحمت نازل نہ ہونا

قطع تعلق والی پر رب تعالیٰ کی رحمت نازل نہیں ہوتی۔ شعب الایمان میں ہے "لَا تَنْزِيلُ الرَّحْمَةِ عَلَى قَوْمٍ فِيهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ" ترجمہ: جس قوم میں قاطع رحم ہو اس قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی۔

(شعب الایمان، صلة الارحام، جلد 10، صفحہ 338، مکتبة الرشد، الرياض)

شعب الایمان میں ہے "عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَعْجَلَ الطَّاعَةِ ثَوَابًا صِلَةُ الرَّحِمِ، حَتَّىٰ إِنْ أَهْلَ الْبَيْتِ لَيَكُونُونَ فَجَارًا فِي أَمْوَالِهِمْ، وَيَكْثُرُ عَدَدُهُمْ إِذَا وَصَلُوا الرَّحِمَ، وَإِنْ أَعْجَلَ الْمَعْصِيَةِ عِقَابًا الْبَغْيُ، وَالْيَمِينُ الْفَاجِرَةُ تُذْهِبُ الْمَالَ، وَتُعْقِمُ الرَّحِمَ، وَتَذُرُ الدِّيَارَ بِلَاقِعٍ" ترجمہ: ابو سلمہ بن عبد الرحمن اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نیکی کا سب سے جلدی ثواب ملتا ہے وہ صلہ رحمی ہے یہاں تک کہ گھر والے ضرور زیادہ مال والے اور زیادہ تعداد میں ہو جائیں گے جب صلہ رحمی کریں گے

اور بے شک سب سے زیادہ جس گناہ کی سزا جلد ملتی ہے وہ ظلم اور جھوٹی قسم ہے، جو مال کو ضائع کرتی ہے، رشتہ کو ختم کرتی ہے اور گھروں کو خالی کر دیتی ہے۔

(شعب الإيمان، صلة الارحام، جلد 10، صفحہ 345، مكتبة الرشيد، الرياض)

جس دعا میں قطع رحمی پائی جاتی ہو وہ دعا نامقبول

با برکت دنوں میں ہر دعا قبول ہوتی ہے لیکن بعض ایسی دعائیں ہیں جو قبول نہیں ہوتی ان میں ایک قطع رحمی کی دعا ہے۔ مسند احمد کی حدیث پاک ہے ”عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَخْبِرْنَا عَنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مَاذَا فِيهِ مِنَ الْخَيْرِ؟ قَالَ: فِيهِ خَمْسٌ خِلَالِ: فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ أُهْبِطَ آدَمُ، وَفِيهِ تَوَفَّى اللَّهُ آدَمَ، وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يُسْأَلُ اللَّهُ عَبْدٌ فِيهَا شَيْئًا إِلَّا آتَاهُ اللَّهُ إِيَّاهُ مَا لَمْ يُسْأَلْ مَائِمًا أَوْ قَطِيعَةً رَجِيمًا، وَفِيهِ تَقُومُ السَّاعَةُ مَا مِنْ مَلِكٍ مُقَرَّبٍ، وَلَا سَمَاءٍ وَلَا أَرْضٍ وَلَا جِبَالٍ وَلَا حَجَرٍ إِلَّا وَهُوَ يُشْفِقُ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ“ ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انصار میں سے ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی جمعہ والے دن میں کیا خصوصیت ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا اس میں پانچ باتیں ہیں: اس دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن زمین پر اترے، اسی دن ان کا وصال ہوا اور اس میں ایک ایسا وقت ہے جس میں بندہ اپنے رب سے جو بھی مانگے تو اسے ضرور دیا جاتا ہے مگر شرط ہے کہ وہ گناہ کا سوال نہ کرے یا رشتہ توڑنے کا، اسی دن ایک مقرب فرشتہ کے ذریعے قیامت قائم ہوگی، آسمان وزمین، پہاڑ اور پتھر سب جمعہ کے دن سے ڈرتے ہیں۔

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث سعد بن عبادہ، جلد 37، صفحہ 122، مؤسسة

الرسالة، بیروت)

مشیحہ السہر وردی میں عمر بن محمد بن عبد اللہ ابن عمویہ السہر وردی (المتوفی 632ھ) روایت کرتے ہیں "مَنْ قَالَ لَيْلَةَ عَرَفَةَ هَذِهِ الْعَشْرَ كَلِمَاتٍ أَلْفَ مَرَّةٍ لَمْ يَسْأَلِ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ، إِلَّا قَطِيعَةَ الرَّحِمِ، أَوْ مَائِمًا" ترجمہ: جس نے عرفہ کی رات یہ دس کلمات ہزار مرتبہ پڑھے پھر نہیں رب تعالیٰ سے سوال کرے گا مگر رب تعالیٰ اسے عطا کرے گا مگر ایسی دعا جس میں قطع رحمی یا گناہ ہو (وہ کلمات جو ہزار مرتبہ پڑھنے ہیں وہ یہ ہیں) "سُبْحَانَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ عَرْشُهُ، سُبْحَانَ الَّذِي فِي الْأَرْضِ مَوْطِنُهُ، سُبْحَانَ الَّذِي فِي الْبَحْرِ سَبِيلُهُ، سُبْحَانَ الَّذِي فِي النَّارِ سُلْطَانُهُ، سُبْحَانَ الَّذِي فِي الْجَنَّةِ رَحْمَتُهُ، سُبْحَانَ الَّذِي فِي الْقُبُورِ قَضَاؤُهُ، سُبْحَانَ الَّذِي فِي الْهَوَاءِ رُوحُهُ، سُبْحَانَ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاءَ، سُبْحَانَ الَّذِي وَضَعَ الْأَرْضَ، سُبْحَانَ الَّذِي لَا مَنجَا مِنْهُ إِلَّا إِلَيْهِ"

(مشیحہ السہر وردی، صفحہ 93، مؤسسة الريان)

### شب براءت مغفرت سے محرومی

مبارک راتوں میں ہر گناہ گار کی مغفرت ہو جاتی ہے لیکن چند ایسے گناہ ہیں جن کا ارتکاب کرنے والوں کی بخشش نہیں ہوتی جس میں ایک قطع تعلق کرنے والا ہے۔ شعب الایمان کی حدیث پاک ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "هَذِهِ اللَّيْلَةُ لَيْلَةُ النُّصْفِ مِنَ شَعْبَانَ وَإِلَيْهِ فِيهَا عِتْقَاءُ مِنَ النَّارِ بِعَدَدِ شُعُورِ غَنَمِ كَلْبٍ، لَا يَنْظُرُ اللَّهُ فِيهَا إِلَى مُشْرِكٍ، وَلَا إِلَى مُشَاحِنٍ، وَلَا إِلَى قَاطِعِ رَجِيمٍ، وَلَا إِلَى مُسْبِلٍ، وَلَا إِلَى عَاقٍ لِوَالِدَيْهِ، وَلَا إِلَى مُدْمِنٍ خَمْرٍ" ترجمہ: یہ پندرہ شعبان کی رات ہے۔ اللہ عزوجل اس رات بنو کلب کی بکریوں کے بال برابر لوگوں کی مغفرت کرتا ہے۔ لیکن مشرک، دشمنی رکھنے والے، قطع تعلق کرنے والے، گالی دینے والے، والدین کا نافرمان، عادی شراب کی

طرف نظر رحمت نہیں فرماتا۔

(شعب الایمان، ماجاء فی لیلة النصف من شعبان، جلد 5، صفحہ 363، حدیث 3556، مکتبہ  
الرشد، الرياض)

قطع تعلقی بغض و دشمنی پیدا کرتی ہے اور بغض و عدوات رکھنے والے کی شب  
برائت بھی مغفرت نہیں ہوتی۔ صحیح ابن حبان میں کی حدیث پاک ہے ”عَنْ مُعَاذِ بْنِ  
جَبَلٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَطْلُعُ اللَّهُ إِلَى خَلْقِهِ فِي لَيْلَةِ النُّصْفِ  
مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيعِ خَلْقِهِ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ“ ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل  
پندرہویں شعبان کی رات کو اپنی مخلوق پر نظر رحمت فرماتا ہے اور سب کی مغفرت فرمادیتا  
سوائے مشرک اور بغض و عدوات رکھنے والے کے۔

(صحیح ابن حبان، کتاب الحظر والاباحت، باب ماجاء فی التباض، جلد 12، 481، مؤسسة  
الرسالہ، بیروت)

لیلة القدر میں مغفرت سے محروم لوگ

شعب الایمان کی حدیث پاک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:  
لیلة القدر میں جبرائیل علیہ السلام رب تعالیٰ کے حکم سے سبز رنگ کا جھنڈا لئے زمین پر آتے  
ہیں اور کعبہ معظمہ پر اسے نصب کرتے ہیں۔ یہ فرشتے مشرق و مغرب میں بکھر جاتے ہیں ہر  
عبادت کرنے والے کو سلام کرتے ہیں، ان کی دعا پر آمین کہتے ہیں یہاں تک کہ فجر طلوع  
ہوتی ہے۔ جب فجر طلوع ہوتی ہے تو ملائکہ حضرت جبرائیل امین سے پوچھتے ہیں اللہ  
عزوجل نے امت محمدیہ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو جبرائیل امین کہتے ہیں ”نَظَرَ اللَّهُ إِلَيْهِمْ  
فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ فَعَفَا عَنْهُمْ، وَغَفَرَ لَهُمْ إِلَّا أَرْبَعَةً: فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ هُمْ؟“



قَالَ: رَجُلٌ مُدْمِنٌ خَمْرٍ، وَعَاقٌ لِوَالِدَيْهِ، وَقَاطِعٌ رَحِيمٍ، وَمُشَاحِنٌ“ ترجمہ: اللہ عزوجل نے اس رات امت محمدیہ کی طرف نظر رحمت فرمائی اور ان سب کو معاف کر دیا ان کی مغفرت فرمادی سوائے چار لوگوں کے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ چار کون لوگ ہیں؟ فرمایا: عادی ثرابی، والدین کا نافرمان، قطع رحمی کرنے والا اور بغض و عداوت رکھنے والا۔

(شعب الإيمان، التماس لیلۃ القدر فی الوتر من العشر، جلد 5، صفحہ 277، حدیث 3421، مکتبۃ الرشید، الرياض)

### قطع رحمی کرنے والے پر لعنت

مساویء الأخلق وندومہا میں ابو بکر محمد بن جعفر الخراطی السامری (المتوفی 327ھ) روایت کرتے ہیں ”عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: إِنِّي أَوْصِيكَ بِثَلَاثٍ فَاحْفَظْهُنَّ، قُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، مَا هُنَّ؟ قَالَ: لَا تَخُلُ بِامْرَأَةٍ لَيْسَ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا مَحْرَمٌ، وَإِنْ قَرَأْتَ عَلَيْهَا الْقُرْآنَ، وَلَا تُصَافِ قَاطِعَ رَحِيمٍ، فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَعَنَهُ فِي آيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: آيَةٍ فِي الرَّعْدِ، قَوْلُهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى ﴿وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ﴾ إِلَى آخِرِ آيَةٍ، وَفِي سُورَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقْطَعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾“ ترجمہ: ميمون بن مهران سے مروی ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں تجھے تین باتوں کی وصیت کرتا ہوں ان کی حفاظت کرنا۔ میں نے عرض کی یا امیر المؤمنین وہ کیا ہیں؟ فرمایا: کسی اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت نہ کرنا کہ اس کے اور تیرے درمیان کوئی محرم نہ ہو اگرچہ تم نے اسے قرآن سنانا ہو اور قاطع رحم نہ ہونا کہ اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں دو آیتوں میں اس پر لعنت فرمائی ہے۔

ایک آیت سورۃ الرعد میں ہے، اللہ عزوجل کا فرمان ہے: اور کاٹتے ہیں اس چیز کو جس کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، آخری آیت تک۔ اور دوسری آیت سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے: تو کیا تمہارے یہ لٹپٹھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔

(مساوی، الأخلاق و مذمومہا، باب ما جاء فی قطیعة الرحم من الکراهیة والتغلیظ، صفحہ 125، مکتبۃ السوادی للتوزیع، جدہ)

### قطع رحمی کرنے سے فوت شدہ والدین کا رنجیدہ ہونا

والدین کے رشتہ داروں سے قطع رحمی کرنے سے فوت شدہ والدین بھی رنجیدہ ہوتے ہیں چنانچہ دیلمی و ابن مندہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "أَحْسِنُوا الْكُفْنَ وَلَا تُؤْذُوا أَمْوَاتِكُمْ بِعَوِيلٍ وَلَا بِتَسَاخِيرٍ وَصِيَّةٍ وَلَا بِقَطْعِيَّةٍ وَأَجَلُوا قِضَاءَ دِينِهِ، وَاَعْدِلُوا عَنِ جِيرَانِ السُّوءِ" ترجمہ: کفن اچھا دو اور اپنی میت پر چلا کر رونے یا اس کی وصیت میں دیر لگانے یا قطع رحم کرنے سے ایذا نہ پہنچاؤ اور اس کا قرض جلد ادا کرو اور برے ہمسایہ سے الگ رکھو، یعنی قبور کفار و اہل بدعت و فسق کے پاس دفن نہ کرو۔

(الفردوس بمناثور الخطاب، حدیث 801، جلد 1، صفحہ 98، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

## ❁ باب دوم: والدین، اولاد، زوجین وغیرہ کے حقوق ❁

### فصل اول: والدین اور اولاد کے حقوق

شرع میں والدین کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟

سب رشتوں میں افضل والدین کا مقام ہے اور شریعت نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا سختی سے حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توحید کے بعد والدین سے اچھا سلوک کرنے کا فرمایا چنانچہ قرآن پاک میں ہے ﴿وَ إِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔

(سورة البقرہ، سورة 2، آیت 83)

مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی شرح میں فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم فرمانے کے بعد والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی خدمت بہت ضروری ہے۔ والدین کے ساتھ بھلائی کے یہ معنی ہے کہ ایسی کوئی بات نہ کہے اور ایسا کوئی کام نہ کرے جس سے انہیں ایذا ہو اور اپنے بدن و مال سے ان کی خدمت میں دریغ نہ کرے، جب انہیں ضرورت ہو ان کے پاس حاضر رہے۔ مسئلہ: اگر والدین اپنی خدمت کے لئے نوافل چھوڑنے کا حکم دیں تو چھوڑ دے ان کی خدمت نفل سے مقدم ہے۔ مسئلہ: واجبات والدین کے حکم سے ترک نہیں کیے جاسکتے۔ والدین کے ساتھ احسان کے طریقے جو احادیث سے ثابت ہیں یہ ہیں کہ تہ دل سے ان کے ساتھ محبت رکھے، رفتار و گفتار میں نشست و برخاست میں ادب لازم جانے، ان کی شان میں تعظیم کے لفظ کہے، ان کو راضی کرنے کی سعی کرتا رہے، اپنے نفس

مال کو ان سے نہ بچائے، ان کے مرنے کے بعد ان کی وصیتیں جاری کرے، ان کے لئے فاتحہ صدقات تلاوت قرآن سے ایصالِ ثواب کرے، اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت کی دعا کرے، ہفتہ وار ان کی قبر کی زیارت کرے۔ (فتح العزیز) والدین کے ساتھ بھلائی کرنے میں یہ بھی داخل ہے کہ اگر وہ گناہوں کے عادی ہوں یا کسی بد مذہبی میں گرفتار ہوں تو ان کو بہ نرمی اصلاح و تقویٰ اور عقیدہ حقہ کی طرف لانے کی کوشش کرتا رہا۔“

(تفسیر خزائن العرفان، سورۃ البقرہ، سورۃ 2، آیت 83، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

### والدین کی رضا رب تعالیٰ کی رضا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے والدین کی رضا کو رب تعالیٰ کی رضا قرار دیا۔ شعب الایمان کی حدیث پاک ہے ”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رِضَا اللَّهِ فِي رِضَا الْوَالِدَيْنِ، وَسَخَطُ اللَّهِ فِي سَخَطِ الْوَالِدَيْنِ“ ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی رضا والدین کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔ (شعب الایمان، بر الوالدین، جلد 10، صفحہ 246، مکتبۃ الرشید، الرياض)

### نماز کے بعد افضل عمل

حدیث پاک میں نماز کے بعد افضل عمل والدین سے اچھا سلوک کہا گیا چنانچہ بخاری و مسلم کی حدیث پاک ہے ”عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الصَّلَاةُ عَلَى مِيقَاتِهَا، قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“ ترجمہ: حضرت ابو عمرو شیبانی رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! سب سے افضل عمل کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے عرض پھر اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا: والدین سے حسن سلوک۔ میں نے پوچھا اسکے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا: اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد۔

(صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب فضل الجہاد والسیر، جلد 4، صفحہ 14، دار طوق النجاة، مصر)

### والدین کی طرف رحمت کی نظر کرنا عبادت

والدین کی طرف رحمت کی نظر کرنا عبادت ہے۔ البر والصلۃ لابن الجوزی میں علامہ جوزی (المتوفی 597ھ) روایت کرتے ہیں حضرت عبد اللہ بن عون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "النَّظْرُ إِلَى الْوَالِدَيْنِ عِبَادَةٌ" ترجمہ: والدین کی طرف نظر کرنا عبادت ہے۔ (البر والصلۃ لابن الجوزی، صفحہ 62، مؤسسة الکتب الثقافیۃ، بیروت)

### والدہ کی طرف نظر رحمت کرنے پر مقبول حج کا ثواب

شعب الایمان کی حدیث پاک ہے "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٌّ يَنْظُرُ إِلَى وَالِدَيْهِ نَظْرَةً رَحْمَةً إِلَّا كَانَ لَهُ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةٌ مَبْرُورَةٌ، قَالُوا: وَإِنْ نَظَرَ إِلَيْهَا كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، اللَّهُ أَكْبَرُ وَأَطْيَبُ" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بیٹا والدہ کی طرف پیار بھری نظر کرے تو ہر نظر پر اسے ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی اگرچہ وہ دن میں سو مرتبہ نظر کرے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں اللہ عزوجل بڑا اور پاک ہے۔ (یعنی اس کے ہاں اجر کی کمی

نہیں ہے۔ سو مرتبہ دیکھے گا تو سو حج کا ثواب ملے گا۔

(شعب الایمان، بر الوالدین، جلد 10، صفحہ 266، مکتبۃ الرشید، الرياض)

والدہ کی دو آنکھوں کے درمیان بوسہ دینا جہنم کی آگ سے حفاظت

شعب الایمان کی حدیث پاک ہے "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَبَلَ بَيْنَ عَيْنَيْ أُمِّهِ كَانَ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ" ترجمہ: حضرت

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس

نے اپنی والدہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا وہ بوسہ اس کے لئے جہنم کی آڑ بن

جائے گا۔ (شعب الایمان، بر الوالدین، جلد 10، صفحہ 267، مکتبۃ الرشید، الرياض)

جنت ماں کے پاؤں کے نیچے

جنت کو ماں کے پاؤں کے نیچے قرار دیا یعنی ماں کی خدمت پر جنت کی بشارت

ہے چنانچہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض

کی "إِنِّي أَرَدْتُ أَنْ أُغْزَوْ فَجِئْتُكَ أَسْتَشِيرُكَ، فَقَالَ: أَلَيْكَ وَالِدَةٌ؟ قَالَ: نَعَمْ،

قَالَ: اذْهَبْ فَالْزِمُهَا، فَإِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلَيْهَا" ترجمہ: میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں اور

آپ سے اجازت لینے آیا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا تمہاری والدہ ہے؟ اس نے

عرض کی ہاں۔ فرمایا: چلا جا اور اس کی خدمت کر بے شک جنت اس کے پاؤں کے نیچے

ہے۔ (شعب الایمان، بر الوالدین، جلد 10، صفحہ 249، مکتبۃ الرشید، الرياض)

والد جنت کا درمیانی دروازہ

والد کو جنت کا درمیانی دروازہ قرار دیا گیا ہے۔ جامع ترمذی کی حدیث پاک

ہے "قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْوَالِدُ

أَوْ سَطُّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَإِنْ شِئْتَ فَأَضِعْ ذَلِكَ الْبَابَ أَوْ احْفَظْهُ“ ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے ہیں: والد جنت کے دروازوں میں سے درمیانہ دروازہ ہے۔ اگر تو چاہے تو اس دروازے کو ضائع کر دے یا اس کی حفاظت کر۔

(سنن الترمذی، ابواب البر الصلۃ، باب ما جاء من الفضل فی رضا الوالدین، جلد 4، صفحہ 311، مصطفیٰ البانی الحلبي، مصر)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جنت کے درمیانے دروازے سے داخلہ اس شخص کے لئے جو والد کے حقوق کی حفاظت کرے گا۔

والدین سے حسن سلوک دنیا میں بھی فائدہ مند

اخروی فوائد کے ساتھ ساتھ والدین سے حسن سلوک دنیا میں بھی فائدہ مند ہے چنانچہ مسند احمد کی حدیث پاک حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُمَدَّ لَهُ فِي عُمْرِهِ، وَأَنْ يُزَادَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، فَلْيَبِرَّ وَالِدَيْهِ، وَلْيَصِلْ رَحِمَهُ“ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو یہ پسند کرتا ہے کہ اس کی عمر اور رزق میں اضافہ ہو تو وہ والدین سے حسن سلوک کرے اور صلہ رحمی کرے۔

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند انس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جلد 21، صفحہ 93، مؤسسة الرسالة، بیروت)

والدین کے حقوق

قرآن پاک میں اللہ عزوجل نے والدین کے حقوق بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبُلُغَنَّ عِنْدَكَ

الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُمَّ وَلَا تَنْهَرُهُمَا وَقُلْ لَهُمَا  
 قَوْلًا كَرِيمًا ۝ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا  
 كَمَا رَبَّيْتَنِي صَغِيرًا ﴿ ترجمہ کنز الایمان: اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی  
 کو نہ پوچھو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں  
 بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہوں نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔  
 اور ان کے لئے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر کہ اے میرے رب تو ان دونوں  
 پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔ (سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ 17، آیت 23، 24)

ان آیات میں والدین سے حسن ادب کے ساتھ خطاب کرنے کا حکم ہے اور یہ  
 بتایا گیا کہ ماں باپ سے اس طرح کلام کرے جیسے غلام و خادم آقا سے کرتا ہے۔

اولاد کے لئے والدین کے حقوق کی مکمل ادائیگی ناممکن ہے۔ حدیث شریف میں  
 ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 ایک راہ میں ایسے گرم پتھروں پر کہ اگر گوشت ان پر ڈالا جاتا کہ باب ہو جاتا میں میل تک اپنی  
 ماں کو گردن پر سوار کر کے لے گیا ہوں کیا میں اب اس کے حق سے بری ہو گیا؟ رسول  
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ بِطَلْقَةٍ وَاحِدَةٍ" ترجمہ: تیرے  
 پیدا ہونے میں جس قدر دردوں کے جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں شاید ان میں سے ایک جھٹکے  
 کا بدلہ ہو سکے۔

(المعجم الصغير لسبط بن ابی العاصم، باب الالف، باب من اسماہ ابراہیم، جلد 1، صفحہ 163، المكتب  
 الاسلامی، بیروت)۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا: "حق والدین  
 اولاد پر کس قدر ہے؟" جواباً آپ فرماتے ہیں: "انتہائی کہ ادا ناممکن ہے مگر یہ کہ وہ مرجائیں



اور یہ ان کو از سر نو زندہ کر سکے تو کرے کہ وہ اس کے وجود کا سبب ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 371، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## سویتی ماں کے حقوق

عام طور پر سویتی والدہ کو اچھا نہیں سمجھا جاتا اور اس سے بُرا سلوک کیا جاتا ہے، اسی طرح سو تیلے باپ کی عزت نہیں کی جاتی جبکہ یہ شرعاً درست نہیں ہے۔ اگر سویتی والدہ سے حسن سلوک نہ کیا جائے گا تو والد کی دل آزاری ہوگی جو کہ حرام ہے، اگر سو تیلے باپ سے لڑائی جھگڑا کیا جائے گا تو یہ سگی والدہ کو ایذا دینا ہے جسے دکھ دینا حرام ہے۔ اسی طرح سویتی اولاد پر عورت کا ظلم کرنا شوہر کی نافرمانی ہے جو کہ شرعاً جائز نہیں۔ المختصر سو تیلے رشتوں کی اگرچہ حقیقتہً کوئی حقوق نہیں لیکن دوسری طرف والد یا والدہ سے تعلق ہونے کی وجہ سے ان کی بھی عزت و تکریم ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت ایام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا: ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین حقیقی مادر اور سویتی ماں کے حق حقوق کے بارہ میں، حقیقی اور سویتی ماں میں اور ان کے حق میں کیا فرق ہے؟ سویتی ماں کو مثل حقیقی والدہ کے سمجھنا چاہئے یا حفظ مراتب میں دونوں کے کچھ فرق کرنا چاہئے اور کس قدر؟ بیٹوا تو جروا۔“

جواب آپ نے فرمایا: ”حقیقی ماں اور سویتی کے حقوق میں زمین آسمان کا فرق ہے، حقیقی ماں بذات خود مستحق ہر گونہ خدمت و ادب و تعظیم و اطاعت کی ہے اور اسے ایذا دینی معاذ اللہ و رسول کو ایذا دینی ہے۔ اور سویتی ماں کا اپنا ذاتی کوئی حق نہیں جو کچھ ہے باپ کے ذریعہ سے ہے یعنی وہ بات نہ ہو جس میں باپ کو ایذا ہو کہ باپ کی ایذا اللہ و رسول کی ایذا ہے جل جلالہ، و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 369، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اولاد پر کس کا حق زیادہ ہے ماں کا یا باپ کا؟

اولاد پر ماں اور باپ دونوں کا بہت حق ہے لیکن باپ کی بہ نسبت ماں کا حق زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصْلُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جنی اس کو تکلیف سے اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے۔

(سورۃ الاحقاف، سورۃ 46، آیت 15)

اس آیت کریمہ میں رب العزت نے ماں باپ دونوں کے حق میں تاکید فرما کر ماں کو پھر خاص الگ کر کے شمار کیا اور اس کی ان سختیوں اور تکلیفوں کو جو اسے حمل و ولادت اور دو برس تک اپنے خون کا عطر پلانے میں پیش آئیں جن کے باعث اس کا حق بہت اشد و اعظم ہو گیا شمار فرمایا اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد فرمایا ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَيَّ وَهْنًا وَفِصْلُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَ لِيُؤَدِّكَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتی ہوئی اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق ماں میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ (سورۃ لقمان، سورۃ 31، آیت 14)

یہاں ماں باپ کے حق کی کوئی نہایت نہ رکھی کہ انہیں اپنے حق جلیل کے ساتھ شمار کیا۔ اسی طرح بہت حدیثیں دلیل ہیں کہ ماں کا حق باپ کے حق سے زائد ہے۔ شعب الایمان میں صحابی رسول نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا "یا رسول اللہ، مَنْ أَبْر؟ قَالَ: أُمُّكَ، قُلْتُ: بَنُّ مَنْ؟ قَالَ: أُمُّكَ، قُلْتُ: بَنُّ مَنْ؟ قَالَ: أُمُّكَ،"

قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أَبَاكَ، ثُمَّ الْأَقْرَبَ فَلِأَقْرَبٍ“ ترجمہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حسن سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: تیری ماں۔ میں نے عرض کیا پھر کون ہے؟ فرمایا: تیری ماں۔ میں نے کہا پھر کون ہے؟ فرمایا: تیری ماں۔ میں نے عرض کی پھر اس کے بعد کون ہے؟ فرمایا: تیرا باپ۔ پھر جو جتنا قریبی رشتہ دار ہے۔

(شعب الإیمان، بر الوالدین، جلد 10، صفحہ 254، مکتبۃ الرشید، الرياض)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”مگر اس زیادت کے یہ معنی ہیں کہ خدمت میں دینے میں باپ پر ماں کو ترجیح دے مثلاً سو روپے ہیں اور کوئی خاص وجہ مانع تفصیل مادر نہیں تو باپ کو پچیس دے ماں کو کچھتر، یا ماں باپ دونوں نے ایک ساتھ پانی مانگا تو پہلے ماں کو پلائے پھر باپ کو، یا دونوں سفر سے آئے ہیں پہلے ماں کے پاؤں دبائے پھر باپ کے، علیٰ ہذا القیاس۔ نہ یہ کہ اگر والدین میں باہم تنازع ہو تو ماں کا ساتھ دے کر معاذ اللہ باپ کے درپے ایذا ہو یا اس پر کسی طرح درشتی کرے یا اسے جواب دے یا بے ادبانہ آنکھ ملا کر بات کرے، یہ سب باتیں حرام اور اللہ عزوجل کی معصیت ہیں، نہ ماں کی اطاعت ہے نہ باپ کی، تو اسے ماں باپ میں سے کسی کا ایسا ساتھ دینا ہرگز جائز نہیں، وہ دونوں اس کی جنت و نار ہیں، جسے ایذا دے گا دوزخ کا مستحق ہوگا والعیاذ باللہ۔ معصیت خالق میں کسی کی اطاعت نہیں، اگر مثلاً ماں چاہتی ہے کہ یہ باپ کو کسی طرح کا آزار پہنچائے اور یہ نہیں مانتا تو وہ ناراض ہوتی ہے، ہونے دے اور ہرگز نہ مانے، ایسے ہی باپ کی طرف سے ماں کے معاملہ میں، ان کی ایسی ناراضیاں کچھ قابل لحاظ نہ ہوں گی کہ یہ ان کی نری زیادتی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چاہتے ہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام نے یوں تقسیم فرمائی ہے کہ خدمت میں ماں کو ترجیح ہے جس کی مثالیں ہم لکھ آئے

ہیں، اور تعظیم باپ کی زائد ہے کہ وہ اس کی ماں کا بھی حاکم و آقا ہے۔ عالمگیری میں ہے  
 ”اذا تغذر علیہ جمع مراعاة حق الوالدین بان یتأذی احدهما بمراعاة الاخر  
 یرجع حق الاب فیما یرجع الی التعظیم والاحترام وحق الام فیما یرجع الی  
 الخدمة والانعام وعن علاء الائمة الحماسی قال مشائخنا رحمهم الله تعالی  
 الاب یقدم علی الام فی الاحترام والام فی الخدمة حتی لو دخل علیہ فی  
 البیت یقوم للاب ولو سأل منه ماء ولم یأخذ من یدہ احدهما فیدأ بالام کذا  
 فی القنیة، واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم“ جب آدمی کے لئے  
 والدین میں سے ہر ایک کے حق کی رعایت مشکل ہو جائے مثلاً ایک کی رعایت سے  
 دوسرے کو تکلیف پہنچتی ہے تو تعظیم و احترام میں والد کے حق کی رعایت کرے اور خدمت  
 میں والدہ کے حق کی۔ علامہ حمای نے فرمایا ہمارے امام فرماتے ہیں کہ احترام میں باپ  
 مقدم ہے اور خدمت میں والدہ مقدم ہوگی حتیٰ کہ اگر گھر میں دونوں اس کے پاس آئے ہیں  
 تو باپ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو، اور اگر دونوں نے اس سے پانی مانگا اور کسی نے اس کے  
 ہاتھ سے پانی نہیں پکڑا تو پہلے والدہ کو پیش کرے، اسی طرح قنیہ میں ہے۔ واللہ سبحنہ  
 وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 390، 391، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

والدین میں اگر کوئی کافر ہو تو!

والدین میں سے کوئی مومن نہ ہو تب بھی اس کے حقوق ادا کرنے ہونگے۔ البر  
 والصلۃ لابن الجوزی میں عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی 597ھ) روایت کرتے  
 ہیں ”عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: قَدِمْتُ عَلَى أُمِّي وَهِيَ

رَاغِبَةٌ مُشْرِكَةٌ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أُمَّي قَدِمَتْ عَلَيَّ وَهِيَ رَاغِبَةٌ مُشْرِكَةٌ، أَفَأَصِلُهَا؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «صَلِّيْهَا» ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے میرے پاس میری والدہ آئی جو مومنہ نہیں تھی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ماں میرے پاس آئی ہے اور وہ مومنہ نہیں ہے کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے ساتھ صلہ رحمی کر۔

(البر والصلۃ لابن الجوزی، صفحہ 175، مؤسسة الکتب الثقافیۃ، بیروت)

البتہ اگر والدین مرتد ہوں تو ان کے کوئی حقوق نہیں ہیں چنانچہ شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند حضرت مصطفیٰ رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: مرتد کا کوئی نفقہ نہیں جیسے حربی کایوں ہی مرتد کا بلکہ اس سے زیادہ کہ مرتد سے تو نری معاملت بھی ناجائز ہے کہ اس کے ساتھ صلہ، حسن سلوک اس کی اطاعت شعاری فرمانبرداری مرتد کے لئے نہیں مگر توبہ ورنہ تلواری۔ مرتد والدین حربی والدین سے بدتر ہیں۔“

(فتاویٰ مصطفویہ، صفحہ 115، شبیر برادرز، لاہور)

### والدین کے آداب کے طریقے

والدین کا جتنا ادب ہو سکے کیا جائے کہ بڑوں کا ادب رشتوں کو مضبوطی اور دوام دیتا ہے۔ والدین کا ادب یہ ہے کہ ان کا نام لے کر انہیں نہ پکارا جائے، ان سے اونچی آواز میں کلام نہ کیا جائے، خود اونچی جگہ اور والدین کو نیچے جگہ نہ بٹھایا جائے، ان کی طرف پاؤں نہ کئے جائیں، ان کے آگے نہ چلا جائے۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں ”عَنْ أَبِي غَسَّانِ الضَّبِّيِّ: أَنَّهُ خَرَجَ يَمْشِي بِظَهْرِ الْحَرَّةِ، وَأَبُوهُ نَحَلْفَهُ، فَلَحِقَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا الَّذِي يَمْشِي نَحَلْفَكَ؟ قَالَ: أَبِي، قَالَ: أَخْطَأَتِ الْحَقَّ وَلَمْ

تَوَافِقِ السُّنَّةِ، لَا تَمْشِ بَيْنَ يَدَيْ أَبِيكَ، وَلَكِنْ امْشِ عَنْ يَمِينِهِ أَوْ خَلْفَهُ، وَلَا تَدْعُ أَحَدًا يَقْطَعُ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ، وَلَا تَأْخُذُ عَرْقًا نَظَرَ إِلَيْهِ أَبُوكَ، فَلَعَلَّهُ قَدِ اشْتَهَاهُ، وَلَا تَنْظُرُ إِلَى أَبِيكَ شَزْرًا، وَلَا تَقْعُدُ حَتَّى يَقْعُدَ، وَلَا تَنَّمِ حَتَّى يَنَامَ“ ترجمہ: حضرت ابو غسان رضی سے مروی ہے کہ وہ باہر آئے اور وہ پتھر لی زمین پر چل رہے تھے اور ان کے والد ان کے پیچھے تھے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا تیرے پیچھے کون چل رہا ہے؟ کہا یہ میرے والد ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تو نے حق میں خطا کی اور سنت کے موافق عمل نہیں کیا۔ اپنے والد کے آگے نہ چل بلکہ اس کی دائیں طرف یا پیچھے چل، کسی کو اپنے اور والد کے درمیان حائل نہ ہونے دے اور جس گوشت کے ٹکڑے کو تیرا والد دیکھ رہا اسے پکڑ کر نہ کھا کہ شاید تیرے والد کو اس کی تمنا ہو، اپنے والد کی طرف غصہ سے نہ دیکھ، جب تک وہ نہ بیٹھے تو نہ بیٹھ۔ جب تک وہ نہ سو جائے تو نہ سو۔ (البر والصلۃ لابن الجوزی، صفحہ 58، مؤسسة الکتب الثقافیۃ، بیروت)

### والدین کو خوش و خرم رکھنے کی فضیلت

والدین کے ساتھ وقت گزارنا بھی والدین کی خوشی کے لئے بہت ضروری ہے۔ اگر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ وقت گزارا جائے اور والدین کو گھر کے ایک کونے میں تنہا چھوڑ دیا جائے تو یہ ان کے لئے بہت تکلیف دے بات ہے۔ پھر ان کے ساتھ نوکروں جیسا سلوک کرنا اور زیادہ سخت ہے۔ بیوی بچوں کے ساتھ ساتھ والدین کو بھی وقت دینا، ان کو باہر سیر کروانے لے کر جانا، ان کے ساتھ ہلسی خوشی رہنا باعث اجر ہے۔ البر والصلۃ لابن الجوزی میں جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی 597ھ) روایت کرتے ہیں ”عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نَوْمُ الرَّجُلِ مَعَ أَبِيهِ فِي الْبَيْتِ عَلَى أَرِيكْتِهِ يُضْحِكُهُمَا وَيُضْحِكَانِيهِ، خَيْرٌ مِنْ جِهَادٍ بِالسَّيْفِ بَيْنَ الصَّفَيْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَنْقَطِعَ“ ترجمہ: حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: آدمی کا سونا اپنے والدین کے ساتھ گھر میں ٹیک لگائے ہنسنا اور ان کو ہنسانا بہتر ہے تلوار کے ساتھ اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے سے یہاں تک کہ جہاد ختم ہو جائے۔

(البر والصلة لابن الجوزی، صفحہ 80، مؤسسة الكتب الثقافية، بیروت)

والدین کے حقوق ان کی وفات کے بعد بھی ختم نہیں ہوتے

والدین اگر دنیا میں نہ رہیں تب بھی ان کے حقوق ختم نہیں ہوتے بلکہ اولاد پر حق ہے کہ ان کے لئے دعا کریں، ان کے رشتہ داروں اور دوستوں سے اچھا سلوک کریں، لوگوں کے والدین کو گالیاں دے کر اپنے ماں باپ کو گالیاں نہ دلوائیں، والدین کی اگر نمازیں اور روزے قضا ہوں تو ان کا فدیہ دیں، ہر نیک کام کر کے اس کا ثواب والدین کو ایصال کریں، والدین کی طرف سے حج و عمرہ کریں، ان کی قبر کی زیارت کریں وغیرہ۔ سنن ابن ماجہ میں ہے ”عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ مَالِكِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلَمَةَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَبْقَى مِنْ بَرِّ أَبِي شَيْءٌ أَبْرُهُمَا بِهِ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِمَا؟ قَالَ: نَعَمْ، الصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا، وَالِاسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَإِيفَاءُ بَعْهُوْدِهِمَا مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لَا تُوَصَّلُ إِلَّا بِهِمَا“ ترجمہ: حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہمارے درمیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے کہ بنو سلمہ کا ایک شخص آیا

اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والدین کے مرنے کے بعد بھی ان سے حسن سلوک باقی رہتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں ان پر نماز پڑھنا (یعنی ان کے لئے دعا کرنا یا انہوں نے جو نمازیں چھوڑی ہیں ان کا فدیہ دینا) ان کے لئے مغفرت کی دعا کرنا، ان کے مرنے کے بعد ان کے وعدے پورے کرنا، ان کے دوستوں کی عزت کرنا اور وہ صلہ رحمی جو تو محض ان کی وجہ سے کرے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب صل من کان أبوک یصل، جلد 2، صفحہ 1208، دار احیاء الکتب العربیۃ، فیصل عیسی البابی الحلبی)

والدین کے لئے دعا چھوڑنا رزق میں تنگی کا باعث ہے

آج ہر دوسرا تیسرا فرد رزق کی تنگی کا شکار ہے اور رزق کے لئے طرح طرح کی بھاگ دوڑ کرتا ہے جبکہ رزق میں اضافہ کا ایک سبب والدین کے لئے دعا کرنا ہے۔ والدین کے لئے دعا نہ کرنا رزق میں کمی کا باعث ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "إِذَا تَرَكَ الْعَبْدُ الدُّعَاءَ لِلْوَالِدَيْنِ فَإِنَّهُ يَنْقَطِعُ عَنْهُ الرِّزْقُ" ترجمہ: آدمی جب ماں باپ کے لئے دعا چھوڑ دیتا ہے اس کا رزق قطع ہو جاتا ہے۔

(کنز العمال، الباب الثامن فی بر الوالدین، المعقوق، جلد 16، صفحہ 482، مؤسسة الرسالة، بیروت)

والدین کی طرف سے حج کرنے پر دس حج کا ثواب

سنن الدار قطنی میں ہے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مَنْ حَجَّ عَنْ أَبِيهِ وَأُمِّهِ فَقَدْ قَضَىٰ عَنْهُ حَجَّتَهُ وَكَانَ لَهُ فَضْلٌ عَشْرٍ حُجَجٍ" ترجمہ: جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے ان کی



طرف سے حج ادا ہو گیا اور اسے دس حج کا ثواب زیادہ ملے۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الحج، باب المواقیت، جلد 3، صفحہ 300، مؤسسة الرسالة، بیروت)

بعض لوگوں نے فرض حج ادا کر لیا ہوتا ہے، پھر بھی کئی نقلی حج کر رہے ہوتے ہیں حالانکہ ان کے لئے زیادہ بہتر یہ ہے کہ اگر والدین میں سے کوئی زندہ ہو تو انہیں حج کروائے اور اگر فوت ہو چکا ہو تو ان کی طرف سے خود حج کرے کہ دس حج کا ثواب اور فرمانبرداری بھی ہے۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ بعض لوگوں پر حج فرض ہوتا ہے لیکن خود حج نہیں کرتے اپنے والدین کو کروانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہ نظر یہ رکھتے ہیں کہ جب تک والدین حج نہ کر لیں اولاد کا حج نہیں ہوتا، جبکہ یہ درست نہیں ہے۔ اولاد پر جب حج فرض ہے تو اس پر لازم ہے کہ پہلے اپنا فرض پورا کرے بعد میں والدین کو حج کروانے کی کوشش کرے۔

### والدین کی قبر پر حاضری کی فضیلت

والدین یا ان میں کوئی ایک دنیا سے پردہ کر گیا ہو اس کی قبر پر گاہے بگاہے جانے پر احادیث میں بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔ نوادر الاصول میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مَنْ زَارَ قَبْرَ أَبِيهِ أَوْ أَحَدِهِمَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً غُفِرَ لَهُ وَكُتِبَ بَرًا" ترجمہ: جو اپنے ماں باپ دونوں یا ایک کی قبر پر ہر جمعہ کے دن زیارت کو حاضر ہو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا لکھا جائے گا۔

(نوادر الاصول للترمذی، الاصل الخامس عشر، جلد 1، صفحہ 126، دار الجیل، بیروت)

بلکہ بکثرت جانے والے کے متعلق ہے کہ فرشتے اس کی قبر کی زیارت کو آئیں گے۔ نوادر الاصول میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے حضور نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”من زار قبر ابویہ أو أحدہما احتساباً کان کعدل حجة مبرورة ومن کان زوارا لہما زارت الملائكة قبره“ ترجمہ: جو بہ نیت ثواب اپنے والدین یا ایک کی قبر کی زیارت کرے حج مقبول کے برابر ثواب پائے، اور جو بکثرت ان کی قبر کی زیارت کیا کرتا ہو فرشتے اس کی قبر کی زیارت کو آئیں گے۔

(نوادرا الاصول للترمذی الاصل الخامس عشر، جلد 1، صفحہ 126، دار الجیل، بیروت)

### والدین کے اولاد پر حقوق

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا کہ بعد فوت ہو جانے والدین کے اولاد پر کیا حق والدین کا رہتا ہے؟ بینوا بالکتاب توجروا بالثواب جو اب آپ فرماتے ہیں: ”(1) سب سے پہلا حق بعد موت ان کے جنازے کی تجہیز، غسل و کفن و نماز و دفن ہے اور ان کاموں میں سنن و مستحبات کی رعایت جس سے ان کے لئے ہر خوبی و برکت و رحمت و وسعت کی امید ہو۔

(2) ان کے لئے دعا و استغفار ہمیشہ کرتے رہنا اس سے کبھی غفلت نہ کرنا۔

(3) صدقہ و خیرات و اعمال صالحہ کا ثواب انہیں پہنچاتے رہنا، حسب طاقت

اس میں کمی نہ کرنا، اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھنا، اپنے روزوں کے ساتھ ان کے واسطے بھی روزے رکھنا بلکہ جو نیک کام کرے سب کا ثواب انہیں اور سب مسلمانوں کو بخش دینا کہ ان سب کو ثواب پہنچ جائے گا اور اس کے ثواب میں کمی نہ ہوگی بلکہ بہت ترقیاں پائے گا۔

(4) ان پر کوئی قرض کسی کا ہو تو اس کے ادا میں حد درجہ کی جلدی و کوشش کرنا اور

اپنے مال سے ان کا قرض ادا ہونے کو دونوں جہاں کی سعادت سمجھنا، آپ قدرت نہ ہو تو اور

عزیزوں قریبوں پھر باقی اہل خیر سے اس کی ادا میں امداد لینا۔

(5) ان پر کوئی فرض رہ گیا تو بقدر قدرت اس کے ادا میں سعی بجالانا، حج نہ کیا ہو تو ان کی طرف سے حج کرنا یا حج بدل کرانا، زکوٰۃ یا عشر کا مطالبہ ان پر رہا تو اسے ادا کرنا، نماز یا روزہ باقی ہو تو اس کا کفارہ دینا و علیٰ ہذا القیاس ہر طرح ان کی براءت ذمہ میں جدوجہد کرنا۔

(6) انہوں نے جو وصیت جائزہ شرعیہ کی ہو حتی الامکان اس کے نفاذ میں سعی کرنا اگرچہ شرعاً اپنے اوپر لازم نہ ہو اگرچہ اپنے نفس پر بار ہو مثلاً وہ نصف جائداد کی وصیت اپنے کسی عزیز غیر وارث یا اجنبی محض کے لئے کر گئے تو شرعاً تہائی مال سے زیادہ میں بے اجازت وارثان نافذ نہیں مگر اولاد کو مناسب ہے کہ ان کی وصیت مانیں اور ان کی خوشخبری پوری کرنے کو اپنی خواہش پر مقدم جانیں۔

(7) ان کی قسم بعد مرگ بھی سچی ہی رکھنا مثلاً ماں باپ نے قسم کھائی تھی کہ میرا بیٹا فلاں جگہ نہ جائے گا یا فلاں سے نہ ملے گا یا فلاں کام کرے گا تو ان کے بعد یہ خیال نہ کرنا کہ اب وہ تو نہیں ان کی قسم کا خیال نہیں بلکہ اس کا ویسے ہی پابند رہنا جیسا ان کی حیات میں رہتا جب تک کوئی حرج شرعی مانع نہ ہو اور کچھ قسم ہی پر موقوف نہیں ہر طرح امور جائزہ میں بعد مرگ بھی ان کی مرضی کا پابند رہنا۔

(8) ہر جمعہ کو ان کی زیارت قبر کے لئے جانا، وہاں لیس شریف پڑھنا ایسی آواز سے کہ وہ سنیں اور اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچانا، راہ میں جب کبھی ان کی قبر آئے بے سلام و فاتحہ نہ گزرتا۔

(9) ان کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک رکھنے جانا۔

(10) ان کے دوستوں سے دوستی نباہنا ہمیشہ ان کا اعزاز و اکرام رکھنا۔

(11) کبھی کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر جواب میں انہیں برا نہ کہلوانا۔

(12) سب میں سخت تر و عام تر و مدام تر یہ حق ہے کہ کبھی کوئی گناہ کر کے انہیں

قبر میں ایذا نہ پہنچانا، اس کے سب اعمال کی خبر ماں باپ کو پہنچتی ہے، نیکیاں دیکھتے ہیں

تو خوش ہوتے ہیں اور ان کا چہرہ فرحت سے چمکتا اور دمکتا ہے، اور گناہ دیکھتے ہیں تو رنجیدہ

ہوتے ہیں اور ان کے قلب پر صدمہ ہوتا ہے، ماں باپ کا یہ حق نہیں کہ انہیں قبر میں بھی رنج

پہنچائے۔“ (فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 391۔، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

### والدین کی نافرمانی پر وبال

باپ کی نافرمانی اللہ عزوجل کی نافرمانی ہے اور باپ کی ناراضگی اللہ جبار و قہار کی

ناراضگی ہے، آدمی ماں باپ کو راضی کرے تو وہ اس کی جنت ہیں اور ناراض کرے تو وہی

اس کی دوزخ ہیں۔ جب تک باپ کو راضی نہ کرے گا اس کا کوئی فرض، کوئی نفل، کوئی عمل

نیک اصلاً قبول نہ ہوگا، عذاب آخرت کے علاوہ دنیا میں ہی جیتے جی سخت بلاء نازل ہوگی

مرتے وقت معاذ اللہ کلمہ نصیب نہ ہونے کا خوف ہے۔

حلیۃ الاولیاء میں علامہ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں ”عَنْ

عَائِشَةَ، رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُقَالُ

لِلْعَاقِ: اِعْمَلْ مَا سِئْتَ مِنَ الطَّاعَةِ فَإِنِّي لَا أُغْفِرُ لَكَ، وَيُقَالُ لِلْبَارِ: اِعْمَلْ مَا سِئْتَ

فإِنِّي أُغْفِرُ لَكَ“ ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نافرمان (اولاد) کے لئے کہا جاتا ہے تو جو مرضی عمل کر میں

تجھے نہیں بخشوں گا اور نیکو کار کے لئے کہا جاتا ہے تو جو مرضی عمل کر میں تجھے عنقریب بخشوں

گا۔

(حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، أحمد بن مسروق، جلد 10، صفحہ 215، دار الکتب العربیہ، بیروت)

المعجم الاوسط کی حدیث پاک ہے ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَعَنَ اللَّهُ سَبْعَةَ مِنْ خَلْقِهِ فَوْقَ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ، فَرَدَّدَ لَعْنَتَهُ عَلَى وَاحِدَةٍ مِنْهَا ثَلَاثًا، وَلَعَنَ بَعْدَ كُلِّ وَاحِدَةٍ لَعْنَةً فَلَعْنَةٌ قَالَ: مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ، مَلْعُونٌ مَنْ أَتَى شَيْئًا مِنَ الْبَهَائِمِ، مَلْعُونٌ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ امْرَأَةٍ وَابْتَتَاهَا، مَلْعُونٌ مَنْ عَقَّ وَالِدَيْهِ، مَلْعُونٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللَّهِ، مَلْعُونٌ مَنْ غَيَّرَ حُدُودَ الْأَرْضِ، مَلْعُونٌ مَنْ تَوَلَّى غَيْرَ مَوَالِيهِ“ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق میں سے سات بندوں پر لعنت فرمائی سات آسمانوں کے اوپر سے اور ان میں سے ایک پر وہ لعنت تین مرتبہ لوٹائی، حالانکہ ان میں سے ہر ایک پر اس نے ایسی لعنت کی تھی کہ وہ ایک لعنت ہی ان کو کافی تھی۔ پھر آپ نے فرمایا: وہ ملعون ہے جو قوم لوط والا عمل کرے، وہ ملعون ہے جو قوم لوط والا عمل کرے، وہ ملعون ہے جو غیر اللہ کیلئے ذبح کرے (یعنی اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کا نام لے کر جانور ذبح کیا جائے) ملعون ہے وہ جو جانوروں سے بدکاری کرے، ملعون ہے وہ جو والدین کی نافرمانی کرے، ملعون ہے وہ جو کسی عورت اور اس کی بیٹی دونوں کو (نکاح میں) جمع کرے، ملعون ہے وہ جو زمین کی حد میں تبدیلی کرے (یعنی زمین کی حد کو زیادہ کر کے اپنے بھائی کی زمین پر قبضہ کر لے) ملعون ہے وہ جو اپنے آقا کے غیر کی طرف خود کو منسوب کرے۔

(المعجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ: معاذ، جلد 8، صفحہ 234، دار الحرمین، القاہرہ)

البر والصلۃ لابن الجوزی میں علامہ جوزی (المتوفی 597ھ) روایت کرتے ہیں "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْبَعَةٌ حَقُّ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يُدْخِلَهُمُ الْجَنَّةَ وَلَا يُذِيقَهُمْ نَعِيمَهَا: مُدْمِنٌ خَمْرٍ، وَآكِلُ الرِّبَا، وَآكِلُ مَالِ الْيَتِيمِ بِغَيْرِ حَقٍّ، وَالْعَاقُ لِوَالِدَيْهِ" ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چار لوگ وہ ہیں کہ اللہ عزوجل پر حق ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہ کرے اور انہیں جنت کی نعمتوں کا ذائقہ نہ چکھوائے۔ عادی شرابی، سود کھانے والا، بغیر حق کے یتیم کا مال کھانے والا، والدین کا نافرمان۔

(البر والصلۃ لابن الجوزی، صفحہ 96، مؤسسة الكتب الثقافية، بیروت)

مزید ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں "عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَصْبَحَ وَالِدَاهُ رَاضِيَيْنِ عَنْهُ، أَصْبَحَ لَهُ بَابَانِ مَفْتُوحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ، وَمَنْ أُمْسَى وَالِدَاهُ رَاضِيَيْنِ عَنْهُ، أُمْسَى لَهُ بَابَانِ مَفْتُوحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ، وَمَنْ أَصْبَحَا سَاخِطَيْنِ عَلَيْهِ، أَصْبَحَ لَهُ بَابَانِ مَفْتُوحَانِ مِنَ النَّارِ، وَإِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا. فَقِيلَ: وَإِنْ ظَلَمَاهُ؟ قَالَ: وَإِنْ ظَلَمَاهُ، وَإِنْ ظَلَمَاهُ" ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا: جس نے اس حال میں صبح کی کہ اس کے والدین اس سے راضی ہیں تو اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور جس نے والدین کی رضا میں رات کی تو اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جس نے اس حال میں صبح کی کہ اس کے والدین اس سے ناراض ہیں تو اس کے لئے جہنم کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اگر والدین میں سے کوئی ایک ناراض ہو تو ایک دروازہ

کھول دیا جاتا ہے۔ عرض کی گئی: اگرچہ والدین ظالم ہوں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا:  
اگرچہ والدین ظالم ہوں، اگرچہ والدین ظالم ہوں۔

(البر والصلة لابن الجوزی، صفحہ 96، مؤسسة الکتب الثقافیة، بیروت)

اس حدیث سے وہ اولاد عبرت حاصل کرے جو والدین کے اچھے سلوک نہ کرنے پر ان کی نافرمانی کرنے کو اپنا حق سمجھتے ہیں کہ ہمارے ماں باپ نے ہمارے کون سے حقوق پورے کئے ہیں جو ہم ان کے حقوق پورے کریں۔ اگر ایک اپنے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے تو دوسرا کوتاہی نہ کرے، ہر ایک سے اس کے عمل کی پوچھ ہونی ہے۔

شعب الایمان بیہقی کی حدیث پاک حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ”جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ هَهُنَا غُلَامًا قَدْ احْتَضَرَ يُقَالُ لَهُ قُلٌّ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَلَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَقُولَهَا، قَالَ: أَلَيْسَ قَدْ كَانَ يَقُولُهَا فِي حَيَاتِهِ؟ قَالُوا: بَلَى، قَالَ: فَمَا مَنَعَهُ مِنْهَا عِنْدَ مَوْتِهِ؟ قَالَ: فَهَضَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَهَضْنَا مَعَهُ حَتَّى أَتَى الْغُلَامَ، فَقَالَ: يَا غُلَامُ قُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، قَالَ: لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقُولَهَا، قَالَ: وَلِمَ؟ قَالَ: لِعُقُوقِ وَالِدَتِي، قَالَ: أَحْيَةٌ هِيَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أُرْسِلُوا إِلَيْهَا، فَأُرْسِلُوا إِلَيْهَا فَجَاءَتْ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ابْنُكَ هُوَ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: أَرَأَيْتِ لَوْ أَنَّ نَارًا أُحْسِتُ فِقِيلَ لَكَ: إِنْ لَمْ تَشْفَعِي لَهُ قَدْ فَنَاهُ فِي هَذِهِ النَّارِ، قَالَتْ: إِذَا كُنْتُ أَشْفَعُ لَهُ، قَالَ: فَأَشْهَدِي اللَّهَ، وَأَشْهَدِينَا مَعَكَ بِأَنَّكَ قَدْ رَضِيتِ، قَالَتْ: قَدْ رَضِيتُ عَنْ ابْنِي، قَالَ: يَا غُلَامُ، قُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَقَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ“ ترجمہ: ایک صحابی نبی کریم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص ہے جس کا آخری وقت ہے اور اسے لا الہ الا اللہ پڑھنے کا کہا جاتا ہے تو وہ پڑھ نہیں پاتا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا وہ اپنی حیات میں یہ کلمہ نہیں پڑھتا تھا؟ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کلمہ پڑھتا تھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا تو پھر موت کے وقت کلمہ پڑھنے میں کیا رکاوٹ ہے۔ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے لڑکے کہہ لا الہ الا اللہ۔ اس نے عرض کی مجھ سے یہ نہیں کہا جاتا۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا کیوں نہیں کلمہ پڑھا جاتا؟ اس نے کہا والدہ کی نافرمانی کے سبب۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا کیا وہ زندہ ہے؟ لڑکے نے کہا جی ہاں۔ آپ علیہ السلام نے اس کی والدہ کو بلایا۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا یہ تیرا بیٹا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے اگر آگ کو بھڑکایا جائے اور آپ سے کہا جائے تو کہ اس کو معاف کر دو ورنہ ہم کو اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیں گے تو وہ بولیں اگر میں اس کے لئے شفاعت چاہوں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ سے شفاعت مانگو اور ہم تمہارے ساتھ گواہی دیتے ہیں کہ تو اس سے راضی ہے۔ ماں نے کہا میں اپنے بیٹے سے راضی ہوئی۔ آپ علیہ السلام نے لڑکے سے کہا اے لڑکے کہہ لا الہ الا اللہ۔ اس نے کہا: لا الہ الا اللہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کے لئے حمد جس نے اسے آگ سے بچالیا۔

(شعب الایمان، ہر الوالدین، حدیث جریج العابد فی فضل حفظ قلب الام، جلد 10، صفحہ 290،

مکتبہ الرشید، الرياض)

مسند البزار کی حدیث پاک ہے ”عن سلیمان بن بريدة، عن أبيه، رضي الله



عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا كَانَ فِي الطَّوَافِ حَامِلًا أُمَّهُ يَطُوفُ بِهَا فَسَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ أَدَيْتُ حَقَّهَا؟ قَالَ: لَا، وَلَا بِزُفْرَةٍ وَاحِدَةٍ“ ترجمہ: حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ایک شخص اپنی ماں کو اٹھائے ہوئے طواف کر رہا تھا اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: کیا میں نے ماں کا حق ادا کر دیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں ابھی تو ماں کی ایک تکلیف کا بھی حق ادا نہیں ہوا۔

(مسند البزار، مسند بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ، جلد 10، صفحہ 276، مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة)

والدین کی نافرمانی کی صورتیں:

والدین کی نافرمانی یہ ہے کہ ان سے حسن سلوک نہ کرنا۔ اس نافرمانی کی درج ذیل صورتیں ہیں:

(1) والدین کو اپنے قول، فعل یا کسی سبب سے غمگین کرنا یا انہیں رولانا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں 'عَنْ طَيْسَلَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: بُكَاءُ الْوَالِدَيْنِ مِنَ الْعُقُوقِ وَالْكَبَائِرِ“ ترجمہ: حضرت طیسلہ سے مروی ہے انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا آپ نے فرمایا: والدین کا رونا نافرمانی اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ (الأدب المفرد، باب بکاء الوالدین، صفحہ 25، دار البشائر الإسلامية، بیروت)

(2) والدین کو جھاڑنا، انہیں زجر کرنا، ان پر غصہ کرنا، ان کے آگے آواز بلند کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ﴿وَلَا تَنْهَرُوهُمْ مِمَّا قُلْتُمْ لَهُمْ قَوْلًا كَرِيمًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔

(سورة بنی اسرائیل، سورة 17، آیت 23)

جب جھاڑنا اللہ عزوجل کی نافرمانی ہے تو معاذ اللہ انہیں گالیاں دینا اور انہیں مارنا

کس قدر ناجائز و حرام اور ہلاکت خیز ہے یہ ہر عقل سلیم رکھنے والا سمجھ سکتا ہے۔ آجکل تو ایسے بھی بد بخت ہیں جو والدین کو نہ سرف گالیاں دیتے ہیں بلکہ مارتے بھی ہیں اور بعض واقعات تو ایسے ہیں کہ اولاد نے والدین کو قتل کر دیا۔

(3) غصہ سے ان کی طرف نظر کرنا۔

(4) والدین سے گھر کے کام کاج کروانا، ان سے نوکروں جیسا سلوک کرنا جیسا کہ آجکل بعض نالائق اولاد کرتی ہے کہ والدہ سے گھر کے کام کرواتے ہیں اور والد سے باہر کے سارے کام کروائے جاتے ہیں۔ ہاں اگر والدین صحت مند ہوں اور وہ اپنی خوشی سے ایسے کام کریں تو نافرمانی نہیں لیکن اولاد کو چاہئے کہ جتنا ہو سکے انہیں کام نہ کرنے دیں اور آرام کرنے کی عرض کریں۔

(5) والدہ کے پکائے ہوئے کھانے میں عیب نکالنا۔ اگر کھانا اچھا نہ ہو تو

خاموشی سے کھانا چھوڑ دیا جائے عیب نہ بتائے جائیں، ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی سنت تھی۔ ہاں اگر والدہ سے اس انداز سے کھانے پر کلام کیا جائے کہ ان کی دل آزاری نہ ہو جیسے یوں کہا جائے امی جان کھانا تو صحیح تھا بس تھوڑا نمک زیادہ ہو گیا تھا یا اسی طرح اور ادب والے لہجے میں بات کی جائے تو حرج نہیں ہے۔

(6) جب وہ بات کریں تو چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار ظاہر کرنا اور بغیر سوچے

سمجھے ان کی حق بات کی تردید کرنا بھی نافرمانی ہے۔ جیسے بعض نافرمان کی عادت ہوتی ہے کہ والدین کی بات سن کر کہتے ہیں چھوڑیں آپ پرانے دور کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ ان افعال سے والدین کی دل آزاری ہوتی ہے۔

(7) کسی اہم مسئلہ میں والدین سے مشورہ نہ لینا جیسے بچے یا بچی کی شادی کرنی

تو والدین کو یکسر نظر انداز کرنا، اگر کوئی نیا کام شروع کر رہے ہیں تو والدین سے اس کا تذکرہ نہ کرنا، کہیں سفر میں جانا ہے تو ان کو نہ بتانا اور نہ ان کی اجازت لینا۔ اس طرح کی حرکتوں سے بھی عموماً والدین کی دل آزاری ہوتی ہے۔

(8) بغیر اجازت ان کے کمرے میں داخل ہونا: بعض اپنے کمرے میں کسی کا بغیر اجازت داخل ہونا اچھا نہیں سمجھتے، اگر والدین میں سے کسی کی یہ عادت ہو تو بغیر اجازت اندر داخل نہ ہوں اور اگر وہ اس عمل سے ناراض نہ ہوتے ہوں تو کوئی حرج نہیں۔

(9) دیگر رشتہ داروں سے والدین کی شکایات کرنا، جس سے والدین کو ایذا

ہو۔

(10) والدین کو گالیاں دلوانا: والدین کو گالی دینا ناجائز و نافرمانی تو ہے ہی لیکن کسی کے والدین کو گالی دے کر اپنے والدین کو گالیاں دلوانا بھی نافرمانی ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث پاک ہے "عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ" ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کبیرہ گناہوں میں سے ہے آدمی کا اپنے والدین کو گالی دینا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا کوئی اپنے والدین کو گالی دیتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں۔ جب وہ کسی دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ جب وہ کسی دوسرے کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ جو اب اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الکبائر واکبرہا، جلد 1، صفحہ 92، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(11) گھر میں ایسی چیز لانا جو والدین پر ناگوار گزرے جیسے گانے باجے لگانا، کتاب لانا اور ایسے شوقیا جانور یا اور چیز لانا جنہیں والدین ناپسند کرتے ہوں۔ جیسے دیندار طبقہ گانے باجوں، بلاوجہ کتاب پالنے کو پسند نہیں کرتا، اب اولاد کا گھر میں ایسا کرنا ایک تو ویسے ہی ناجائز ہے، اب والدین کی نافرمانی کا وبال بھی ہے۔

(12) والدین کے سامنے کوئی خلاف شرع فعل کرنا جیسے ان کے سامنے فلمیں ڈرامے دیکھنا، شراب پینا یا اور کوئی ناجائز فعل کرنا یا فعل جائز ہی ہو لیکن والدین ناپسند کرتے ہوں وہ کرنا جیسے سگریٹ، پان، نسوار وغیرہ کا استعمال کرنا نافرمانی ہے۔

(13) زوجہ کی اطاعت کو والدین کی اطاعت پر مقدم رکھنا۔ جو بیوی کا غلام ہو وہ والدین کا فرمانبردار ہو یہ بہت مشکل ہے۔ ایک بات زوجہ نے کہی اور ایک والدہ نے کہی تو زوجہ کی بات پر عمل پیرا ہونا والدہ کی نافرمانی ہے۔

(14) والدین سے الگ تھلگ رہنا، جب والدین کو حاجت ہو تو کام نہ آتا۔ یہ مسئلہ تو گھر گھر میں ہے جب بیٹے کی شادی ہو جاتی ہے وہ یا تو الگ گھر میں منتقل ہو جاتا ہے اور کئی کئی دنوں تک والدین کا دیدار بھی نہیں کرتا، والدین کو کوئی کام ہو تو نہ کرنے کے بہانے کرتا ہے۔

(15) بچل کرنا: جب والدین کو پیسوں کی حاجت ہو تو بچل سے کام لینا یا تو دینا ہی نہ اور کم آمدنی کا رونا رونا یا دینا تو تھوڑے بہت دے دینا جو ان کی حاجت کو پورا نہ کر سکیں، جبکہ بیوی اور اولاد پر کھلے دل سے خرچ کرنا۔

(16) والدین کے مرنے کی تمنا کرنا: والدین میں سے اگر کوئی صاحب جائیداد

ہو تو یہ تمنا کرنا کہ یہ مر جائے تاکہ ہمیں وراثت میں مال مل جائے۔ یہ بڑی سوچ تو آئے دن دیکھنے سننے کو ملتی ہے۔

(17) باپ کی زندگی میں ہی ان سے حصہ مانگنا: بعض دفعہ اولاد والدین کی زندگی میں ہی ان سے حصہ مانگتی ہے جو والدین کے لئے بہت تکلیف دہ بات ہوتی ہے۔ جس گھر کو انہوں نے بڑی محبت و محنت سے بنایا ہوتا ہے آج اسے بیچنے کا کہا جاتا ہے اور اولاد بڑے رعب سے کہتی ہے ہمیں ہمارا حصہ دو جبکہ شرعی طور پر جب والدین زندہ ہوں تو اولاد کا حصہ ان کی جائیداد میں ہرگز نہیں بنتا۔ حصہ تب بنتا ہے جب والدین فوت ہو جائیں زندگی میں والدین خود مالک ہیں۔

(18) بوڑھے والدین کو اولاد ہاوس چھوڑ آنا والدین کی ایسی نافرمانی ہے جو ہو سکتا ہے دن میں کئی مرتبہ ہوتی ہو، جب بھی والدین اپنے بچوں کی اس حرکت کو سوچتے ہوں گے تو ان کی دل دکھتا ہوگا۔

(19) والدین کا وہ جائز حکم نہ ماننا جس کے پورا نہ ہونے پر والدین کی دل آزاری ہو مثلاً والدین کہیں فلاں چیز پکڑا دو، فلاں کام کرو لیکن اولاد نہ کرے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”پان کھانا نہ سنت ہے نہ مستحب صرف مباح ہے، ہاں بعض عوارض خارجیہ کے باعث مستحب ہو سکتا ہے جیسے نہ کھانے میں میزبان کی دل شکنی ہو یا بوسہ زوجہ کے لئے منہ کو خوشبودار کرنے کی نیت سے بلکہ واجب بھی جیسے ماں باپ حکم دے اور نہ ماننے میں اس کی ایذا ہو، یونہی عارض کے سبب مکروہ بھی ہو سکتا ہے جیسے تلاوت قرآن مجید میں بلکہ حرام بھی جیسے نماز میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 558، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یہ یاد رہے کہ والدین اگر خلاف شرع کام کرنے کا حکم دیں تو ان کی پیروی کرنا ناجائز ہے جیسے والدین کہیں نمازیں نہ پڑھو، روزے نہ رکھو، واڑھی منڈ والو، سود کی نوکری کرو وغیرہ تو ایسے موقع پر والدین کی بات ماننا ناجائز ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ شریعت کا حکم مانا جائے، اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی اطاعت والدین کی اطاعت سے بڑھ کر ہے۔ صحیح بخاری شریف کی حدیث پاک ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ" ترجمہ: گناہ میں اطاعت نہیں، اطاعت نیک کاموں میں ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب اخبار الآحاد، باب ما جاء في إجازة خير الواحد الصدوق في الأذان والصلاة والصوم والفرائض والأحكام، جلد 8، صفحہ 88، دار طوق النجاة، مصر)

والدین اگر ظالم یا گناہوں میں ملوث ہوں تب بھی جائز معاملات میں انکی اطاعت کی جائے گی۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "اطاعت والدین جائز باتوں میں فرض ہے اگرچہ وہ خود مرتکب کبیرہ ہوں، ان کے کبیرہ کا وبال ان پر ہے مگر اس کے سبب یہ امور جائزہ میں ان کی اطاعت سے باہر نہیں ہو سکتا ہاں اگر وہ کسی ناجائز بات کا حکم کریں تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں" لا طاعة لاحد في معصية الله تعالى "اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔ ماں باپ اگر گناہ کرتے ہوں ان سے بہ نرمی و ادب گزارش کرے اگر مان لیں بہتر ورنہ سختی نہیں کر سکتا بلکہ غیبت میں ان کے لئے دعا کرے۔ اور ان کا جاہلانہ جواب دینا کہ یہ تو ضرور کروں گا یا توبہ سے انکار کرنا دوسرا سخت کبیرہ ہے مگر مطلقاً کفر نہیں جب تک حرام قطعی کا حلال جاننا یا حکم شرع کی توہین کے طور پر نہ ہو، اس سے بھی جائز باتوں میں ان کی اطاعت منع نہ کی جائیگی ہاں اگر معاذ اللہ یہ انکار بروجہ کفر ہو تو وہ مرتد ہو جائیں گے اور مرتد کے لئے مسلمان پر کوئی حق نہیں۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 157، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

## والدین کی نافرمانی کے اسباب

آج کل اولاد والدین کی نافرمان کیوں ہے؟ اس کے کئی اسباب ہیں جن میں چند اسباب والدین کی اپنی کوتاہیاں ہیں۔ عام طور پر والدین اپنی کوتاہیوں کو نہیں دیکھتے اور سارا الزام اولاد ہی پر ڈالتے ہیں حالانکہ اولاد کے نافرمان ہونے میں والدین کا اپنا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ لیکن اولاد ایک بات ذہن نشین رکھے کہ اگرچہ والدین کی کوتاہیاں ہوں لیکن اولاد کے لئے کسی صورت والدین کی نافرمانی کرنے کی اجازت نہیں۔ اولاد سے ان کے اعمال کی پوچھ ہونی ہے اور والدین سے ان کے اعمال کی۔ والدین کی نافرمانی کے اسباب درج ذیل ہیں:

(1) جہالت: جو شخص جاہل ہو وہ اپنے آپ کا دشمن ہے۔ والدین کی نافرمانی کا ایک سبب جہالت ہے کہ جاہل شخص کو والدین کی شان و عظمت کا پتہ نہیں ہوتا ہے اور ان کی نافرمانی کے وبال کو نہیں جانتا۔

(2) بری صحبت: جو شخص بُری صحبت میں بیٹھتا ہو گا جہاں ہر کوئی والدین کا نافرمان ہو گا تو ایسے لوگوں کے اثرات دوسروں پر مرتب ہوتے ہیں۔ اگر نیک لوگوں میں بیٹھے گا تو والدین کے حقوق پر قرآن و احادیث کی باتیں سن کر پیروی کا جذبہ بنے گا۔

(3) والدین کا اولاد کی اچھی تربیت نہ کرنا: والدین اگر اولاد کی دینی تربیت نہ کریں گے، دینی علم حاصل نہ کروائیں گے، ان کے سامنے اچھے اخلاقیات کا مظاہرہ نہیں کریں گے، بڑوں کا ادب نہیں کریں گے تو اولاد میں بھی اطاعت کی کمی ہوگی۔

(4) والدین کا اولاد کو رزق حلال نہ کھلانا: جس اولاد کے لئے حلال و حرام کی

تمیز نہ کی ہو وہ، حرام کے لقمے اس کے پیٹ میں ڈالے ہوں تو اولاد پر اس حرام کے اثرات آئیں گے اور حرام کمانے اور کھانے کا جہاں دنیا و آخرت میں وبال دیکھنے کو ملے گا وہیں اولاد کی نافرمانی بھی دیکھنے کو مل سکتی ہے۔

(5) والدین کا اپنے والدین کی نافرمان ہونا: جس شخص نے اپنے والدین کی نافرمانی کی ہوگی یا تو اس کی اولاد بھی نافرمان ہوگی جو کوا کثر دیکھا بھی گیا ہے یا دنیا میں آزمائش و مشکلات میں گرفتار رہے گا۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں ”عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: كُلُّ الذُّنُوبِ يُؤَخِّرُ اللَّهُ مَا شَاءَ مِنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا عُقُوقَ الْوَالِدَيْنِ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُعَجِّلُهُ لِصَاحِبِهِ فِي الْحَيَاةِ قَبْلَ الْمَمَاتِ“ ترجمہ: ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے ہیں: ہر گناہ جسے اللہ عزوجل چاہے قیامت تک موخر رکھتا ہے مگر والدین کی نافرمانی کو، اللہ عزوجل اس کی سزا اسے اس کی موت سے پہلے دیتا ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلة، جلد 4، صفحہ 172، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(6) ماں باپ میں طلاق واقع ہونا: جب میاں بیوی میں طلاق واقع ہو جائے تو الزام تراشیاں عام ہو جاتی ہیں۔ ماں اولاد کو باپ کے خلاف کرتی ہے، تو باپ ماں کے خلاف کرتا ہے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اولاد دونوں سے بیزار ہو جاتی ہے۔

اگر طلاق کے بعد بچہ والدہ کے پاس رہے تو عموماً والدہ اسے سو فیصد اپنے والد سے بدظن کرنی کی کوشش کرتی ہے تاکہ بچہ ماں کو چھوڑ کر باپ کے پاس نہ جائے اور عمومی طور پر بچہ والد سے نفرت کرتا ہے۔



(7) نیک کاموں میں اولاد سے تعاون نہ کرنا: جو والدین اولاد کے نیک کاموں میں ان کا تعاون نہیں کریں گے اولاد ان کی بے عملی سے بدظن ہوگی۔ اگر والدین معاذ اللہ یہ سوچ رکھیں گے کہ ہمارا بچہ کہیں مولوی نہ بن جائے، کہیں داڑھی نہ رکھ لے، اگر یہ مولوی بن گیا تو اس کا دنیاوی مستقبل معاذ اللہ تباہ ہو جائے گا۔ اگر بیٹا داڑھی رکھ لے تو اس کی داڑھی منڈوانے کو کوشش کرنا، اولاد کو بلیک میل کرنا کہ والدین کا کہا ماننا تمہارے اوپر لازم ہیں، ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ داڑھی منڈوالو وغیرہ۔ اگر والدین کی ایسی سوچ ہوگی تو وہ کیسے اولاد سے اچھے کی توقع کر سکتے ہیں؟

(8) اولاد میں برابری نہ رکھنا: اگر اولاد میں برابری نہ کی جائے، ایک بچے کی محبت میں دیگر اولاد کے حقوق تلف کئے جائیں، بیٹیوں کی بہ نسبت بیٹوں کو زیادہ پیار کریں، اگر تحفہ دینا ہو تو صرف ایک کو دیں بقیہ کو محروم رکھیں، اس طرح کی باتیں اولاد کو والدین کے فرمانبرداری سے دور کرتی ہیں۔

شریعت مطہرہ کی رو سے باپ اگر اولاد کو تحفہ دے یا زندگی میں اپنی جائیداد تقسیم کرے تو اسے چاہئے کہ سب اولاد کو برابر دے، بیٹوں اور بیٹیوں میں برابری رکھے۔ مسلم شریف کی حدیث پاک ہے کہ جب حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر ان کے والد صاحب نے کچھ مال صدقہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پر گواہ بنانے کے لئے حاضر ہوئے تو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "أَفَعَلْتَ هَذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: اتَّقُوا اللَّهَ، وَاعْدِلُوا فِي أَوْلَادِكُمْ" ترجمہ: کیا تم نے ایسا تمام اولاد کو دیا ہے؟ اس نے کہا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں عدل کرو۔

(صحیح مسلم، کتاب الہبہ، باب کراہۃ تفضیل بعض الاولاد فی الہبہ، جلد 3، صفحہ 1242، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(9) والدین کا بہو سے اچھا سلوک نہ کرنا: اگر والدین خصوصاً والدہ بیٹے کی بیوی سے بات بات پر بلاوجہ لڑائی جھگڑا کرتی رہی گی تو بیٹا اطاعت پر ثابت قدم نہیں رہ پائے گا۔ بیٹا دو چار مرتبہ بیوی کو قصور وار ٹھہرائے گا لیکن کب تک آخر کار والدین کو بھی قصور وار کہے گا۔ یوں رفتہ رفتہ عقیدت و احترام کم ہوتا جائے گا اور نافرمانیوں کا ایک لمبا سلسلہ جاری ہو جائے گا۔

اولاد کو فرمانبردار بنانے اور نافرمانی سے بچانے کا علاج

اگر والدین چاہتے ہیں کہ اولاد ہماری فرمانبردار ہو تو اوپر بیان کئے گئے اسباب کو ذہن نشین رکھتے ہوئے ان اسباب سے خود کو بچائیں۔ المعجم الاوسط کی حدیث پاک ہے ”عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَرُّوْا آبَاءَكُمْ تَبْرُكُكُمْ أَبْنَاؤُكُمْ، وَعَفْوُكُمْ نِسَاؤُكُمْ“ ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے والدین سے حسن سلوک کرو تمہاری اولاد تم سے حسن سلوک کرے گی اور پاک دامن رہو تمہاری عورتیں بھی پاک دامن رہیں گی۔ (المعجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ احمد، جلد 1، صفحہ 299، دار الحرمین، القاہرہ)

موجودہ دور میں سب سے بہتر یہ طریقہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو والدین جس بیٹے کی شادی کرتے جائیں اسے علیحدہ کرتے جائیں، دیکھا گیا ہے جو بیٹے شادی کے فوراً بعد الگ ہو جاتے ہیں وہ والدین کے فرمانبردار رہتے ہیں اور ساس بہو کا رشتہ بھی ادب و احترام والا رہتا ہے۔ اگر اکٹھے رہتے رہیں تو گھر کے لڑائی جھگڑوں سے تنگ آ کر بیٹا الگ ہو جائے تو فرمانبردار نہیں رہتا۔

اگر والدین بیٹے کو الگ نہیں کرتے اور نہ ہی الگ ہونے کی اجازت دیتے ہیں تو

بیٹے کے لئے شرعاً درست نہیں کہ وہ والدین کی نافرمانی کرتے ہوئے الگ ہو جائے بلکہ والدین کو راضی کر کے علیحدگی کرے اور بعد میں ان کے حقوق پورے کرتا رہے گا ہے لگا ہے ان سے ملتا رہے۔

اسی طرح والدہ کو چاہئے کہ غیر عورتوں کا گھر میں آنا جانا نہ رکھے۔ جس گھر میں محلے کی عورتوں یا سہیلیوں کا آنا جانا بہ کثرت ہوگا اس گھر میں امن کا ہونا بہت مشکل ہے۔ عورتیں لگائی بچھائی کر کے ساس بہو کو لڑواتی رہتی ہیں۔

جنہوں نے والدین کے حقوق تلف کئے ہیں وہ کیا کریں؟

جنہوں نے والدین کے حقوق تلف کئے ہیں اور اب توبہ کرنا چاہتے ہیں تو ان کے متعلق حکم یہ ہے کہ اگر والدین فوت ہو چکے ہیں تو رب تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں پر توبہ کریں اور والدین کے لئے استغفار کریں، ان کے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کریں، ان کا قرض ادا کریں، لوگوں کے والدین کو گالیاں دے کر اپنے والدین کو گالیاں نہ دلوائیں۔ اگر والدین زندہ ہیں تو فوراً توبہ کے بعد ان سے معافی مانگیں اور انہیں آئندہ خوش رکھیں۔ حاکم المستدرک کی حدیث پاک ہے "عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي جِئْتُ أَبَايُكَ عَلَى الْهَجْرَةِ وَتَرَكْتُ أَبَوَيَّ يَسْكِيَانِ، قَالَ: فَارْجِعْ إِلَيْهِمَا فَأُضِحْهُمَا كَمَا أَبْكَيتَهُمَا" ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک صحابی حاضر ہوئے اور عرض کی میں آپ سے ہجرت پر بیعت کرنے کے لئے آیا ہوں اور اپنے والدین کو روتا چھوڑ آیا ہوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا واپس جاؤ اور انہیں ہنساؤں جس طرح انہیں رولا یا ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلۃ، جلد 4، صفحہ 168، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

ماں باپ کو گالیاں دلوانا صرف اس کے ساتھ خاص نہیں کہ کسی کے ماں باپ کو گالیاں دی جو اب اس نے اس کے والدین کو گالیاں دیں بلکہ ایک اور صورت آج کل دیکھنی کو ملتی ہے کہ شوہر بیوی کو اتنے چھوٹ دے دیتا ہے کہ وہ اٹھتے بیٹھتے شوہر کے والدین کے بُرا بھلا کہتی رہتی ہے اور شوہر خاموش سنتا رہتا ہے۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ بیوی کے ساتھ ساتھ بیوی کے میکے والے بھی شوہر کے والدین کو منہ پر بُرا کہتے اور گالیاں دیتے ہیں اور شوہر بے شرموں کی طرح سنتا رہتا ہے۔

والدین ظالم بھی ہوں تب بھی شوہر کو چاہئے کہ بیوی کو شہ نہ دے بلکہ صبر کرنے کا کہے۔ بیوی کو بھی والدین کے خلاف زبان درازی کرنے سے روکے۔ سرال والوں میں کوئی ایک پہلی مرتبہ والدین کے خلاف گالی گلوچ کرے اسی وقت انہیں روک دے ورنہ آئندہ بھی یہ گالیوں کا سلسلہ جاری رہے گا۔

### اولاد کے حقوق

جس طرح شرع نے اولاد پر والدین کے حقوق مرتب کئے ہیں اسی طرح والدین پر بھی اولاد کے حقوق لازم کئے ہیں۔ شعب الایمان میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک شخص سے فرمایا ”أَدِّبِ ابْنِكَ، فَإِنَّكَ مَسْئُولٌ عَنْ وِلْدِكَ، مَاذَا أَدَّبْتَهُ؟ وَمَاذَا عَلَّمْتَهُ، وَإِنَّهُ مَسْئُولٌ عَنْ بَرِّكَ وَطَوَاعِيَّتِهِ لَكَ“ ترجمہ: اپنے بیٹے کو ادب سکھاؤ کیونکہ تجھ سے اس کے متعلق پوچھ ہوگی کہ تم نے اسے کیا ادب سکھایا اور کیا علم سکھایا اور تمہارے بیٹے سے والد کے ساتھ حسن سلوک کی متعلق پوچھ ہوگی۔

(شعب الایمان، حقوق الاولاد والاہلین، جلد 11، صفحہ 135، مکتبۃ الرشید، ریاض)

عموماً دیکھا گیا ہے کہ بگڑی ہوئی اولاد کے والدین اس کی ذمہ داری ایک دوسرے پر عائد کر کے خود کو بری الذمہ سمجھتے ہیں جبکہ تربیت صرف ماں یا محض باپ کی نہیں بلکہ دونوں کی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت کڑے (طاقتور) فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔ (سورۃ التحریم، سورۃ 66، آیت 6)

اس آیت کی تفسیر میں درمنثور میں ہے ”عن زید بن أسلم قال تلا رسول الله صلى الله عليه وسلم هذه الآية ﴿قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ نَقِي أَهْلَنَا نَارًا قَالَ: تَأْمُرُونَهُمْ بِمَا يُحِبُّهُ اللَّهُ وَتَنْهَوْنَهُمْ عَمَّا يَكْرَهُ اللَّهُ“ ترجمہ: حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے تلاوت کی تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! ہم اپنے اہل و عیال کو آتش جہنم سے کس طرح بچا سکتے ہیں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے اہل و عیال کو ان چیزوں کا حکم دو جو اللہ عزوجل کو محبوب ہیں اور ان کاموں سے روکو جو رب تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔

(الدر المنثور، جلد 8، صفحہ 225، دار الفکر، بیروت)

آجکل کئی والدین سمجھتے ہیں کہ ہم پر اولاد کے کوئی حقوق نہیں ہم جو مرضی کریں بس اولاد کو ہماری اطاعت کرنی چاہئے۔ اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا ”کیا فرماتے ہیں

علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو قطع رحم اپنی اولاد سے رکھنا اس کی بیماری میں اس کی عیادت و نان نفقہ کی خبر و علاج و معالجہ کی تدبیر نہ کرنا اور بعد مر جانے کے سامان تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہونا اور کفن وغیرہ غیر شخص کا اللہ نام دینا حتی المقدور اپنے پاس ہوتے ہوئے یہ برتاؤ اپنی اولاد سے کرنا، ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے؟ چونکہ یہ شخص علم فقہ و حدیث سے بھی واقفیت رکھتے ہیں اور پند و وعظ کو بھی لوگوں کو کہا کرتے ہیں مگر اپنا عمل خلاف شرع آتا ہے ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے؟ اس کا جواب باصواب مع حدیث فقہ و آیت کلام کے تحریر فرمائیں خدا تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔“

جواب آپ فرماتے ہیں: ”اگر اس کا نفقہ شرعاً باپ پر لازم تھا مثلاً نابالغ بچہ یا لڑکی جس کی شادی نہ ہوئی یا جوان لڑکا کہ کچھ کمانے پر قادر نہیں اس کو نفقہ نہ دیا تو سخت شدید گناہ میں مبتلا ہے، اور اگر شرعاً اس کا نفقہ باپ پر نہ تھا مثلاً لڑکی کہ شوہر والی یا جوان لڑکا کمائی پر قادر ہے تو اسے نفقہ نہ دینے میں کچھ گناہ نہیں اور علاج و دوا تو کسی پر واجب نہیں خود اپنی واجب نہیں اور اولاد اگر حقوق کرے اور باز نہ آئے یا معاذ اللہ بندہ بھ ہو جائے اور باپ اسے چھوڑ دے تو یہ قطع رحم اس کی اولاد کی طرف سے ہے باپ کی طرف سے نہیں، وبال اولاد پر ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک لفظ کے سبب اپنے ایک صاحبزادے سے عمر بھر کلام نہ فرمایا، حضرت مولوی معنوی قدس سرہ شریف کے ایک صاحبزادے نے حضرت شمس تبریز قدس سرہ العزیز کی شان میں گستاخی کی، ان کے مرنے پر مولوی بیٹے کے جنازے میں شریک نہ ہوئے۔ ہاں اگر اولاد کا قصور نہیں تو باپ پر قطع رحم کا وبال عظیم ہے، کفن نہ دینے کی وہی دو صورتیں ہیں جو نفقہ میں تھیں، اگر اس کا نفقہ باپ پر تھا اور اس نے کفن نہ دیا گناہگار ہوا اور نہ تھا تو کفن نہ دینے کا کچھ الزام نہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 348، ررضانا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک جگہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اللہ عزوجل نے اگرچہ والد کا حق ولد پر نہایت اعظم بتایا یہاں تک کہ اپنے حق کے برابر اس کا ذکر فرمایا کہ ﴿وَإِنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ﴾ حق ماں میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ مگر ولد کا حق بھی والد پر عظیم رکھا ہے کہ ولد مطلق اسلام، پھر خصوص جوار، پھر خصوص قرابت، پھر خصوص عیال، ان سب حقوق کا جامع ہو کر سب سے زیادہ خصوصیت خاصہ رکھتا ہے، اور جس قدر خصوص بڑھتا جاتا ہے حق اشد و آگد ہوتا جاتا ہے۔

علمائے کرام اپنی کتب جلیلہ مثل احياء العلوم وعین العلوم ومدخل وکیمیائے سعادت و ذخیرۃ المملوک وغیرہا میں حقوق ولد سے نہایت مختصر طور پر کچھ تعرض فرمایا مگر میں صرف احادیث مرفوعہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توجہ کرتا ہوں فضل الہی جل و علا سے امید کہ فقیر کی یہ چند حرفی تحریر ایسی نافع و جامع واقع ہو کہ اس کی نظیر کتب مطولہ میں نہ ملے اس بارہ میں جس قدر حدیثیں بحمد اللہ تعالیٰ اس وقت میرے حافظہ و نظر میں ہیں انہیں بالتفصیل مع تخریجات لکھے تو ایک رسالہ ہوتا ہے اور غرض صرف افادہ احکام لہذا سردست فقط وہ حقوق کہ یہ حدیثیں ارشاد فرما رہی ہیں کمال تلخیص و اختصار کے ساتھ شمار کروں، وباللہ التوفیق:

(1) سب سے پہلا حق وجود اولاد سے بھی پہلے یہ ہے کہ آدمی اپنا نکاح کسی رذیل کم قوم سے نہ کرے کہ بڑی رگ ضرور رنگ لاتی ہے۔

(2) دیندار لوگوں میں شادی کرے کہ بچہ پرانا ناداموں کی عادات کا بھی اثر پڑتا ہے۔

(3) زنگیوں حبشیوں میں قرابت نہ کرے کہ ماں کا سیاہ رنگ بچہ کو بدنامہ کر دے۔

(4) جماع کی ابتداء بسم اللہ سے کرے ورنہ بچہ میں شیطان شریک ہو جاتا ہے۔

(5) اس وقت شرمگاہ زن پر نظر نہ کرے کہ بچہ کے اندھے ہونے کا اندیشہ ہے۔

(6) زیادہ باتیں نہ کرے کہ گونگے یا توتلے ہونے کا خطرہ ہے۔

(7) مردوزن کپڑا اوڑھ لیس جانوروں کی طرح برہنہ نہ ہوں کہ بچہ کے بے حیا ہونے کا اندیشہ ہے۔

(8) جب بچہ پیدا ہو فوراً سیدھے کان میں اذان بائیں میں تکبیر کہے کہ خلل شیطان وام الصبیان سے بچے۔

(9) چھوہارا وغیرہ کوئی میٹھی چیز چبا کر اس کے منہ میں ڈالے کہ حلاوت اخلاق کی فال حسن ہے۔

(10) ساتویں اور نہ ہو سکے تو چودھویں ورنہ اکیسویں دن عقیقہ کرے، دختر کے لئے ایک پسر کے لئے دو کہ اس میں بچے کا گویا رہن سے چھڑانا ہے۔

(11) ایک ران دانی کو دے کہ بچہ کی طرف سے شکرانہ ہے۔

(12) سر کے بال اُتروائے۔

(13) بالوں کے برابر چاندی تول کر خیرات کرے۔

(14) سر پر زعفران لگائے۔



(15) نام رکھے یہاں تک کہ بچے کا بھی جو کم دنوں کا گر جائے ورنہ اللہ عزوجل کے یہاں شاکی ہوگا۔

(16) برانا نام نہ رکھے کہ بدقال بد ہے۔

(17) عبد اللہ، عبد الرحمن، احمد، حامد وغیرہ باعبادت و حمد کے نام یا انبیاء و اولیاء یا اپنے بزرگوں میں جو نیک لوگ گزرے ہوں ان کے نام پر نام رکھے کہ موجب برکت ہے خصوصاً نام پاک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ اس مبارک نام کی بے پایاں برکت بچے کے دنیا و آخرت میں کام آتی ہے۔

(18) جب محمد نام رکھے تو اس کی تعظیم و تکریم کرے۔

(19) مجلس میں اس کے لئے جگہ چھوڑے۔

(20) مارنے یا کہنے میں احتیاط رکھے۔

(21) جو مانگے بروجہ مناسب دے۔

(22) پیار میں چھوٹے لقب بے قدر نام نہ رکھے کہ پڑا ہوا نام مشکل سے

چھوٹتا ہے۔

(23) ماں خواہ نیک دایہ نمازی صالحہ شریف القوم سے دو سال تک دودھ

پلائے۔

(24) رذیل یا بد افعال عورت کے دودھ سے بچائے کہ دودھ طبیعت کو بدل

دیتا ہے۔

(25) بچے کا نفقہ اس کی حاجت کے سب سامان مہیا کرنا خود واجب ہے جن

میں حفاظت بھی داخل۔

(26) اپنے حوائج و ادائے واجبات شریعت سے جو کچھ بچے اس میں عزیزوں

قربوں محتاجوں غریبوں سب سے پہلے حق عیال و اطفال کا ہے جو ان سے بچے وہ اوزوں کو پہنچے۔

(27) بچہ کو پاک کمائی سے روزی دے کہ ناپاک مال ناپاک ہی عادتیں

ڈالتا ہے۔

(28) اولاد کے ساتھ تنہا خوری نہ برتے بلکہ اپنی خواہش کو ان کی خواہش کے

تابع رکھے جس اچھی چیز کو ان کا جی چاہے انہیں دے کر ان کے طفیل میں آپ بھی کھائے زیادہ نہ ہو تو انہیں کو کھلائے۔

(29) خدا کی ان امانتوں کے ساتھ مہر و لطف کا برتاؤ رکھے۔ انہیں پیار کرے

بدن سے لپٹائے کندھے پر چڑھائے۔

(30) ان کے ہنسنے کھیلنے بہلنے کی باتیں کرے ان کی دلجوئی، دلداری، رعایت

و محافظت ہر وقت حتیٰ کہ نماز و خطبہ میں بھی ملحوظ رکھے۔

(31) نیامیوہ پھل پہلے انہیں کودے کہ وہ بھی تازے پھل ہیں نئے کو

نیامناسب ہے۔

(32) کبھی کبھی حسب ضرورت انہیں شیرینی وغیرہ کھانے، پہننے، کھیلنے کی

اچھی چیز کہ شرعاً جائز ہے دیتا رہے۔

(33) بہلانے کے لئے جھوٹا وعدہ نہ کرے بلکہ بچے سے بھی وعدہ وہی

جائز ہے جس کو پورا کرنے کا قصد رکھتا ہو۔

(34) اپنے چند بچے ہوں تو جو چیز دے سب کو برابر و یکساں دے، ایک

کو دوسرے پر بے فضیلت دینی ترجیح نہ دے۔

(35) سفر سے آئے تو ان کے لئے کچھ تحفہ ضرور لائے۔

(36) بیمار ہوں تو علاج کرے۔

(37) حتی الامکان سخت و موذی علاج سے بچائے۔

(38) زبان کھلتے ہی اللہ اللہ پھر پورا کلمہ لا الہ الا اللہ بھر پور کلمہ طیبہ سکھائے۔

(39) جب تمیز آئے ادب سکھائے کھانے، پینے، ہنسنے، بولنے، اٹھنے، بیٹھنے،

چلنے، پھرنے، حیا، لحاظ، بزرگوں کی عظیم، ماں باپ، استاذ اور دختر کو شوہر کے بھی اطاعت کے طرق و آداب بتائے۔

(40) قرآن مجید پڑھائے۔

(41) استاذ نیک، صالح، متقی، صحیح العقیدہ، سن رسیدہ کے سپرد کر دے، اور دختر

کو نیک پار ساعورت سے پڑھوائے۔

(42) بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔

(43) عقائد اسلام و سنت سکھائے کہ لوح سادہ فطرت اسلامی و قبول حق پر

مخلوق ہے اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہوگا۔

(44) حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم ان کے دل

میں ڈالے کہ اصل ایمان و عین ایمان ہے۔

(45) حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آل و اصحاب و اولیاء و علماء کی محبت

و عظمت تعلیم کرے کہ اصل سنت و زیور ایمان بلکہ باعث بقائے ایمان ہے۔

(46) سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کر دے۔

(47) علم دین خصوصاً وضو، غسل، نماز و روزہ کے مسائل توکل، قناعت، زہد، اخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، سلامتِ صدور و لسان و غیرہ خوبیوں کے فضائل حرص و طمع، حب دنیا، حب جاہ، ریا، عجب، تکبر، خیانت، کذب، ظلم، نخس، غیبت، حسد، کینہ و غیرہ برائیوں کے رذائل پڑھائے۔

(48) پڑھانے سکھانے میں رفیق و نرمی ملحوظ رکھے۔

(49) موقع پر چشم نمائی تنبیہ تہدید کرے مگر کوسنا نہ دے کہ اس کا کوسنا ان کے لئے سبب اصلاح نہ ہوگا بلکہ اور زیادہ افساد کا اندیشہ ہے۔

(50) مارے تو منہ پر نہ مارے۔

(51) اکثر اوقات تہدید و تحویف پر قانع رہے کوڑا چھی اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رعب رہے۔

(52) زمانہ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی کہ طبیعت نشاط پر باقی رہے۔

(53) مگر زہار زہار زہار بڑی صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یارِ بد مارِ بد سے بدتر ہے۔

(54) نہ ہرگز ہرگز بہادر دانش، مینا بازار، مثنوی غنیمت و غیرہ کتب عشقیہ

وغزلیات فسقیہ دیکھنے دے کہ نرم لکڑی جدھر جھکائے جھک جاتی ہے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ لڑکیوں کو سورہ یوسف شریف کا ترجمہ نہ پڑھایا جائے کہ اس میں مکر زنان کا ذکر فرمایا ہے، پھر بچوں کو خرافات شاعرانہ میں ڈالنا کب بجا ہو سکتا ہے۔

(55) جب دس برس کا ہو نماز مار کر پڑھائے۔

(56) اس عمر سے اپنے خواہ کسی کے ساتھ نہ سلانے جدا بچھونے جدا پلنگ

پر اپنے پاس رکھے۔

(57) جب جوان ہو شادی کر دے، شادی میں وہی رعایت قوم و دین و سیرت

و صورت ملحوظ رکھے۔

(58) اب جو ایسا کام کہنا ہو جس میں نافرمانی کا احتمال ہو اسے امر و حکم کے

صیغہ سے نہ کہے بلکہ برفق و نرمی بطور مشورہ کہے کہ وہ بلائے عقوق میں نہ پڑ جائے۔

(59) اسے میراث سے محروم نہ کرے جیسے بعض لوگ اپنے کسی وارث کو نہ

پہنچنے کی غرض سے کل جائداد دوسرے وارث یا کسی غیر کے نام لکھ دیتے ہیں۔

(60) اپنے بعد مرگ بھی ان کی فکر رکھے یعنی کم سے کم دو تہائی ترکہ چھوڑ جائے

ثلث سے زیادہ خیرات نہ کرے۔

یہ ساٹھ 60 حق تو پسر و دختر سب کے ہیں بلکہ دو حق اخیر میں سب وارث

شریک، اور خاص پسر کے حقوق سے ہے کہ اسے لکھنا، پیزنا، سپہ گزی سکھائے۔ سورہ مائدہ

کی تعلیم دے۔ اعلان کے ساتھ اس کا ختنہ کرے۔ خاص دختر کے حقوق سے ہے کہ اس

کے پیدا ہونے پر ناخوشی نہ کرے بلکہ نعمت الہیہ جانے، اسے سینا پرونا کاتنا کھانا پکانا

سکھائے، سورہ نور کی تعلیم دے، لکھنا ہرگز نہ سکھائے کہ احتمال فتنہ ہے، بیٹیوں سے زیادہ

دلجوئی رکھے کہ ان کا دل بہت تھوڑا ہوتا ہے، ڈینے میں انہیں اور بیٹیوں کو کانٹے کی تول

برابر رکھے، جو چیز دے پہلے انہیں دے کر بیٹیوں کو دے، نو برس کی عمر سے نہ اپنے پاس

سلائے نہ بھائی وغیرہ کے ساتھ سونے دے، اس عمر سے خاص نگہداشت شروع کرے،

شادی برات میں جہاں گانا ناچ ہو ہرگز نہ جانے دے اگرچہ خاص اپنے بھائی کے یہاں

ہو کہ گانا سخت سنگین جادو ہے اور ان نازک شیشوں کو تھوڑی ٹھسین بہت ہے، بلکہ ہنگاموں

میں جانے کی مطلق بندش کرے گھر کو ان پر زنداں کر دے بالا خانوں پر نہ رہنے دے،

گھر میں لباس و زیور سے آراستہ کرے کہ پیامِ رغبت کے ساتھ آئیں، جب کفو ملے نکاح میں دیر نہ کرے، حتی الامکان بارہ برس کی عمر میں بیاہ دے، زہار کسی فاسق فاجر خصوصاً بد مذہب کے نکاح میں نہ دے۔

یہ اسی حق (80) ہیں کہ اس وقت کی نظر میں احادیث مرفوعہ سے خیال میں آئے ان میں اکثر تو مستحبات ہیں جن کے ترک پر اصلاً مواخذہ نہیں۔ اور بعض آخرت میں مطالبہ ہو، مگر دنیا میں بیٹے کے لئے باپ پر گرفت و جبر نہیں، نہ بیٹے کو جائز کہ باپ سے جدال و نزاع کرے سوا چند حقوق کے کہ ان میں جبر حاکم و چارہ جوئی و اعتراض کو دخل ہے۔“  
(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 452۔۔، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ تربیتِ اولاد پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”ہر ماں باپ کو یہ جان لینا چاہیے کہ بچپن میں جو اچھی بری عادتیں بچوں میں پختہ ہو جاتی ہیں وہ عمر بھر نہیں چھوٹی ہیں۔ اس لئے ماں باپ کو لازم ہے کہ بچوں کو بچپن ہی میں اچھی عادتیں سکھائیں اور بری عادتوں سے بچائیں۔ بعض لوگ یہ کہہ کر ابھی بچہ ہے بڑا ہوگا تو ٹھیک ہو جائے گا، بچوں کو شرارتوں اور غلط عادتوں سے نہیں روکتے۔ وہ لوگ درحقیقت بچوں کے مستقبل کو خراب کرتے ہیں اور بڑے ہونے کے بعد بچوں کے برے اخلاق اور گندی عادتوں پر روتے اور ماتم کرتے ہیں۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ بچپن ہی میں بچوں کی کوئی شرارت یا بری عادت دیکھیں تو اس پر روک ٹوک کرتے رہیں بلکہ سختی کے ساتھ ڈانٹتے پھٹکارتے رہیں۔ اور طرح طرح سے بری عادتوں کی برائیوں کو بچوں کے سامنے ظاہر کر کے بچوں کو ان خراب عادتوں سے نفرت دلاتے رہیں اور بچوں کی خوبیوں اور اچھی اچھی عادتوں پر خوب خوب شاباش کہہ کر ان کا من بڑھائیں بلکہ کچھ انعام دے کر

ان کا حوصلہ بلند کریں۔ اس سے قبل بچوں کے حقوق کے بیان میں بچوں کے لئے بہت سی مفید باتیں ہم لکھ چکے ہیں اب اس سے کچھ زائد باتیں بھی ہم لکھتے ہیں۔ ماں باپ پر لازم ہے کہ ان باتوں کا خاص طور پر دھیان رکھیں۔ تاکہ بچوں اور بچیوں کا مستقبل روشن اور شاندار بن جائے۔

(۱) بچوں کو دودھ پلانے اور کھانا کھلانے کے لئے وقت مقرر کر لو۔ جو عورتیں ہر وقت بچوں کو دودھ پلاتی یا جلدی جلدی بچوں کو دن رات میں بار بار کھانا کھلاتی رہتی ہیں ان کے بچوں کا ہاضمہ خراب اور معدہ کمزور ہو جایا کرتا ہے اور بچے قے دست کی بیماریوں میں مبتلا ہو کر کمزور ہو جایا کرتے ہیں۔

(۲) بچوں کو صاف ستھرا کھوگر بہت زیادہ بناؤ سنگھار مت کرو۔ کہ اس سے اکثر نظر لگ جایا کرتی ہے۔

(۳) بچوں کو ہر دم گود میں نہ لئے رہو بلکہ جب تک وہ بیٹھنے کے قابل نہ ہوں پالنے میں زیادہ تر سلائے رکھو۔ اور جب وہ بیٹھنے کے قابل ہوں تو ان کو رفتہ رفتہ مسندوں اور تکیوں کا سہارا دے کر بٹھانے کی کوشش کرو۔ ہر دم گود میں لئے رہنے سے بچے کمزور ہو جایا کرتے ہیں۔ اور وہ گود میں رہنے کی عادت پڑ جانے سے بہت دیر میں چلتے اور بیٹھتے ہیں۔

(۴) بعض عورتیں اپنے بچوں کو مٹھائی کثرت سے کھلایا کرتی ہیں۔ یہ سخت مضر ہے۔ مٹھائی کھانے سے دانت خراب اور معدہ کمزور اور بکثرت صفر اوی بیماریاں اور پھوڑے پھنسی کا روگ بچوں کو لگ جاتا ہے۔ مٹھائیوں کی جگہ گلوکوز کے لسکٹ بچوں کے لئے اچھی غذا ہے۔

(۵) بچوں کے سامنے زیادہ کھانے کی برائی بیان کرتے رہو اور ہر وقت کھاتے پیتے رہنے سے بھی بچوں کو نفرت دلاتے رہو۔ مثلاً یوں کہا کرو کہ جو زیادہ کھاتا ہے وہ جنگلی اور بدو ہوتا ہے اور ہر وقت کھاتے پیتے رہنا یہ بندروں کی عادت ہے۔

(۶) بچوں کی ہر ضد پوری مت کرو کہ اس سے بچوں کا مزاج بگڑ جاتا ہے اور وہ ضدی ہو جاتے ہیں اور یہ عادت عمر بھر نہیں چھوٹی۔

(۷) بچوں کے ہاتھ سے فقیروں کو کھانا اور پیسہ دلایا کرو۔ اسی طرح کھانے پینے کی چیزیں بچوں کے ہاتھ سے اس کے بھائی بہنوں کو یا دوسرے بچوں کو دلایا کرو تا کہ سخاوت کی عادت ہو جائے اور خود غرضی اور نفس پروری کی عادت پیدا نہ ہو اور بچہ کنجوس نہ ہو جائے۔

(۸) چلا کر بولنے اور جواب دینے سے ہمیشہ بچوں کو روکو۔ خاص کر بچیوں کو تو خوب خوب ڈانٹ پھٹکار کرو۔ ورنہ بڑی ہونے کے بعد بھی یہی عادت پڑی رہے گی تو میکے اور سسرال دونوں جگہ سب کی نظروں میں ذلیل و خوار بنی رہے گی اور منہ پھٹ اور بدتمیز کہلائے گی۔

(۹) غصہ کرنا اور بات بات پر روٹھ کر منہ پھلانا بہت برا ہے اور بہت زور سے ہنسنا خواہ مخواہ بھائی بہنوں سے لڑنا جھگڑنا، چغلی کھانا، گالی بکنا ان حرکتوں پر لڑکوں اور خاص کر لڑکیوں کو بہت زیادہ تنبیہ کیا کرو۔ ان بری عادتوں کا پڑ جانا عمر بھر کے لئے رسوائی کا سامان ہے۔

(۱۰) اگر بچہ کہیں سے کسی کی کوئی چیز اٹھالائے اگر چہ کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو، اس پر سب گھر والے خفا ہو جائیں اور سب گھر والے بچے کو چور چور کہہ کر شرم دلائیں اور



بچے کو مجبور کریں کہ وہ فوراً اس چیز کو جہاں سے وہ لایا ہے اسی جگہ اس کو رکھ آئے۔ پھر چوری سے نفرت دلانے کے لئے اس کا ہاتھ دھلائیں اور کان پکڑ کر اس سے توبہ کرائیں تاکہ بچوں کے ذہن میں اچھی طرح یہ بات جم جائے کہ پرانی چیز لینا چوری ہے اور چوری بہت ہی برا کام ہے۔

(۱۱) بچے غصہ میں اگر کوئی چیز توڑیں پھوڑیں یا کسی کو مار بیٹھیں تو بہت زیادہ

ڈانٹو۔ بلکہ مناسب سزا دوتا کہ بچے پھر ایسا نہ کریں اس موقع پر لاڈ پیار نہ کرو۔

(۱۲) کبھی کبھی بچوں کو بزرگوں اور نیک لوگوں کی حکایتیں سنایا کرو۔ مگر خبردار

خبردار عاشقی معشوقی کے قصے کہانیاں بچوں کے کان میں نہ پڑیں۔ نہ ایسی کتابیں بچوں کے ہاتھوں میں دو جن سے اخلاق خراب ہوں۔

(۱۳) لڑکوں اور لڑکیوں کو ضرور کوئی ایسا ہنر سکھا دو جس سے ضرورت کے وقت

وہ کچھ کما کر بسر اوقات کر سکیں۔ مثلاً سلانی کا طریقہ یا موزہ بنیانا، سویٹر بنانا، یاری بنانا یا

چرخہ کا تانا، خبردار خبردار ان ہنر کی باتوں کو سکھانے میں شرم و عار محسوس نہ کرو۔

(۱۴) بچوں کو بچپن ہی سے اس بات کی عادت ڈالو کہ وہ اپنا کام خود اپنے ہاتھ

سے کریں وہ اپنا بچھونا خود اپنے ہاتھ سے بچھائیں۔ اور صبح کو خود اپنے ہاتھ سے اپنا بستر

لپیٹ کر اس کی جگہ پر رکھیں۔ اپنے کپڑوں اور زیوروں کو خود سنبھال کر رکھیں۔

(۱۵) لڑکیوں کو برتن دھونے اور کھانے پینے گھروں اور سامان کی صفائی ستھرائی

اور سجاوٹ کپڑا دھونے، کپڑا رنگنے، سینے پرونے کا سب کام ماں کو لازم ہے کہ بچپن ہی سے

سکھانا شروع کر دے اور لڑکیوں کو محنت مشقت اٹھانے کی عادت پڑ جائے اس کی کوشش

کرنی چاہیے۔

(۱۶) ماں کو لازم ہے کہ بچوں کے دل میں باپ کا ڈر بٹھاتی رہے تاکہ بچوں کے دلوں میں باپ کا ڈر رہے۔

(۱۷) بچے اور بچیاں کوئی کام چھپ چھپا کر کریں تو ان کی روک ٹوک کرو کہ یہ اچھی عادت نہیں۔

(۱۸) بچوں سے کوئی محنت کا کام لیا کرو مثلاً لڑکوں کے لئے لازم ہے کہ وہ کچھ دور دوڑ لیا کریں اور لڑکیاں چرخہ چلائیں۔ یا چکی پیس لیں تاکہ ان کی صحت ٹھیک رہے۔

(۱۹) بچوں اور بچیوں کو کھانے، پہننے اور لوگوں سے ملنے ملانے اور محفلوں میں اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ اور سلیقہ سکھانا ماں باپ کے لئے ضروری ہے۔

(۲۰) چلنے میں تاکید کرو کہ بچے جلدی جلدی اور دوڑتے ہوئے نہ چلیں اور نظر اوپر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے نہ چلیں۔ اور نہ ہیچ سڑک پر چلیں۔ بلکہ ہمیشہ سڑک کے کنارے کنارے چلیں۔“

(جنتی زیور، صفحہ 88۔۔۔، مکتبہ المدینہ، کراچی)

عصر حاضر میں تربیت اولاد میں ہونے والی کوتاہیاں

تربیت اولاد میں درج ذیل کوتاہیاں آج کل دیکھنے کو ملتی ہیں جو کہ والدین میں نہیں ہونی چاہئیں:

☆ بچوں کے سامنے والدین گالی گلوچ کرتے ہیں اور بچے دیکھا دیکھی جب گالیاں نکالتے ہیں تو انہیں منع نہیں کیا جاتا۔ پہلی مرتبہ جب بچہ گالی نکالتا ہے اس پر اسے ڈانٹتے نہیں بلکہ ہنستے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ آہستہ آہستہ گالیوں کا عادی ہو جاتا ہے اور پھر والدین کو بھی گالیاں نکالنے والا بن جاتا ہے۔

☆ بچوں کے سامنے گانے باجے، فلمیں ڈرامے دیکھتے ہیں اور انہیں خود گانا اور

ڈانس سیکھاتے ہیں اور اس پر خوش ہوتے ہیں، اس سے فرمائش کرتے ہیں گانا سناؤ یا ڈانس کر کے دکھاؤ۔ بعض اوقات دیگر رشتہ دار گانے یا ڈانس پر خوش ہو کر انعام دیتے ہیں جس سے بچے میں یہ عادت بد چکی ہو جاتی ہے۔

☆ بچوں سے تنگ آ کر کچھ دیر سکون پانے کے لئے ایسے رشتہ داروں یا محلے داروں کے پاس بھیج دیتے ہیں جو بچوں کو بُری عادتیں سیکھاتے ہیں۔

☆ بچوں کو بڑوں کا ادب نہ سیکھانا بلکہ بڑوں سے بد تمیزی کرنے کا کہنا اور اس پر خوش ہونا۔

☆ چغل خور اور غیبتیں کرنے والی عورتوں کا یہ گمان فاسد ہوتا ہے کہ ساری دنیا میرے خلاف باتیں کرتی ہے، اس لئے جہاں بھی دو چار عورتیں بیٹھی باتیں کر رہی ہوں انہیں یہی لگے گا کہ میرے خلاف باتیں کر رہی ہیں اور اس کی کوشش ہوگی کہ کسی طرح مجھے پتہ چل جائے کہ کون کیا کیا باتیں کر رہا ہے۔ اسی طرح لوگوں کے گھر کے معاملات کی معلومات میں انہیں بہت تجسس ہوتا ہے کہ نئی سے نئی بات مجھے پتہ چلے تاکہ میں سب کو مزے لے لے کر بتاؤں۔ اس کام کے لئے یہ عورتیں اپنی چھوٹی بھولی بھالی بچی کو تیار کرتی ہیں کہ وہ لوگوں کی باتیں سن کر ماں کو آ کر بتائے، یوں ان کو چھوٹی سی عمر میں چغل خوری جیسی لعنت کا عادی بنا دیتی ہیں۔ ان بچیوں کو لوگ نفرت سے دیکھتے ہیں اور بچیوں کے اخلاقیات بھی تباہ ہو جاتے ہیں۔ بچپن سے پڑی عادت ساری زندگی بمشکل جاتی ہے اور پھر یہی بچیاں چغلی خوری کی عادت سے مجبور اپنے والدین کی باتیں بھی لوگوں کو بتاتی ہیں۔ جو عورتیں لوگوں کی عزتوں کا تماشہ بناتی ہیں ایک دن ایسا آتا ہے کہ خود تماشہ بن جاتی ہیں۔

☆ والدین کا بچوں کے سامنے بے حیائی والی حرکات کرنا بھی ان پر بُرا اثر ڈالتا ہے۔ بچوں کے سامنے کپڑے بدلنا، صحبت کرنا، گندی باتیں کرنا، فلمیں دیکھنا، ساتھ نہلانا وغیرہ۔

☆ گھر میں بُرے کرایہ دار رکھنا بچوں کے لئے انتہائی نقصان دہ ہے۔

☆ بچوں کو آداری گردی سے نہ روکنا، یہ پتہ نہ ہونا بچہ کن کے ساتھ کھیلتا ہے، کن کے ساتھ گھومتا پھرتا ہے۔

☆ بچوں کے اٹھنے بیٹھنے، سیڑھیاں چڑھنے اترنے، کھیل کود میں بچے کے گرنے کی فکر نہ کرنا، جس کی وجہ سے چھوٹی عمر میں بچے کو ایسی چوٹ لگ جاتی ہے جو بچے کی ساری زندگی عیب دار کر دیتی ہے۔

☆ بچوں کی بے جا طرفداری کرنا جیسے بچے نے کسی دوسرے بچے کو مارا تو بچے کو منع نہ کرنا اور بعد میں اپنے بچے کی غلطی تسلیم نہ کرنا۔ اس طرح بچہ بے لگام ہو جاتا ہے اور دوسروں پر ہاتھ اٹھانا، لڑنا جھگڑنا اس کی عادت بن جاتی ہے۔

☆ چھوٹی بچیوں کو دوسرے کے گھر بھیجنا یہ جانتے ہوئے بھی کہ آج کل چھوٹی بچیوں کے ساتھ بھی بدکاری جیسے نازیبا واقعات ہوتے ہیں۔

☆ جوان بچیوں کو جوان مردوں سے دنیاوی تعلیم یا قرآن پڑھوانا والدین کی بہت بڑی غلطی ہے جس خمیازہ انہیں عزت کی بربادی کے ساتھ بھگتنا پڑتا ہے۔

☆ جوان بچیوں کو اچھے سے اچھے موبائل فون لا کر دینا اور پھر یہ نہ دیکھنا کہ وہ دن رات کس کے ساتھ باتیں کر رہی ہیں؟ کہیں غیر مردوں سے تعلقات قائم تو نہیں اس کی پراوہ نہ کرنا۔ خود بچیاں ایزی لوڈ کروانے کے لئے دوکانوں پر جا رہی ہیں انہیں نہ روکنا۔

☆ بچوں کو رزق حلال نہ کھلانا، بچہ چوری کرے تو اسے کچھ نہ کہنا، بچوں کے ساتھ پیار و محبت، تحفے تحائف دینے میں برابری نہ کرنا، ذرا سی بات پر مارنا وغیرہ بچوں کی تربیت کے لحاظ سے نقصان دہ ہے۔

اولاد کے حقوق کی صحیح طرح ادائیگی میں والدین کو چاہئے کہ ان بیان کردہ کوتاہیوں کو مد نظر رکھیں اور ان سے اجتناب کریں۔ اللہ عزوجل ہم سب کو اپنی اولاد کی صحیح طرح قرآن و سنت کے مطابق تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بٹی پیدا ہونے پر افسردہ ہونا

بٹی پیدا ہونے پر افسردہ ہونا کفار کا طریقہ ہے۔ آج بھی والدین اور رشتہ داروں کی ایک اچھی خاصی تعداد ہے جو بٹی کے پیدا ہونے پر خوش نہیں ہوتے جبکہ بیٹیاں گھر کی زینت و رحمت ہیں اور ان کی اچھی پرورش کرنے پر جنت کا وعدہ ہے۔ المستدرک علی الصحیحین میں ہے ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كُنَّ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ فَصَبَرَ عَلَى لَأْوَائِهِنَّ وَضَرَّائِهِنَّ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ إِيَّاهُنَّ، قَالَ: فَقَالَ رَجُلٌ: وَابْنَتَانِ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: وَإِنْ ابْنَتَانِ قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَوَاحِدَةٌ؟ قَالَ: وَوَاحِدَةٌ“ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کے پرورش میں آنے والی مشکلات و تنگی پر صبر کرے اللہ عزوجل اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر دو بیٹیاں ہوں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر دو بھی ہوں (تو پرورش پر یہی فضیلت ملے گی)۔ صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر ایک بٹی ہو تو؟ آپ نے فرمایا: ایک

بیٹی پر بھی۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلۃ، جلد 4، صفحہ 195، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

دوسری روایت میں ہے ”عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ وُلِدَتْ لَهُ أَنْثَى فَلَمْ يَتَّخِذْهَا وَلَمْ يَهْنُهَا وَلَمْ يُؤْتِرْ وَلَدَهُ يَعْنِي الذَّكَرَ عَلَيْهَا، أَدْخَلَهُ اللَّهُ بِهَا الْجَنَّةَ“ ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ہاں دو بیٹیاں ہوئیں اور اس نے انہیں زندہ دفن نہ کیا (جس طرح زمانہ جاہلیت میں لوگ کرتے تھے) اور نہ ہی ان کی وجہ سے خود ذلت محسوس کی (جس طرح زمانہ جاہلیت میں جس کے ہاں لڑکی ہوتی تو وہ اپنی بے عزتی تصور کرتا اور لوگوں سے چھپتا پھرتا) اور نہ ہی اس نے اپنی بیٹی کو بیٹی پر فضیلت دی تو اس کو اللہ عزوجل ایسا کرنے کی وجہ سے جنت میں داخل فرمائے گا۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلۃ، جلد 4، صفحہ 196، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

شعب الایمان میں ہے ”عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ، أَوْ ابْنَتَانِ، أَوْ أُخْتَانِ فَأَحْسَنَ صُحْبَتَهُنَّ وَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ، وَاتَّقَى اللَّهَ فِيهِنَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ“ ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہو جن کی اس نے اچھی پرورش کی اور ان کی وجہ سے آنے والی پریشانیوں پر صبر کیا اور ان کے معاملے میں اللہ عزوجل سے ڈرا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(شعب الایمان، حقوق الاولاد والاهلین، جلد 11، صفحہ 143، مکتبۃ الرشید، ریاض)

دوسری روایت میں ہے ”سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُكْرِهُوا الْبَنَاتِ، فَإِنَّهُنَّ الْمُؤْنِسَاتُ  
الْمُحَمَّلَاتُ“ ترجمہ: اپنی بیٹیوں کو ناپسند نہ کرو کیونکہ بیٹیاں باعث سکون قلب  
اور گھر کو زینت بخشنے والیاں ہوتی ہیں۔

(شعب الإيمان، حقوق الاولاد والاهلین، جلد 11، صفحہ 154، مکتبۃ الرشید، ریاض)

### فصل دوم: حقوق زوجین

شریعت نے جہان والدین اور دیگر رشتہ داروں سے صلحِ رحمی کرنے اور ان کے  
حقوق پورے کرنے کی تاکید کی وہاں میاں بیوی کے بھی حقوق ارشاد فرمائے تاکہ شوہر بیوی  
کے حقوق پورے کرے اور بیوی شوہر کے حقوق پورے کرے اور گھر امن کا گہوارہ بن  
جائے۔ شرع نے طلاق کو حلال ہونے کے باوجود اس وجہ سے ناپسند فرمایا کہ اس سے کئی  
لوگوں کی زندگی متاثر ہوتی ہے اور قطع تعلق کو فروغ ملتا ہے۔

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ حقوق زوجین پر جامع اور مختصر کلام  
کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”آج کل عام شکایت ہے کہ زن و شو (میاں بیوی) میں  
نا اتفاق ہے۔ مرد کو عورت کی شکایت ہے تو عورت کو مرد کی، ہر ایک دوسرے کے لیے بلائے  
جان ہے اور جب اتفاق نہ ہو تو زندگی تلخ اور نتائج نہایت خراب۔ آپس کی نا اتفاق علاوہ  
دنیا کی خرابی کے دین بھی برباد کرنے والی ہوتی ہے اور اس نا اتفاق کا اثر بد انھیں تک محدود  
نہیں رہتا بلکہ اولاد پر بھی اثر پڑتا ہے۔ اولاد کے دل میں نہ باپ کا ادب رہتا ہے نہ ماں کی  
عزت۔ اس نا اتفاق کا بڑا سبب یہ ہے کہ طرفین (دونوں طرف) میں ہر ایک دوسرے کے  
حقوق کا لحاظ نہیں رکھتے اور باہم رواداری سے کام نہیں لیتے۔ مرد چاہتا ہے کہ عورت کو  
بانڈی سے بدتر کر کے رکھے اور عورت چاہتی ہے کہ مرد پیرا غلام رہے جو میں چاہوں وہ

ہو، چاہے کچھ ہو جائے مگر بات میں فرق نہ آئے۔ جب ایسے خیالاتِ فاسدہ طرفین میں پیدا ہوں گے تو کیونکر نبھ سکے۔ دن رات کی لڑائی اور ہر ایک کے اخلاق و عادات میں برائی اور گھر کی بربادی اسی کا نتیجہ ہے۔

قرآن مجید میں جس طرح یہ حکم آیا کہ ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ جس سے مردوں کی بڑائی ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی فرمایا کہ ﴿وَعَايِشُوا رُؤُوسَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ جس کا صاف یہ مطلب ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھی معاشرت کرو۔ اس موقع پر ہم بعض حدیثیں ذکر کریں جن سے ہر ایک کے حقوق کی معرفت حاصل ہو مگر مرد کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کے ذمہ عورت کے کیا حقوق ہیں انہیں ادا کرے اور عورت شوہر کے حقوق دیکھے اور پورے کرے، یہ نہ ہو کہ ہر ایک اپنے حقوق کا مطالبہ کرے اور دوسرے کے حقوق سے سروکار نہ رکھے اور یہی فساد کی جڑ ہے اور یہ بہت ضرور ہے کہ ہر ایک دوسرے کی بیجا باتوں کا تحمل کرے اور اگر کسی موقع پر دوسری طرف سے زیادتی ہو تو آمادہ بفساد نہ ہو کہ ایسی جگہ ضد پیدا ہو جاتی ہے اور سبھی ہوئی بات اُلجھ جاتی ہے۔

(بہار شریعت، جلد 2، حصہ 7، صفحہ 99، 100، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

### بیوی پر شوہر کے حقوق

بیوی پر شوہر کے حقوق بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”امور متعلقہ زن شوی میں مطلقاً اس کی اطاعت کہ ان امور میں اس کی اطاعت والدین پر بھی مقدم ہے، اس کے ناموس کی شدت حفاظت، اس کے مال کی حفاظت، ہر بات میں اس کی خیر خواہی، ہر وقت امور جائز میں اس کی رضا کا طالب رہنا، اسے اپنا مولیٰ جاننا، نام لے کر نہ پکارنا، کسی سے اس کی بے جا شکایت نہ کرنا اور خدا توفیق



دے تو بجائے بھی احتراز کرنا، بے اس کی اجازت کے آٹھویں دن سے پہلے والدین یا سال بھر سے پہلے اور محارم کے یہاں نہ جانا، وہ ناراض ہو تو اس کی انتہائی خوشامد کر کے اسے منانا اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھ کر کہنا کہ یہ میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں ہے یہاں تک کہ تم راضی ہو یعنی میں تمہاری مملوکہ ہوں جو چاہو کرو مگر راضی ہو جاؤ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 372، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا: ”کیا ارشاد ہے اہل شریعت کا

اس مسئلہ میں کہ عورت پر مرد کے اور مرد پر عورت کے کیا کیا حق ہیں؟ بیٹو اتو جروا۔“

جواب آپ فرماتے ہیں: ”مرد پر عورت کا حق نان و نفقہ دینا، رہنے کو مکان دینا،

مہر وقت پر ادا کرنا، اس کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ رکھنا، اسے خلاف شرع باتوں سے بچانا۔

قال تعالیٰ ﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (عورتوں سے اچھی طرح رہنا سہنا کرو۔) اور

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارٍ﴾ اے ایمان

والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔

اور عورت پر مرد کا حق خاص امور متعلقہ زوجیت میں اللہ و رسول کے بعد تمام

حقوق حتیٰ کہ ماں باپ کے حق سے زائد ہے ان امور میں اس کے احکام کی اطاعت اور اس

کے ناموس کی نگہداشت عورت پر فرض اہم ہے۔ بے اس کے اذن کے محارم کے سوا کہیں

نہیں جاسکتی اور محارم کے یہاں بھی ماں باپ کے یہاں ہر آٹھویں دن وہ بھی صبح سے شام

تک کے لئے اور بہن، بھائی، چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کے یہاں سال بھر بعد اور شب کو

کہیں نہیں جاسکتی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اگر میں کسی کو غیر خدا کے سجدے

کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

اور ایک حدیث میں ہے: اگر شوہر کے نتھنوں سے خون اور پیپ بہہ کر اس کی ایڑیوں تک جسم بھر گیا ہو اور عورت اپنی زبان سے چاٹ کر اسے صاف کرے تو اس کا حق ادا نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“ (فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 380، 381، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

عورت پر سب سے بڑا حق اس کے شوہر کا ہے

مرد پر سب سے زیادہ حق اس کی والدہ کا ہے اور عورت پر والدین سے بڑھ کر شوہر کا حق ہے۔ امام حاکم المستدرک میں روایت کرتے ہیں ”عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ النَّاسِ أَعْظَمُ حَقًّا عَلَى الْمَرْأَةِ؟ قَالَ: زَوْجُهَا. قُلْتُ: فَأَيُّ النَّاسِ أَعْظَمُ حَقًّا عَلَى الرَّجُلِ؟ قَالَ: أُمُّهُ“ ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کے شوہر کا۔ میں نے عرض کیا مرد پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے؟ فرمایا: اس کی ماں کا۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلۃ، باب اعظم الناس حقاً... الخ، جلد 4، صفحہ 167، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

جس طرح مرد اپنی والدہ کی جتنی مرضی خدمت کر لے اس کا مکمل حق ادا نہیں کر سکتا اسی طرح عورت شوہر کا حق ادا نہیں کر سکتی۔ امام حاکم المستدرک میں روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی ”مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَيَّ الزَّوْجَةِ فَإِنْ كَانَ شَيْءٌ أُطِيقُهُ تَزَوُّجَتُهُ وَإِنْ لَمْ أُطِيقُهُ لَا اتَزَوَّجُ، قَالَ: مِنْ حَقِّ الزَّوْجِ عَلَيَّ الزَّوْجَةِ إِنْ سَالَ دَمًا وَقَيْحًا وَصَدِيدًا فَلَحَسْتُهُ بِلِسَانِهَا مَا أَدَّتْ حَقَّهُ،

وَلَوْ كَانَ يَنْبَغِي لِبَشِيرٍ أَنْ يَسْجُدَ لِبَشِيرٍ لِأَمْرٍ الزَّوْجَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا لِمَا فَضَّلَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهَا قَالَتْ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَتَزَوَّجُ مَا بَقِيَتْ فِي الدُّنْيَا“ ترجمہ: شوہر کا بیوی پر کیا حق ہے؟ اگر میں اس حق کو پورا کرنے کی طاقت رکھتی ہوئی تو شادی کر لوں گی ورنہ نہیں کروں گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شوہر کا حق بیوی پر یہ ہے کہ اگر شوہر کے جسم سے پیپ اور کچ لہو بہتا ہو پھر عورت اسے چائے تو بھی حق شوہر ادا نہ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آدمی کا آدمی کے لیے سجدہ کرنا درست ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے جب شوہر اس کے پاس داخل ہو کیونکہ اللہ عزوجل نے شوہر کو بیوی پر فضیلت دی ہے۔ اس عورت نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں ساری زندگی نکاح نہیں کروں گی۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلۃ، جلد 4، صفحہ 189، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

عورت بغیر شوہر کا حق ادا کئے ایمان کی حلاوت نہیں پاسکتی

جب تک عورت حتی الامکان شوہر کی خدمت نہ کرے وہ ایمان کی لذت نہیں پاسکتی۔ امام طبرانی، امام حاکم روایت کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”وَلَا تَجِدُ امْرَأَةً حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ حَتَّى تُؤَدِّيَ حَقَّ زَوْجِهَا“ ترجمہ: کوئی عورت اس وقت تک ایمان کی حلاوت نہیں پاسکتی یہاں تک کہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کر دے۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلۃ، جلد 4، صفحہ 190، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

ناشکری عورت پر رب تعالیٰ نظر رحمت نہیں فرماتا

نافرمان بیوی کو جس طرح دنیا میں رسوائی ملتی ہے، خاندان میں عزت نہیں رہتی، گھر کا سکون خراب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اخروی اعتبار سے نافرمان عورت رب تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہے گی۔ امام حاکم حدیث پاک روایت کرتے ہیں ”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

عَمُرُوا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَى امْرَأَةٍ لَا تَشْكُرُ لِرِزْقِهَا وَهِيَ لَا تَسْتَعْنِي عَنْهُ“ ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل اس عورت کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا جو اپنے شوہر کا شکر ادا نہیں کرتی۔ عورت شوہر سے مستغنی نہیں ہو سکتی۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلۃ، جلد 4، صفحہ 193، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

شوہر کے ناراض ہونے پر عورت پر ساری رات لعنت برنا

عورت کو شوہر اگر صحبت کے لئے بلائے تو اس پر لازم ہے وہ خود کو پیش کرے۔ ترمذی شریف کی حدیث پاک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”إِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَاتِهِ، وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُورِ“ ترجمہ: جب شوہر بیوی کو صحبت کے لئے بلائے تو وہ اس کے پاس حاضر ہو اگر چہ تنور پر بیٹھی ہو۔ (یعنی جو بھی کام کر رہی ہو وہ چھوڑ کر شوہر کی حاجت پوری کرے۔)

(سنن الترمذی، ابواب الرضاع، باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة، جلد 3، صفحہ 457، مصطفیٰ البابی الحلبي، مصر)

اگر بلا وجہ نہ آئے اور شوہر ناراض ہو جائے تو ساری رات فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔ بخاری و مسلم میں ہے ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ، فَأَبَتْ أَنْ تَجِيءَ، لَعَنَتُهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ“ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: شوہر نے عورت کو بستر پر بلایا (یعنی صحبت کرنے کے لئے) اس نے انکار کر دیا اور شوہر نے ناراضگی کے ساتھ رات گزار لی تو صبح

تک اس عورت پر فرشتے لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب إذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها، جلد 7، صفحہ 30، دار طوق النجاة، مصر)

میاں بیوی میں صحبت خوشگوار زندگی کا بہت بڑا سبب ہے۔ صحبت پر انکار رشتہ میں کمزوری کو پیدا کرتا ہے۔ اس لئے شرع نے عورت پر تاکید کی ہے کہ وہ انکار نہ کرے۔ اگر عورت ناپاکی کے ایام میں ہو یعنی حیض و نفاس میں ہو اور شوہر صحبت کے لئے بلائے تو شوہر کا بلانا بھی جائز نہیں اور عورت کے لئے جانا بھی جائز نہیں ہے۔ ہاں بوس و کنار کرنا، ناف سے اوپر چھونا جائز ہے۔ اگر عورت دن بھر کام کاج سے تھکی ہو تو یہ صحبت سے انکار کا عذر نہیں ہے لیکن شوہر کو چاہئے کہ ایسی صورت میں ناراض نہ ہو۔ اگر عورت کو صحبت سے بہت زیادہ درد ہوتی ہے تو عورت صحبت سے انکار کر سکتی ہے، شوہر کو چاہئے اس پر زبردستی نہ کرے بلکہ یہ سوچے کہ وہ بھی ایک جان ہے۔

بیوی کی ایذا پر جنتی حور کا رد عمل

بیوی جب شوہر کو ایذا دیتی ہے تو اس مسلمان شوہر کو جنت میں ملنے والی حور بھی ناخوش ہوتی ہے اور عورت سے شکوہ کرتی ہے۔ امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں "عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُؤْذِي أَمْرَأَةً زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا، إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ: لَا تُؤْذِيهِ، قَاتَلَكِ اللَّهُ، فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكَ دَخِيلٌ يُوشِكُ أَنْ يُفَارِقَكَ إِلَيْنَا" ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت اپنے شوہر کو دنیا میں ایذا دیتی ہے تو حور عین (یعنی وہ جنتی حور جو جنت میں اس شخص کو ملنی ہے) کہتی ہیں خدا تجھے قتل کرے، اسے ایذا نہ دے یہ تو تیرے پاس مہمان ہے، عنقریب تجھ سے جدا ہو کر

ہمارے پاس آئے گا۔

(سنن الترمذی، ابواب الرضاع، جلد 3، صفحہ 468، مصطفیٰ البابی الحلبي، مصر)

شوہر کی ناراضگی کے سبب عورت کی نماز مقبول نہیں

جب تک شوہر بیوی کی غیر شرعی حرکت کی وجہ سے ناراض رہتا ہے تب تک عورت کی نماز مقبول نہیں ہوتی۔ امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ”ثَلَاثَةٌ لَا تُقْبَلُ لَهُمْ صَلَاةٌ، وَلَا تَرْتَفِعُ لَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ حَسَنَةٌ، الْعَبْدُ الْأَبْقَى حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى مَوْلِيهِ، وَالْمَرْأَةُ السَّخِطُ عَلَيْهَا زَوْجُهَا حَتَّى يَرْضَى، وَالسُّكْرَانُ حَتَّى يَضْحُو“ ترجمہ: تین شخص ہیں جن کی نماز قبول نہیں ہوتی اور ان کی کوئی نیکی بلند نہیں ہوتی: (1) بھاگا ہوا غلام جب تک اپنے آقاؤں کے پاس لوٹ نہ آئے اور اپنے کو ان کے قابو میں نہ دے دے۔ اور (2) وہ عورت جس کا شوہر اس پر ناراض ہے اور (3) نشہ والا جب تک ہوش میں نہ آئے۔

(شعب الایمان، الاحسان الی المالیک، جلد 11، صفحہ 94، مکتبۃ الرشید، الرياض)

اچھی بیوی کی صفات

شرع نے اچھی بیوی کی صفات یہ ارشاد فرمائیں کہ شوہر اگر چہ ظالم ہو بیوی شرعی احکام کی پاسداری کرے، شوہر کے ظلم و ستم کے رد عمل میں شرعی حدود سے نہ بڑھے۔ ابو داؤد و طیالسی کی حدیث پاک ہے ایک عورت نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں آ کر عرض کیا ”مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى امْرَأَتِهِ“ شوہر کا بیوی پر کیا حق ہے؟ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”لَا تَمْنَعُهُ نَفْسَهَا وَإِنْ كَانَتْ عَلَى ظَهْرِ قَتَبٍ، وَلَا تُعْطَى مِنْ بَيْتِهِ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِهِ، فَإِنْ فَعَلَتْ ذَلِكَ كَانَ لَهُ الْأَجْرُ وَعَلَيْهَا الْوِزْرُ، وَلَا تَصُومُ تَطَوُّعًا إِلَّا بِإِذْنِهِ،“

فَإِنْ فَعَلْتَ أَمْتًا، وَلَمْ تُؤَجِّرْ، وَأَنْ لَا تَخْرُجَ مِنْ بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ فَإِنْ فَعَلْتَ لَعْنَتَهَا  
 الْمَلَائِكَةُ مَلَائِكَةُ الْغَضَبِ وَمَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ حَتَّى تَتُوبَ أَوْ تُرَاجَعَ قَبِيلَ: وَإِنْ كَانَ  
 ظَالِمًا؟ قَالَ: وَإِنْ كَانَ ظَالِمًا“ ترجمہ: شوہر کا حق عورت پر یہ ہے کہ اپنے نفس کو اس سے  
 نہ روکے اگرچہ کجاوے پر سوار ہو۔ بغیر اجازت شوہر کے کسی کو کوئی چیز صدقہ نہ کرے اگر ایسا  
 کیا تو شوہر کو ثواب ہے اور بیوی پر وبال ہے۔ نفلی روزہ شوہر کی اجازت کے بغیر نہ رکھے اگر  
 ایسا کیا تو گناہگار ہوئی اور کوئی اجر نہ ملا۔ بغیر شوہر کی اجازت کے گھر سے نہ نکلے اگر ایسا کیا  
 تو ملائکہ رحمت اور ملائکہ غضب اس پر لعنت کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے یا لوٹ  
 آئے۔ عرض کی گئی اگرچہ شوہر ظالم ہو۔ فرمایا: اگرچہ ظالم ہو۔

(مسند ابی داؤد الطیبی، عطاء بن ابی رباح عن ابن عمر، جلد 3، صفحہ 457، دار ہجر، مصر)  
 اگر بیوی شوہر کے ظلم و ستم کو مد نظر رکھ کر شوہر کے حقوق کی پاسداری نہیں کرے  
 گی تو گھر کا امن برقرار نہ رہ پائے گا بلکہ مزید حالات خراب ہوں گے۔ اس لئے شرع نے  
 عورت کو حکم دیا کہ تم شوہر کے حقوق پورے کرتی رہو جیسے اولاد کو ہے کہ والدین اگرچہ اولاد  
 کے حقوق پورے نہ کریں لیکن اولاد والدین کے حقوق بجالائے۔

مجم کبیر طبرانی کی حدیث پاک ہے ”عَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى الزَّوْجَةِ، أَنْ لَا تَهْجُرَ فِرَاشَهُ، وَأَنْ تَبْرُقَ سَمَهُ، وَأَنْ  
 تُطِيعَ أَمْرَهُ، وَأَنْ لَا تَخْرُجَ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَأَنْ لَا تُدْخِلَ عَلَيْهِ مَنْ يَكْفُرُهُ“ ترجمہ: حضرت  
 تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت  
 پر شوہر کا حق یہ ہے کہ اس کے بچھونے کو نہ چھوڑے (یعنی شوہر کے ساتھ حق زوجیت ختم نہ  
 کرے) اور اسکی قسم کو سچا کرے۔ شوہر کی اطاعت کرے۔ بغیر شوہر کی اجازت کے باہر نہ

جائے اور ایسے شخص کو مکان میں آنے نہ دے جس کا آنا شوہر کو پسند نہ ہو۔

(المعجم الكبير، باب التاء، ما أسند تعيم الداری، جلد 2، صفحہ 52، مكتبة ابن تيمية، القاهرة)

ابو نعیم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: اے عورتو! خدا سے

ڈرو اور شوہر کی رضا مندی کی تلاش میں رہو، اس لیے کہ عورت کو اگر معلوم ہوتا کہ شوہر کا کیا

حق ہے تو جب تک اس کے پاس کھانا حاضر رہتا یہ کھڑی رہتی۔

نیک بیوی کے فضائل

بیوی پر شوہر کے حقوق لاگو کر کے معاذ اللہ شرع نے عورت کو بانندی نہیں بنایا بلکہ

عورت کی دنیا و آخرت کو سنوارا ہے۔ نیک بیوی کے فضائل احادیث میں بہ کثرت بیان

کئے گئے ہیں۔ ابو نعیم حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "الْمَرْأَةُ إِذَا صَلَّتْ حَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَأَحْصَنَتْ

فَرْجَهَا وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ" ترجمہ: عورت جب

پانچوں نمازیں پڑھے اور ماہ رمضان کے روزے رکھے اور اپنی عفت کی محافظت کرے اور

شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

(حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، الربیع بن صبیح ومنہم ذو العقل الرجیح والعمل النجیح الربیع

بن صبیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جلد 6، صفحہ 308، السعادة، مصر)

امام ترمذی ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتْ

الْجَنَّةَ" ترجمہ: جو عورت اس حال میں فوت ہوئی کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا، وہ جنت

میں داخل ہوگی۔

(سنن الترمذی، ابواب الرضاع، باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة، جلد 3، صفحہ 457، مصطفیٰ



البانی الحلبي، مصر

طبرانی شریف کی حدیث پاک ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا "إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ  
 امْرَأَةٍ أَطَاعَتْ وَأَدَّتْ حَقَّ زَوْجِهَا، وَتَذَكَّرُ حُسْنَهُ وَلَا تَخُونُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا إِلَّا  
 كَانَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الشُّهَدَاءِ دَرَجَةٌ وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، فَإِنْ كَانَ زَوْجُهَا مُؤْمِنًا حَسَنَ  
 الْخُلُقِ فَهِيَ زَوْجَتُهُ فِي الْجَنَّةِ وَإِلَّا زَوْجُهَا اللَّهُ مِنَ الشُّهَدَاءِ" ترجمہ: جو عورت خدا کی  
 اطاعت کرے اور شوہر کا حق ادا کرے اور اسے نیک کام کی یاد دلائے اور اپنی عصمت اور  
 اس کے مال میں خیانت نہ کرے تو اس کے اور شہیدوں کے درمیان جنت میں ایک درجے  
 کا فرق ہوگا، پھر اس کا شوہر با ایمان نیک خو ہے تو جنت میں وہ اس کی بی بی ہے، ورنہ اللہ  
 عزوجل شہدا میں سے کوئی اس کا شوہر بنا دے گا۔

(المنعجم الكبير، العالیة بنت سبيع، عن نيمونة، جلد 24، صفحہ 16، مكتبة ابن تيمية، القاهرة)

شعب الایمان کی حدیث پاک ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ؟ قَالَ: الَّتِي تَسْرُهُ إِذَا نَظَرَ، وَلَا تَعْصِيهِ إِذَا  
 أَمَرَ، وَلَا تُخَالِفُهُ بِمَا يَكْرَهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا" ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کون سی عورت بہتر ہے؟  
 آپ نے فرمایا: جس کی طرف نظر کی جائے تو وہ شوہر کو خوش کر دے۔ شوہر جو حکم دے اس کی  
 نافرمانی نہ کرے اور عورت اپنے نفس اور مال میں وہ عمل نہ کرے جسے شوہر ناپسند کرتا ہے۔

(شعب الایمان، حقوق الاولاد والاهلین، جلد 11، صفحہ 173، مكتبة الرشد، ریاض)

اس حدیث میں ایک جملہ کہ "جب شوہر بیوی کی طرف دیکھے تو بیوی شوہر کو خوش  
 کر دے" کیسا بہترین ہے۔ زوجین میں محبت پیدا کرنے کا نسخہ یہی ہے کہ شوہر جب تھکا  
 ہوا گھر آئے تو بیوی مسکرا کر ملے کہ شوہر کی تھکن دور ہو جائے وہ تروتازہ ہو جائے، نہ یہ کہ

جب دیکھو منہ بنا کر بیٹھی رہے، جیسے ہی شوہر گھر آئے شکوے شکایتیں لے کر بیٹھ جائے۔

### شوہر پر بیوی کے حقوق

یہ چند حدیثیں حقوق شوہر کی ذکر کی گئیں عورتوں پر لازم ہے کہ حقوق شوہر کا تحفظ کریں اور شوہر کو ناراض کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا وبال اپنے سر نہ لیں کہ اس میں دنیا و آخرت دونوں کی بربادی ہے نہ دنیا میں چین نہ آخرت میں راحت۔

اب بعض وہ احادیث ذکر کی جاتی ہیں کہ مردوں کو عورتوں کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہئے، مردوں پر ضرور ہے کہ ان کا لحاظ کریں اور ان ارشادات عالیہ کی پابندی کریں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ شوہر پر بیوی کے حقوق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”نفقہ سکنی، مہر حسن معاشرت، نیک باتوں اور حیا و حجاب کی تعلیم دینا اور اس کے خلاف سے منع التجہد، ہر جائز بات میں اس کی دل جوئی اور مردان خدا کی سنت پر عمل کی توفیق ہو تو ماورائے منہا ہی شرعیہ میں، اس کی ایذا کا تحمل کمال خیر ہے اگرچہ یہ حق زن نہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 372، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ابوداؤد شریف کی حدیث پاک ہے ”عَنْ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْقَشِيرِيِّ، عَنْ

أَبِيهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا حَقُّ زَوْجَةٍ أَحَدِنَا عَلَيْهِ؟ قَالَ: أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَبْتَ، أَوْ اكْتَسَبْتَ، وَلَا تَضْرِبَ الْوَجْهَ، وَلَا تُقْبِحَ، وَلَا تَهْجُرَ إِلَّا فِي الْبَيْتِ“ ترجمہ: حضرت حکیم بن معاویہ قشیری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم پر بیوی کا کیا حق ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اسے وہ کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو، جو پہنتے ہو اسے پہناؤ، اس کے چہرے پر نہ مارو، اسے قبیحہ نہ کہو، اسے نہ

چھوڑو مگر گھر میں۔

(سنن أبی داود، کتاب النکاح، باب فی حق المرأة علی زوجها، جلد 2، صفحہ 244، المكتبة

العصریة، بیروت)

بہترین مرد وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے لئے بہتر ہیں

آج کل کئی ایسے لوگ خصوصاً سیاسی، ویلفیئر اداروں والے اجنبیہ عورتوں کے ساتھ وفاتر میں نوکریاں کرتے ہیں، غیر عورتوں سے بہت اچھے انداز سے ملتے ہیں، بڑے اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں، اس طرح کا نرم رویہ عموماً بوجہ شہوت ہوتا ہے یا کوئی ذاتی مفاد جیسے ووٹ وغیرہ کے لئے ہوتا ہے اور اپنی بیوی کے ساتھ سلوک کا یہ حال ہوتا ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے کے لئے دو منٹ تو کیا سیدھے منہ بات کرنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔ حالانکہ بہتر شوہر وہ ہے جو اپنی بیوی کے حق میں بہتر ہو۔ ایام حاکم المستدرک میں روایت کرتے ہیں ”عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِلنِّسَاءِ“ ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لئے بہتر ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلة، جلد 4، صفحہ 191، دار الکتب العلمیة، بیروت)

گھر والوں پر رحم کرنے پر جنت

غیروں پر رحم کرنا اگرچہ بہت بڑی نیکی ہے لیکن گھر والوں پر رحم کرنا زیادہ ضروری ہے اور اس پر زیادہ اجر ہے چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”یوتی الرجل من امتی یوم القیامة وماله من حسنة ترجی له الجنة، فیقول الرب تعالیٰ: أدخلوه الجنة فإنه کان یرحم

عیالہ“ ترجمہ: میری امت میں سے قیامت والے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس کے پاس ایسی کوئی نیکی نہیں ہوگی جس کی بنا پر جنت کی امید کی جاسکے تو اللہ رب العزت ارشاد فرمائے گا اس کو جنت میں داخل کر دو! اس لئے کہ یہ اپنے گھر والوں پر رحم کرتا تھا۔

(کنز العمال، کتاب النکاح، الفرع الثالث فی حقوق متفرقة، جلد 16، صفحہ 379، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

خوشی کے ساتھ گھر میں داخل ہونے پر انعام

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب گھر میں داخل ہوتے ہیں تو گھر والے اس کے خوف سے سہم جاتے ہیں اور ڈر کر رہتے ہیں، ذرا سی بات پر گھر والوں کو ڈانٹ ڈپٹ شروع کر دیتے ہیں اور اسے بہت بڑی بہادری سمجھتے ہیں جبکہ یہ کوئی عقلمندی نہیں۔ حسن سلوک کا یہ حال ہونا چاہئے کہ جیسے ہی گھر میں آئے تو والدین، بھائی بہنوں، بیوی، بچوں سمیت سارے گھر والے خوش ہو جائیں اور ان کے چہرے کھل جائیں۔ ایسے اخلاق کے مالک دنیا و آخرت میں کامیاب ہوتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”من أدخل علی أهل بیتہ سرورا خلق اللہ من ذلک السرور خلقا یستغفر لہ الی یوم القیامۃ“ ترجمہ: جو خوشی کے ساتھ گھر والوں کے پاس داخل ہو، اللہ عزوجل اس کی خوشی سے ایک مخلوق پیدا کرے گا جو قیامت تک اس کے لئے استغفار کرے گی۔

(کنز العمال، کتاب النکاح، الفرع الثالث فی حقوق متفرقة، جلد 16، صفحہ 379، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

ایک سے زائد بیویاں رکھنے والوں کے لئے لمحہ فکریہ

عام طور پر یہ دیکھا سنا جاتا ہے کہ مرد ایک سے زائد بیویاں کر لیتے ہیں اور اس پر

شرع کا حکم سنتاتے ہیں کہ اسلام میں چار جائز ہیں لیکن صرف اپنے مطلب کی بات پر عمل کرتے ہیں اور شرع نے جو بیویوں کے حقوق بتائے ہیں اس سے صرف نظر کرتے ہیں۔ خاص طور پر اگر دوسری شادی کسی کنواری عورت سے ہو یا اس سے اولاد پیدا ہو جائے تو پہلی بیوی کی بہت زیادہ دور کر دیا جاتا ہے۔ جبکہ شرعی طور پر دو بیویاں ہوں اگرچہ دوسری کنواری ہو تو دونوں میں برابری ضروری ہے دونوں کے پاس برابر اقسامیں گزارے، ان کے نان و نفقہ کو پورا کرے ورنہ دنیا میں بھی پریشان رہے گا اور آخرت میں بھی نقصان ہے۔ سنن ابی داؤد شریف کی حدیث پاک ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقَّةُ مَا بَيْنَهُمَا تَرْجَمُهُ: حَضْرَتُ ابُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَبَأَ فَرَمَايَا: جَسْ شَخْصٍ كِي دُو بِيَوِيَا هُوں اُو رُوهُ اِيَكِ كِي طَرْفِ مَائِلٍ هُوَ تُو قِيَامَتِ وَا لِي دُنِ اِسْ حَالِ مِيں آئِي كَا كِي اِسْ كِي جِسْمِ كَا اِيَكِ حِصْهَ فَا لِحْ زُو دِه هُو كَا۔"

(سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی القسم بین النساء، جلد 2، صفحہ 242، المكتبة العصرية، بيروت)

عورت کے ٹیڑھے پن کو نظر انداز کرنے کی ترغیب

جس طرح شرع نے عورت کو حکم دیا کہ وہ ظالم شوہر کے بھی حقوق پورے کرے، اس کو راضی رکھے کہ اس کے بغیر گھر میں خانہ جنگی ختم نہیں ہو سکتی اسی طرح شرع نے مرد کو ترغیب دی کہ وہ عورت کے فطرتی ٹیڑھے پن کو برداشت کرے ورنہ نوبت طلاق تک چلی جاتی ہے بخاری و مسلم کی حدیث پاک ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ الْمَرْأَةُ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ لَنْ تَسْتَقِيمَ لَكَ عَلَى طَرِيقَةٍ، فَإِنْ اسْتَمْتَعَتْ بِهَا وَبِهَا عَوَجٌ، وَإِنْ ذَهَبَتْ تُقِيمُهَا، كَسَرْتَهَا"

وَ كَسْرُهَا طَلَاقُهَا“ ترجمہ: عورت پسلی سے پیدا کی گئی، وہ تیرے لیے کبھی سیدھی نہیں،  
سکتی اگر تو اسے برتنا چاہے تو اسی حالت میں برت سکتا ہے اور سیدھا کرنا چاہے گا تو تو  
دے گا اور توڑنا طلاق دینا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، جلد 2، صفحہ 1091، دار احیاء التراث

العربی، بیروت)

جہاں عورت میں ٹیڑھا پن ہوتا ہے وہاں عورت میں خاص خوبیاں بھی ہوتی ہیں  
جو مرد کے دل کو بھالیتی ہیں، اس لئے شوہر کو یہ ذہن دیا گیا کہ تمام عادتیں خراب نہیں ہوں  
گی جب اچھی بُری ہر قسم کی باتیں ہوں گی تو مرد کو یہ نہ چاہئے کہ خراب ہی عادت کو دیکھتے  
رہے بلکہ بُری عادت سے چشم پوشی کرے اور اچھی عادت کی طرف نظر کرے۔ صحیح مسلم میں  
ہے ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَفْرَكُ مُؤْمِنٌ  
مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ أَوْ قَالَ: بَغَيْرُهُ“ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی  
اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان مرد عورت  
مومنہ کو مبنغوض نہ رکھے، اگر اس کی ایک عادت بُری معلوم ہوتی ہے تو دوسری پسند ہوگی۔

(صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، جلد 2، صفحہ 1091، دار احیاء التراث

العربی، بیروت)

میاں بیوی ایک دوسرے کی حاجت ہیں

میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں اور انسان لباس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔  
زوجین میں شدید سے شدید لڑائی ہو تو صلح ہوتے دیر نہیں لگتی۔ اسلئے جنگ و جدل میں شدت  
کر کے سوائے تماشہ و رسوائی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ خاندان و اہل محلہ میں بدنامی باقی  
رہ جاتی ہے اگر چہ لڑائی ختم ہو جاتی ہے۔ بخاری اور مسلم میں ہے ”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَمْعَةَ،

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَجْلِدُ أَحَدُكُمْ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ، ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِي آخِرِ الْيَوْمِ“ ترجمہ: عبداللہ بن زمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنی عورت کو نہ مارے جیسے غلام کو مارتا ہے پھر دوسرے وقت اس سے مجامعت کرے۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ما یکرہ من ضرب النساء، جلد 7، صفحہ 32، دار طوق

النجاۃ، مصر)

### طلاق اور اس کے متعلق احکام

صحیح مسلم میں ہے ”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ“ ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا متاع ہے اور دنیا کے بہترین متاع نیک بیوی ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة، جلد 2، صفحہ 1090، حدیث 1467، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

بعض اوقات صالحہ عورت نہ ملنے کے سبب یا صالح مرد نہ ملنے کے سبب نکاح کو قائم رکھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے شریعت نے حکم دیا کہ اچھے طریقے سے نکاح کو برقرار رکھو یا اچھے طریقے سے طلاق دے کر چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تو اس عورت تک یا بھلائی کے ساتھ روک لو یا نکوئی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دو۔

(سورة البقرہ، سورت 2، آیت 231)

## طلاق کے اسباب

طلاق ایسی شے ہے جسے شرع نے جائز ہونے کے باوجود ناپسند فرمایا ہے چنانچہ ابو داؤد شریف اور ابن ماجہ کی حدیث پاک ہے ”عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى الطَّلَاقُ“ ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حلال کاموں میں سے سب سے زیادہ ناپسند عمل اللہ عزوجل کے نزدیک طلاق ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب فی کراہیۃ الطلاق، جلد 2، صفحہ 255، المكتبة العصرية، بیروت)

المقاصد الحسنیۃ میں شمس الدین ابوالخیر السخاوی (المتوفی 902ھ) نقل کرتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”تَزَوُّجُوا وَلَا تُطَلِّقُوا، فَإِنَّ الطَّلَاقَ يَهْتَزُّ مِنْهُ الْعَرْشُ“ ترجمہ: نکاح کرو اور طلاق نہ دو کہ طلاق سے عرش کانپ جاتا ہے۔

(المقاصد الحسنیۃ فی بیان کثیر من الأحادیث المشتهرة علی الألسنة، حرف الهمزة، صفحہ 49، دار الكتاب العربی، بیروت)

طلاق کے مختلف اسباب ہیں جو شادی کی مدت کے ساتھ ساتھ مختلف ہوتے ہیں جیسے شادی کے چند ماہ بعد ہی طلاق کا اکثر سبب عورت کا کردار صحیح نہ ہونا یا شوہر کا نامرد ہونا ہے۔ دو تین سال کے اندر طلاق ہونا ذہنی ہم آہنگی نہ ہونا ہے۔ چار پانچ سال کے اندر طلاق ہونا گھریلو ناچاقیوں سے تنگ آنے کی وجہ سے ہے، پندرہ بیس سال بعد طلاق ہونا عموماً غصے میں ناچاہتے ہوئے طلاق دینا ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ غصے میں بھی طلاق ہو جاتی ہے بلکہ طلاق تو ہوتی ہی غصے میں ہے پیار سے تو کوئی بھی طلاق نہیں دیتا۔



طلاق کے چند اسباب پیش خدمت ہیں:

(1) دینی علم نہ ہونا: میاں بیوی کو جب ایک دوسرے کے حقوق معلوم نہیں ہوں گے تو وہ حقوق کیسے ادا کر پائیں گے اور ایک دوسرے کے حقوق پورے نہ کرنے کے سبب طلاق کی نوبت آتی ہے۔ پھر اگر کسی کو اپنے مطلب کا شرعی مسئلہ پتہ ہو تو وہ اس مسئلہ کو لے کر دوسرے پر طعن شروع کر دیتا ہے، خصوصاً اگر دوسرا دینی ذہن رکھنے والا ہو جیسے شوہر نے یہ حدیث پاک سنی یا پڑھی ”لَوْ كَانَ يَنْبَغِي لِبَشْرٍ أَنْ يَسْجُدَ لِبَشْرٍ لَأَمَرْتُ الزَّوْجَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا“ ترجمہ: اگر آدمی کا آدمی کے لیے سجدہ کرنا درست ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اس حدیث کو لے کر شوہر اپنے گریبان میں نہیں جھانکے گا بلکہ عورت پر طعن کرتا رہے گا، اور اگر عورت دیندار ہوگی تو اسے ذرا ذرا سی بات پر بے موقع یہ حدیث پڑھ کر اس کی عبادت کو کوستتا رہے گا کہ تیری نمازوں کا کیا فائدہ، تجھے شوہر کے حقوق کا پتہ نہیں! کبھی شوہر کہے گا میں تیرا مجازی خدا ہوں وغیرہ۔

اسی طرح بیوی کو اگر کوئی مسئلہ پتہ چل جائے تو وہ اسے لے کر شوہر پر چڑھ دوڑتی ہے جیسے آج کل میڈیا کے بعض دیندار لوگوں نے عورتوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے یہ مسئلہ عام کر دیا ہے کہ عورت پر ساس کی خدمت کرنا لازم نہیں ہے۔ اب کئی عورتوں اس ایک مسئلہ کو لے کر گھر کا امن ختم کر دیتی ہیں اور ساس کی خدمت نہیں کرتیں، پھر خاوند دیندار ہو تو اسے یہ مسئلہ بتا دیتی ہیں کہ ساس کی خدمت مجھ پر فرض نہیں ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ اپنی جگہ صحیح ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ساس کی خدمت کرنا ناجائز ہے، یہ ضروری نہیں کہ بیوی صرف وہی کام کرے جو اس پر فرض و واجب ہے ورنہ شوہر پر واجب نہیں کہ بیوی کا بیماری کی صورت میں علاج کروائے۔

(2) اولاد نہ ہونا: اولاد نہ ہونے کے سبب کافی حد تک طلاق وجود میں آتی ہے یا جو عورت لڑکیاں پیدا کرتی ہو اسے اسی وجہ سے طلاق دی جاتی ہے جبکہ یہ دونوں صورتیں شرعی عذر نہیں ہیں۔

(3) عدم برداشت ہونا: آج کل عدم برداشت عام ہے، ذرا سی بات پر صبر و تحمل کا مظاہرہ نہیں کیا جاتا۔ یہی صورت میاں بیوی میں ہے کہ ایک دوسرے کی غلطیوں کو برداشت نہیں کیا جاتا بلکہ طعن و طنز کر کے لڑائی جھگڑا شروع کر دیا جاتا ہے اور نوبت یہاں تک آ جاتی ہے کہ ایک دوسرے کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا جاتا۔

اس جلتی پر تیل چھڑکنے والے مرد و عورت کے اپنے گھر والے بھی ہوتے ہیں۔ مرد اپنے والدین اور بہن بھائیوں سے اپنی بیوی کی خامیاں بیان کرتا ہے اور عورت اپنے گھر والوں سے۔ گھر والے بجائے افہام و تفہیم کے اپنے عزیز کو مظلوم سمجھتے ہوئے غصہ میں آ جاتے ہیں اور شبہ دہتے ہیں کہ تم نے یہ کہنا تھا تو وہ کہنا تھا، خاموش کیوں ہو گئے، آئندہ یہ کرنا، کھینچ کر رکھو وغیرہ۔ ان ٹوٹکوں پر جب میاں بیوی عمل پیرا ہوتے ہیں تو اپنا گھر خراب کر لیتے ہیں۔ ماں خود اپنے ہاتھوں بیٹی کا گھر اجاڑ دیتی ہے اور پھر یا تو خود بیٹی کو گھر بٹھا کر ذلیل کرتی ہے یا بچھرتاتی ہے اور وہ ساری اکڑ خاک میں مل جاتی ہے۔

میاں بیوی کو چاہئے کہ اپنے معاملات کو لوگوں میں بیان نہ کریں کہ لوگ ان کو حل نہیں کر سکتے جب تک میاں بیوی ہی حل کرنے والے نہ ہوں۔ لوگوں کو بھی چاہئے کہ میاں بیوی کو مزید لڑانے پر تیار نہ کریں بلکہ برداشت کرنے کی ترغیب دیں۔

(4) عورت کے خواب پورے نہ ہونا: مردوں کی بہ نسبت عورتیں اپنے آئیڈیل کے بارے میں بہت سوچتی ہیں کہ ان کا شوہر ایسا ہو، گھر بار ایسا ہو وغیرہ، لیکن جب حقیقت

حال اس کے برعکس ہوتی ہے تو عورت اسے برداشت نہیں کر پاتی اور شوہر کے حقوق پورے نہیں کرتی اور نتیجہ طلاق ہوتا ہے۔ یہ صورت زیادہ تر لو میرج میں ہوتی ہے کہ پہلے مجازی عشق میں عورت اندھی ہوتی ہے والدین کی عزت کی بھی پرواہ نہیں کرتی لیکن جب عشق کا بھوت اترتا ہے اور حقیقی دنیا میں آتے ہیں تو وہی شخص جو بہت اچھے لباس و صورت میں ہوتا ہے وہی جب شادی کے بعد نارمل حالت میں آتا ہے اور کوئی کام کاج کرنے والا نہیں ہوتا تو عورت کے خواب ٹوٹ جاتے ہیں۔

(5) عورت کا اپنے میکے کو ترجیح دینا: بعض عورتوں کو عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے

سسرال کو اہمیت نہیں دیتیں بلکہ اپنے میکے والوں کو زیادہ اہمیت دیتی ہیں۔ والدین پر حد سے زیادہ مان رکھتی ہیں۔ بات بات پر ان کی جھوٹی تعریفیں کرتی ہیں۔ ایسی صورتحال میں سسرال والے عورت کے میکے سے جڑ کھانا شروع ہو جاتے ہیں اور طنز کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور گھر میں امن نہیں رہتا۔ عورت ذرا سی بات پر میکے جا بیٹھتی ہے اور آخر کار طلاق لے کر میکے میں بیٹھ کر ساری زندگی مفت کی نوکرانی بن جاتی ہے یا میکے والوں کے لئے سر درد بن جاتی ہے۔ والدین کے مرنے کے بعد بھائیوں اور بھابیوں کے ہاتھوں ذلیل ہوتی ہے، اب اسے پچھتاوا ہوتا ہے لیکن وہ اپنے ساتھ ساتھ شوہر اور بچوں کا بھی مستقبل تباہ کر چکی ہوتی ہے۔

عورت اگر اپنے سسرال کو اپنا گھر سمجھے اور شوہر کی اطاعت کرے تو یہ عورت کے

ساتھ ساتھ عورت کے والدین کے لئے بھی بہتر ہے۔ مسند الحارث میں ہے ”عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا غَزَا وَأَمْرَأَةً فِي عُلُوِّ وَأَبْوَاهَا فِي السُّفْلِ وَأَمْرَأَهَا أَنْ لَا تَخْرُجَ مِنْ بَيْتِهَا فَاسْتَكْنَى أَبْوَاهَا، فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْهُ

وَأَسْتَأْذِنُهُ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا: أَنْ اتَّقِي اللَّهَ وَأَطِيعِي زَوْجَكَ، ثُمَّ إِنَّ أَبَاهَا مَاتَ، فَأَرْسَلَتْ  
إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْتَأْذِنُهُ وَأَخْبَرَتْهُ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا: أَنْ اتَّقِي اللَّهَ  
وَأَطِيعِي زَوْجَكَ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى عَلَى أَبِيهَا، فَقَالَ  
لَهَا: إِنَّ اللَّهَ قَدْ غَفَرَ لِأَبِيكَ بِطَوَاعِيَّتِكَ لِزَوْجِكَ“ ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی  
اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ایک صحابی جہاد کے لئے گئے اور اپنی بیوی کو اوپر والی منزل میں  
چھوڑ گئے اور بیوی کے والد کو نیچے والی منزل میں۔ بیوی کو حکم دیا کہ تم گھر سے نہ نکلنا۔ اس  
عورت کا والد بیمار ہوا تو عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں گھر سے نکلنے  
کی اجازت مانگی تو آپ علیہ السلام نے عورت کو حکم دیا کہ اللہ عزوجل سے ڈرو اور اپنے  
شوہر کی اطاعت کرو۔ پھر اس عورت کا والد مر گیا تو اس نے پھر گھر سے نکلنے کی اجازت مانگی  
تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ عزوجل سے ڈرو اور شوہر کی اطاعت کرو۔ نبی کریم صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اس کے والد کی نماز جنازہ پڑھی اور عورت سے فرمایا: بے  
شک اللہ عزوجل نے تیرے والد کی مغفرت فرمائی تیری شوہر کی اطاعت کی وجہ سے۔

(مسند الحارث، کتاب النکاح، باب فی حق الزوج علی المرأة، جلد 1، صفحہ 551، مرکز خدمۃ  
السنة والسيرة النبوية، المدينة المنورة)

جو عورت اپنے سسرال کی عزت نہیں رہنے دیتی اس عورت کی اپنے میکے میں بھی  
عزت نہیں رہتی میکے والے نہ داماد کی عزت کرتے ہیں اور نہ ہی داماد کے گھر والوں کی اور  
پھر میکے میں موجود بھائیوں کی بیویاں بھی عورت کو حقیر جانتی ہیں اور اس کی عزت نہیں  
کرتیں۔ جب بچے جوان ہو جاتے ہیں اور ان کا باہم رشتے بھی اسی وجہ سے نہیں ہو پاتے  
کہ ایک دوسرے سے نفرت ہوتی ہے۔

سمجھدار عورت وہ نہیں جو اپنے شوہر کو اپنا خادم و حقیر بنا کر ایک خادم کی بیوی بن

کر رہے بلکہ سمجھدار عورت وہ ہے جو اپنے شوہر کو بادشاہ بنا کر اس کی رانی بن کر رہے۔ اپنی تنگ دستی اور فقر و فاقہ کو رشتہ داروں میں عام نہ کرے کہ اس طرح رونے سے نہ تو رزق میں زیادتی ہوتی ہے اور نہ رشتہ دار مال و دولت دیتے ہیں بلکہ اپنی عزت جاتی رہتی ہے اور رشتہ دار اسے کمتر سمجھتے ہیں۔

(6) عورت کا ملازمت کرنا: عورت کا ملازمت کرنا بھی بعض اوقات گھر کے نظام کو خراب کر دیتا ہے، عورت ملازمت میں وقت دینے کے سبب جب بچوں کی صحیح پرورش نہیں کر پاتی، شوہر اور اس کے گھر والوں کے حقوق پورے نہیں کر پاتی تو آہستہ آہستہ گھر کا امن خراب ہو کر رہ جاتا ہے۔ جب گھر میں لڑائی جھگڑا شروع ہوتا ہے تو عورت آگے ہی شوہر کے رحم و کرم پر نہیں ہوتی اسے یہ مان ہوتا ہے کہ میں خود کمانے والی ہوں اگر مجھے طلاق بھی ہوگئی تو میں زندگی گزار لوں گی۔

(7) عورت کا زیادہ دنیاوی تعلیم پڑھے ہونا: بعض عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ پڑھنے لکھنے کا شاید یہی مقصد ہے کہ کوئی نوکری کی جائے، جب عورت نے اعلیٰ تعلیم خصوصاً ڈاکٹری یا وکالت کی ڈگری حاصل کی ہو تو وہ نوکری پر بھند ہوتی ہے، اگر لڑکا اور اس کے گھر والے اس کی اجازت نہ دیں تو نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔ حالانکہ عورت کا پڑھے لکھے ہونا اس کے لئے، اس کے بچوں کے لئے بہت فائدہ مند ہوتا ہے، کمائی کرنا اتنا آسان نہیں جتنا عورتیں سمجھتی ہیں، مردوں سے پوچھ کر دیکھو کہ کمائی کرنا کتنا مشکل کام ہے۔ شریعت نے عورت کو گھر کے کام کاج کی ذمہ داری دی ہے اور یہ کوئی آسان کام نہیں ایک دن مرد کو گھر کا کام کرنا پڑے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتنا مشکل کام ہے۔

(8) شوہر اور اس کے گھر والوں کا ظالم ہونا: شوہر اگر ظالم ہو یا اس کے گھر والے

ظالم ہوں تو یہ طلاق کا بہت بڑا سبب ہے۔ سناں بہو کو نو کرانی سمجھتی ہیں لیکن اپنی بیٹی کے بارے میں یہ گمان رکھتی ہے کہ وہ اپنے سسرال میں شہزادی کی طرح رہے۔

(9) مرد کا عورت کا نان و نفقہ پورا نہ کرنا: طلاق کی ایک بہت بڑی وجہ مرد کا عورت کا نان و نفقہ پورا نہ کرنا ہے۔

(10) مرد کا نشے کا عادی ہونا: نشہ ایسی قبیح عادت ہے جس سے جہاں کاروبار و صحت تباہ و برباد ہوتی ہے وہاں ہی گھر کے حالات خراب ہوتے ہیں اور بیوی تنگ آکر طلاق کا مطالبہ کرتی ہے۔

اللہ عزوجل کے نزدیک ناپسندیدہ عمل

طلاق دینا کوئی لعنتی یا حرام فعل نہیں ہے جیسا کہ بعض جاہلوں نے سمجھ رکھا ہے بلکہ یہ جائز فعل ہے اگرچہ بلا وجہ شرعی طلاق دینا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ حدیث میں ہے ”أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى الطَّلَاقُ“ ترجمہ: حلال چیزوں میں سے طلاق دینا اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے۔

(ابوداؤد، کتاب الطلاق، فی کراہیۃ الطلاق، جلد 2، صفحہ 255، المكتبة العصرية، بیروت)

طلاق کے مباح، مستحب اور واجب ہونے کی صورتیں

اگر وجہ شرعی ہو تو طلاق دینا مباح بلکہ بعض صورتوں میں مستحب مثلاً عورت شوہر کو یا اوروں کو ایذا دیتی یا نماز نہیں پڑھتی ہے، عورت کا کردار ٹھیک نہیں ہے، تو ایسی عورت کو طلاق دینا مستحب ہے۔ اور بعض صورتوں میں طلاق دینا واجب ہے مثلاً شوہر نامرد ہے یا اس پر کسی نے جادو یا عمل کر دیا ہے کہ جماع کرنے پر قادر نہیں اور اس کے ازالہ کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ ان صورتوں میں طلاق نہ دینا سخت تکلیف پہنچاتا ہے، شوہر پر

واجب ہے کہ عورت کو طلاق دے تاکہ وہ کسی اور سے نکاح کر کے حلال طریقے سے اپنی خواہش پوری کر سکے۔

اسی طرح عورت اگر نافرمان ہے اور شوہر کے والدین کو ایذا دیتی ہے، والدین اس سے تنگ آ کر بیٹے سے کہتے ہیں کہ اس عورت کو طلاق دیدو تو مرد پر طلاق دینا واجب ہے۔ اگر عورت والدین کو ایذا نہیں دیتی اور والدین بلا وجہ طلاق دینے کا کہتے ہیں تو بیٹے پر طلاق دینا واجب نہیں ہے لیکن پھر بھی مستحب ہے کہ والدین کے کہنے پر بیوی کو طلاق دیدے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں ”عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَتْ تَحْتِي امْرَأَةٌ تُعْجِبُنِي وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا فَقَالَ لِي: طَلِّقْهَا فَأَبَيْتُ فَأَتَى عُمَرُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ امْرَأَةً قَدْ كَرِهْتُهَا فَأَمَرْتُهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَأَبَى فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ طَلِّقِ امْرَأَتَكَ وَأَطِيعْ أَبَاكَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَطَلَّقْتُهَا“ ترجمہ: حضرت حمزہ بن عبد اللہ بن عمر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ (حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا) میری ایک بیوی تھی جسے میں پسند کرتا تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے ناپسند کرتے تھے، انہوں نے مجھے حکم دیا کہ اسے طلاق دے دو۔ میں نے انکار کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ابن عمر کی ایک بیوی ہے جسے میں ناپسند کرتا ہوں اور میں نے اسے حکم دیا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو لیکن اس نے انکار کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا: اے عبد اللہ بن عمر! اپنی بیوی کو طلاق دے دو اور اپنے والد کی اطاعت کرو۔ حضرت عبد اللہ بن

عمر نے فرمایا: میں نے اسے طلاق دے دی۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلة، جلد 4، صفحہ 169، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

موجودہ دور میں شوہر جب تنگ آ کر طلاق دینا چاہتا ہے تو وہ بغیر سوچے سمجھے بغیر کسی عالم سے شرعی رہنمائی لئے غصے میں فوراً اکٹھی تین طلاقیں زبانی یا تحریری دے دیتا ہے اور بعد میں جب غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے تو پھر ادھر ادھر بھاگتا ہے کہ کہیں سے میرے مطلب کا فتویٰ مل جائے، پھر آج کل جاہل مولویوں، اشٹام فروشوں، وکلاء، یونین کونسل والوں کی بھی کوئی کمی نہیں ہے جو شرعی مسائل سے جاہل ہو کر تین طلاقوں کے باوجود میاں بیوی میں صلح کروا دیتے ہیں اور اسے بہت بڑائی کی کام سمجھتے ہیں معاذ اللہ عزوجل۔ جاہل مولوی یہ کہتے ہیں کہ اکٹھی تین طلاقیں دے دیں تو ایک ہوتی ہے، کوئی کہتا ہے ساٹھ بندوں کا کھانا کھلا دو، کوئی کہتا ہے حمل میں طلاق نہیں ہوتی، کوئی کہتا ہے کہ غصے میں طلاق نہیں ہوتی، کوئی کہتا ہے عورت کے سامنے طلاق نہ دی ہو تو طلاق نہیں ہوتی، کوئی کہتا ہے عورت سے نہ یا عورت طلاق قبول نہ کرے تو طلاق نہیں ہوتی، اسی طرح کی خود ساختہ باتیں مشہور ہیں جو شرعاً باطل و غلط ہیں۔ وکلاء یہ کہتے ہیں کہ اکٹھی تین تو کیا سو طلاقیں دے دو نوے دن کے اندر جوع کر سکتے ہو یہ صریح جہالت ہے۔ یونین کونسل والے ان سے سب سے دو ہاتھ آگے ہیں وہ کہتے ہیں چاہے ہزار طلاقیں دی ہوں اور کئی سال گزر جائیں جب تک ہم نافذ نہیں کریں گے کوئی طلاق نہیں ہوگی۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اسی طرح پنچائیکوں یا خاندان کے بڑے مل کر تین طلاقوں کے باوجود میاں بیوی میں صلح کروا دیتے ہیں اور ایسے گناہ میں شامل ہو جاتے ہیں جن کا گناہ انہیں لگاتار ملتا رہے گا۔ ان سب حضرات کو چاہئے کہ خدا کا خوف کریں، کسی غیر کے لئے اپنی آخرت برباد نہ کریں۔ حضرت



ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مِنْ أَسْوَأِ النَّاسِ مَنْزِلَةً، مَنْ أَذْهَبَ آخِرَتَهُ بِدُنْيَا غَيْرِهِ" ترجمہ: لوگوں میں سب سے بڑا بد بخت وہ شخص ہے جو غیر کی دنیا کے لئے اپنی آخرت خراب کرے۔

(شعب الایمان، باب فی اخلاص العمل، جلد 5، صفحہ 358، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

## طلاق کی تین قسمیں

طلاق کی تین قسمیں ہیں: (1) حسن (2) اُحسن (3) بدعی۔ ان تینوں کی

تفصیل یوں ہے:

(1) جس طہر میں وطی نہ کی ہو یعنی عورت مخصوص ایام سے پاک ہو تو شوہر صحبت

کئے بغیر اُس میں ایک طلاق رجعی دے اور چھوڑے رہے یہاں تک کہ عدت (تین ماہ واریاں) گزر جائیں، یہ احسن طلاق ہے۔

(2) طلاق حسن وہ ہے جس میں ہر ماہ ایک طلاق دی جائے یوں تین مہینوں میں

تین طلاقیں دی جائیں۔ بشرطیکہ نہ ان طہروں میں وطی کی ہو نہ حیض میں یا تین مہینے میں تین طلاقیں اُس عورت کو دیں جسے حیض نہیں آتا مثلاً نابالغہ یا حمل والی ہے یا ایاس کی عمر (یعنی بوڑھی عورت جسے حیض آنا بند ہو جائے) کو پہنچ گئی، غیر موطوہ (جس عورت سے نکاح کے بعد صحبت نہ کی ہو) کو طلاق دی اگرچہ حیض کے دنوں میں دی ہو۔ تو یہ سب صورتیں طلاق حسن کی ہیں۔ حمل والی یا سن ایاس والی کو وطی کے بعد طلاق دینے میں کراہت نہیں۔

(3) بدعی طلاق یہ کہ ایک طہر میں دو یا تین طلاق دیدے، تین دفعہ میں یا دو

دفعہ یا ایک ہی دفعہ میں خواہ تین بار لفظ کہے یا یوں کہہ دیا کہ تجھے تین طلاقیں یا ایک ہی طلاق دی مگر اُس طہر میں وطی کر چکا ہے یا موطوہ کو حیض میں طلاق دی یا طہر ہی میں طلاق

دی مگر اس سے پہلے جو حیض آیا تھا اس میں وطی کی تھی یا اس حیض میں طلاق دی تھی یا یہ سب باتیں نہیں مگر طہر میں طلاق بائن دی۔

اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو تینوں ہو جاتی ہیں

یہ یاد رہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا بدعی ناجائز و گناہ ہے لیکن تینوں نافذ ہو جاتی

ہیں۔ سنن دارقطنی کی حدیث پاک ہے ”عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبِيدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَادَةَ بْنِ

الصّامِتِ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: طَلَّقَ بَعْضُ اَبَائِي اِمْرَاَتَهُ الْفَا فَاَنْطَلَقَ بِنُوهُ اِلَى

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَانَا طَلَّقَ اَمْنَا الْفَا فَهَلْ

لَهُ مِنْ مَخْرَجٍ؟، فَقَالَ: اِنَّ اَبَاكُمْ لَمْ يَتَّقِ اللّٰهُ فَيَجْعَلْ لَهُ مِنْ اَمْرِهِ مَخْرَجًا، بَانَتْ مِنْهُ

بِثَلَاثٍ عَلٰى غَيْرِ السُّنَّةِ، وَتِسْعِمِائَةٍ وَسَبْعَةٍ وَتِسْعُوْنَ اِثْمٌ فِي عُنُقِهِ“ ترجمہ: حضرت

ابراہیم بن عبید اللہ بن عبادہ بن صامت اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے

ہیں کہ میرے بعض آباؤ اجداد میں سے کسی نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیں۔ اسکے بچے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم ہمارے باپ نے ہماری ماں کو ہزار طلاقیں دی ہیں اس کے لئے اس سے نکلنے کی

کوئی صورت ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارا باپ اللہ سے نہیں ڈرا تو

اللہ عزوجل اپنے حکم سے اس کے لئے نکلنے کی کیا صورت پیدا کرے؟ اس کی بیوی تین

طلاقوں کے ساتھ اس سے علیحدہ ہو گئی خلاف سنت طریقہ پر اور باقی نو سو ستانوے طلاقوں کا

گناہ اس کی گردن پر ہے۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الطلاق والخلع والإیلاء وغیرہ، جلد 5، صفحہ 36، مؤسسة الرسالة، بیروت)

اس کے علاوہ کثیر صحیح احادیث سے اکٹھی تین طلاقیں دی ہوئی نافذ ہونے کا

ثبوت ہے۔ چاروں ائمہ کرام امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام حنبل و دیگر فقہائے کرام و محدثین کے نزدیک اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو تینوں ہو جاتی ہیں۔ فقہائے کرام نے فرمایا جو یہ کہے کہ تین دینے سے ایک ہوتی ہے وہ گمراہ ہے۔ شرح ابن بطلال میں رفاعہ والی حدیث کے تحت ہے ”اتفق أئمة الفتوى على لزوم إيقاع طلاق الثلاث في كلمة واحدة، فإن ذلك عندهم مخالف للسنة، وهو قول جمهور السلف، والخلاف في ذلك شذوذ، وإنما تعلق به أهل البدع“ ترجمہ: ائمہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ تین اکٹھی طلاقیں دی جائیں تو تینوں ہی نافذ ہو جاتی ہیں اگرچہ اکٹھی تین طلاقیں دینا خلاف سنت ہے اور یہ جمہور علماء سلف کا قول ہے۔ اس کا خلاف اسلاف کے مخالف ہے اور شاذ ہے اور ایسا کہنے والے گمراہ ہیں۔

(شرح ابن بطلال، باب من أجاز طلاق الثلاث، جلد 7، صفحہ 390، مکتبۃ الرشید، الرياض)

بیوی کو اگر معلوم ہے کہ شوہر نے مجھے تین طلاقیں دے دی ہیں تو ہرگز اس کے

ساتھ نہ رہے، جس طرح سے بھی ہو سکے اس سے چھٹکارا حاصل کرے۔

کورٹ کی طلاق

آج کل یہ بھی رواج ہو گیا ہے کہ عورت شوہر سے طلاق لینے کی بجائے کورٹ

سے خلع لے لیتی ہے۔ شرعی طور پر عورت کا بغیر وجہ سے طلاق کا مطالبہ کرنا ہی ناجائز

ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”الْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ“ ترجمہ:

خلع طلب کرنے والی عورتیں منافقہ ہیں۔

(جامع ترمذی، ابواب الطلاق واللعان، باب ما جاء في المختلعات، جلد 3، صفحہ 484، مصطفیٰ

النابی الحلبي، مصر)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”أَيُّمَا امْرَأَةٍ اخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا مِنْ

غَيْرِ بَأْسٍ لَّمْ تَرِيحُ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ“ ترجمہ: جو عورت بغیر کسی وجہ کے شوہر سے خلع لے وہ عورت جنت کی خوشبو نہ پائے گی۔

(جامع ترمذی، ابواب الطلاق واللعان، باب ما جاء في المختلعات، جلد 3، صفحہ 484، مصطفیٰ البابی الحلبي، ص 1)

اگر واقعی عورت مظلوم ہے اور اب اس کا شوہر کے ساتھ رہنا مشکل ہو گیا ہے تو شریعت نے اجازت دی ہے کہ وہ شوہر سے خلع لے لے۔ لیکن شریعت نے یہ ہرگز اجازت نہیں دی کہ شوہر کی بجائے کورٹ یا کوئی یونین کونسل یا کوئی پنچائیت خلع دے۔ شوہر کے علاوہ کسی اور کے طلاق یا خلع دینے سے طلاق و خلع واقع نہیں ہوتا کہ طلاق کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے۔ لہذا جب تک شوہر طلاق نہیں دے گا، طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔ ﴿بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ یعنی نکاح کی گرہ صرف خاوند کے ہاتھ میں ہے۔

(سورة البقرة، سورت 2، آیت 237)

سنن ابن ماجہ میں حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث پاک مروی ہے کہ ایک غلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے آقا نے میرا نکاح اپنی کنیز کے ساتھ کر دیا ہے اور اب وہ چاہتا ہے کہ ہم دونوں میں جدائی ڈال دے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا ”يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَا بَالُ أَحَدِكُمْ يُزَوِّجُ عَبْدَهُ أُمَّتَهُ، ثُمَّ يُرِيدُ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا، إِنَّمَا الطَّلَاقُ لِمَنْ أَخَذَ بِالسَّاقِ“ ترجمہ: اے لوگو! تم میں سے اس کو کیا ہو گیا ہے جو پہلے اپنے غلام کا نکاح اپنی کنیز سے کر دیتا ہے پھر جدائی ڈالنا چاہتا ہے حالانکہ طلاق تو وہی دے سکتا ہے جس نے جماع کیا (یعنی جو صحبت اور ہمبستری کا حقدار ہے وہی طلاق کا حق رکھتا

(ہے)۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب طلاق العبد، جلد 1، صفحہ 672، دار احیاء الکتب العربیہ)

طلاق کی طرح کورٹ نکاح بھی فسخ کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”موجودہ زمانہ کی نام نہاد عدالت منصفی سے نکاح فسخ کرانا بہر صورت بے کار ہے کہ یہ دارالقضاء شرعی نہیں اور نہ یہ حاکم شرع، لہذا ان کے فسخ کرنے سے نکاح ہرگز فسخ نہ ہوگا۔“ (فتاویٰ فیض الرسول، جلد 1، صفحہ 677، شبیر بردارز، لاہور)

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر کسی عورت کا شوہر ظالم ہو اور عورت کے حقوق بھی پورے نہ کرے اور اسے طلاق بھی نہ دے تو عورت کیا کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کورٹ ایسی صورت میں خود طلاق نہ دے بلکہ شوہر پر زور ڈالے کہ وہ طلاق دے جیسے زید کا قرض بکر پر ہے اور بکر قرض دیتا نہیں، زید نے کورٹ کی طرف رجوع کیا تو کورٹ کبھی بھی اپنے پلے سے زید کو قرض نہیں دے گا بلکہ بکر سے زبردستی قرض نکلوائے گا، اسی طرح طلاق کا مسئلہ سمجھ لیا جائے کہ کورٹ کو شرعاً اجازت نہیں وہ خود طلاق دے۔

خلع کا مسئلہ قرآن و حدیث میں بالکل واضح ہے کہ شوہر اپنی خوشی سے بیوی کو اس کا مہر لے کر طلاق دے۔ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث پاک ہے ”عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ امْرَأَةً ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ ابْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ، مَا أَعْتَبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقِي وَلَا دِينِي، وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتُرْدِينِ عَلَيْهِ حَدِيثَهُ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْبَلِ الْحَدِيثَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً“ ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ نے حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت بن قیس کے اخلاق و دین کی نسبت مجھے کچھ کلام نہیں (یعنی اُن کے اخلاق بھی اچھے ہیں اور دیندار بھی ہیں) مگر اسلام میں کفرانِ نعمت کو میں پسند نہیں کرتی۔ ارشاد فرمایا اُس کا باغ (جو مہر میں تجھ کو دیا ہے) تو واپس کر دیگی؟ عرض کی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثابت بن قیس سے فرمایا باغ لے لو اور طلاق دیدو۔

(صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب الخلع و کیف الطلاق فیہ، جلد 7، صفحہ 46، دار طوق النجاة) دیکھیں اس حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی ہستی نے شوہر سے طلاق دلوائی، جس سے واضح ہو گیا کہ خلع میں شوہر کی رضامندی ضروری ہے۔ اس حدیث کی شرح میں صاحب فیض القدر لکھتے ہیں ”فدل أن مذهبہ لا یفرقان إلا برضا الزوج، قالوا والأصل المجتمع علیہ أن الطلاق بید الزوج أو بید من جعل ذلك إلیہ“ یعنی یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی تیسرا شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق نہیں کر سکتا جب تک شوہر رضامند نہ ہو۔ علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ طلاق کا اختیار شوہر کو ہے یا شوہر جسے طلاق کا وکیل بنا دے۔

(فیض القدر، جلد 7، حدیث 13، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”لا الہ الا اللہ بے شوہر کے طلاق دیئے طلاق تحصیلدار کے دیئے نہیں ہو سکتی۔۔۔ دوسری جگہ نکاح کرے گی تو حرام قطعی اور زنا ہوگا۔“ (فتاویٰ رضویہ، جلد 12، صفحہ 476، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاویٰ فیض الرسول میں ہے: ”پچھری سے طلاق لینا بے کار ہے، عندالشرع ہرگز معتبر نہیں کہ طلاق کا اختیار شوہر کو ہے نہ کہ پچھری کو۔۔۔۔۔ جو لوگ اس میں کسی طرح حصہ لینے والے ہیں سب علانیہ توبہ استغفار کریں۔“

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد 2، صفحہ 132، شبیر برادرز، لاہور)

عصر حاضر میں مسئلہ طلاق کے متعلق جہالتیں

جس طرح زبانی طلاق ہو جاتی ہے اسی طرح تحریری طور پر بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ تحریری طلاق اس وقت ہوتی ہے جب عورت طلاق نامہ وصول کر لے جبکہ یہ بالکل غلط ہے۔ اگر شوہر نے خود تحریر لکھی یا کسی ایشام فروش سے لکھوا کر اس پر دستخط کر دیئے تو اسی وقت طلاق ہو جائے گی اگرچہ بعد میں پیپر پھاڑ بھی دے۔ اس لئے زبان کی طرح تحریری طلاق میں بھی احتیاط بھرتی جائے اور سوچ سمجھ کر کسی عالم دین سے مشورہ کر کے یہ عمل کیا جائے۔

## نوٹس طلاق

اگر عورت کو طلاق نہیں دینی فقط ڈرانادھمکانا ہے تو ایشام فروش سے یہ تحریر لکھوائی جائے۔ یہاں فرضی طور پر شوہر کا نام زید اور زوجہ کا نام ہندہ تحریر کیا جاتا ہے۔

میں مسکی محمد زید ولد بکر قوم راجپوت سکنہ مکان نمبر 1، گلی نمبر 2، برکت پورہ لاہور کارزہاشی ہوں۔ من مقرر بقاگی ہوش و حواس و درستی و ثبات بلا جبر و اکراہ غیر برضا مندی خود اقرار کرتا ہوں کہ من مقرر کی شادی ہمراہ ہندہ بنت عمر و قوم ملک سکنہ مکان نمبر 3، گلی نمبر 4، مغل پورہ لاہور سے مورخہ 07-04-2014 کو انجام پائی اور حق مہر 5 تو لے لے طلائی زیور جن کی مالیت 2,65,000 روپے بنتی ہے طے پایا۔ یہ کہ اس شادی کے نتیجہ میں فریقین کے ہاں ایک بیٹا عبداللہ بھر 1 سال پیدا ہوا جو کہ والدہ کے پاس ہے۔ فریقین کے درمیان ذہنی ہم آہنگی کا شدید فقدان ہے اور اکثر ہمارے درمیان لڑائی جھگڑا رہتا ہے۔ کافی کوشش کے باوجود ذہنی ہم آہنگی پیدا نہ ہو سکی۔ من مقرر اپنی آخری کوشش کرتے ہوئے منکوحہ ہندہ

بنت عمر و کو مورخہ 07-04-2015 کو یہ نوٹس بھیج رہا ہے کہ ہم باہم اس رشتہ کو قائم رکھنے کے لئے آخری کوشش کریں۔ اس نوٹس کے بعد بھی منکوحہ اگر صلح کے لئے راضی نہ ہوئی اس منکوحہ کے گھر والے اسے نہ بھیجیں تو من مقرر طلاق کا حق استعمال کرتے ہوئے منکوحہ کو طلاق دیدے گا۔

العبد

محمد زید ولد بکر

فون نمبر 0322-1234567

2 گواہ شد

1 گواہ شد

احمد رضا ولد غلام محمد

محمد علی ولد محمد حسین

فون نمبر 0322-1234567

فون نمبر 0322-1234567

یاد رہے کہ اس مذکورہ تحریر والے نوٹس سے کوئی طلاق نہیں ہوگی، آج کل جو اشخاص فروش طلاق کا نوٹس لکھتے ہیں اور اس میں تین طلاقیں لکھ کر کہتے ہیں کہ یہ صرف ڈرایا جا رہا ہے طلاق نہیں ہوتی، یہ بالکل غلط ہے۔ اگر طلاق میں ماضی یا حاضر کے صیغے استعمال کئے جائیں تو طلاق ہو جاتی ہے اگرچہ ڈرانا مقصود ہو جیسے یہ کہا جائے کہ زید نے ہندہ کو طلاق دی یا یہ کہے زید ہندہ کو طلاق دیتا ہے تو طلاق ہو جاتی ہے۔ اگر مستقبل کے الفاظ ہوں جیسے زید ہندہ کو طلاق دے دیدے گا، تو اس سے طلاق نہیں ہوتی کہ یہ مستقبل کا ارادہ ہے۔

اوپر جو نوٹس طلاق لکھا گیا ہے اس کے شروع میں تو مضمون آپ اپنے نام و پتہ اور حالات و واقعات تو تبدیل کر سکتے ہیں جبکہ ان میں کوئی جھوٹ نہ ہو، البتہ آخری جملہ بالکل اسی طرح لکھوائے جائیں۔ اس نوٹس کے بعد کسی کو یہ نہ کہے جائے کہ میں نے اپنی



بیوی کو طلاق دے دی ہے کہ طلاق کی جھوٹی خبر دینے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ بس اتنا کہا جائے کہ میں نے طلاق کا نوٹس بھیج دیا ہے۔

### طلاق نامہ

اگر طلاق کے نوٹس کے بعد بھی کوئی مسئلہ حل نہ ہو اور طلاق ہی دینی پڑے تو بغیر زبان سے طلاق کہے فقط ایک تحریری طلاق دی جائے۔ ایشام فروش سے صراحتہ کہیں کہ صرف ایک طلاق لکھ دو۔ آج کل ایشام فروش انتہائی جاہل ہیں شریعت کے مسائل میں زبان درازی کرتے ہیں، وہ آپ کو لاکھ کہیں کہ اکٹھی تین دینے سے بھی ایک ہوتی ہے، نوے دن کے اندر رجوع ہو سکتا ہے، یہ طلاق نامہ نہیں بلکہ طلاق کا نوٹس ہے وغیرہ، ان کی ایک نہ مانیں اور ایک طلاق لکھنے کا کہیں اور اس میں یہ تحریر لکھوائیں:

### طلاق نامہ

میں مسکی محمد زید ولد بکر قوم راجپوت سکنا مکان نمبر 1، گلی نمبر 2، برکت پورہ لاہور کا رہائشی ہوں۔ من مقرر بقا کی ہوش و حواس و درستی و ثبات بلا جبر و اکراہ غیر برضا مندی خود اقرار کرتا ہوں کہ من مقرر کی شادی ہمراہ ہندہ بنت عمرو قوم ملک سکنا مکان نمبر 3، گلی نمبر 4، مغل پورہ لاہور سے مورخہ 07-04-2014 کو انجام پائی اور حق مہر 5 تو لے لگائی زیور جن کی مالیت 2,65,000 روپے بنتی ہے طے پایا۔ یہ کہ اس شادی کے نتیجہ میں فریقین کے ہاں ایک بیٹا عبداللہ بھر 1 سال پیدا ہوا جو کہ والدہ کے پاس ہے۔ فریقین کے درمیان ذہنی ہم آہنگی کا شدید فقدان ہے اور اکثر ہمارے درمیان لڑائی جھگڑا رہتا ہے۔ کافی کوشش کے باوجود ذہنی ہم آہنگی پیدا نہ ہو سکی۔ فریقین کا آپس میں رشتہ ازدواج کا قائم رکھنا حدود اللہ میں رہنا انتہائی مشکل ہو چکا ہے۔ لہذا من مقرر اپنی منکوحہ (زوجہ کا نام اور ولدیت) کو

(مورخہ تاریخ درج کریں) روبرو گواہان طلاق دیتا ہوں۔ لہذا اب منکوحہ عدت گزار کر جہاں چاہے نکاح کر لے مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

العبد

محمد زید ولد بکر

فون نمبر 0322-1234567

2 گواہ شد

1 گواہ شد

احمد رضا ولد غلام محمد

محمد علی ولد محمد حسین

فون نمبر 0322-1234567

فون نمبر 0322-1234567

یہ طلاق نامہ بیوی کو بھیج دیں۔ اس تحریر میں تبدیلی نہ کریں کہ الفاظ کے رد و بدل سے شرعی حکم میں فرق پڑ جاتا ہے۔ اشٹام فروش لاکھ کہے کہ یوں لکھو الیس کچھ نہیں ہوگا ان کی باتوں میں نہ آئیے گا۔ فقط نام و پتہ اور حالات واقعات جن میں سچائی ہو وہ تبدیل کروا سکتے ہیں بقیہ آخری جملے تبدیل نہ کئے جائیں کہ ہو سکتا ہے حکم بدل جائے۔ بہتر یہ ہے کہ اشٹام پیپر پر دستخط کرتے وقت ایک مرتبہ کسی مستند سنی مفتی کو پڑھا دیں۔

طلاق نامہ پر دستخط کرتے ہی عورت کی عدت (تین ماہ واریاں) شروع ہو جائے گی اگرچہ عورت تک طلاق نامہ نہ پہنچا ہو۔ عدت کے درمیان رجوع کرنا چاہیں تو بغیر نکاح و حلالہ رجوع کر سکتے ہیں کہ ابھی صرف ایک طلاق رجعی دی ہے۔ رجوع یوں ہوگا کہ عورت کو کہے میں نے تجھ سے رجوع کیا۔ بہتر ہے کہ دو گواہوں کی موجودگی میں رجوع کرے۔ اگر زبان سے رجوع نہ کیا بلکہ کسی عمل سے رجوع کیا مثلاً وطی کی یا شہوت کے ساتھ مونہ یا رخسار یا ٹھوڑی یا پیشانی یا سر کا بوسہ لیا یا بلا حائل بدن کو شہوت کے ساتھ چھوا تو رجوع

ہو جائے گا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔

اگر عدت کے اندر رجوع نہ کیا تو عدت (تین ماہ ہوا ریوں) کے بعد عورت سے نکاح سے نکل جائے گی، وہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے، دوبارہ اسی شوہر سے بھی نکاح کرنا چاہے گے تو نکاح کر سکتی ہے۔ اگر دوبارہ نئے حق مہر سے نکاح ہو گیا تو شوہر کے پاس آئندہ صرف دو طلاقوں کا حق باقی رہے گا۔ اگر دوسری طلاق بھی اسی تحریر کے مطابق دے گا تو بھی یہی حکم ہوگا کہ عدت میں رجوع کر سکتا ہے اور عدت کے بعد دوبارہ نکاح کر کے رجوع کیا تو پھر ایک طلاق کا حق باقی رہے گا۔

یہ یاد رہے کہ زبانی یا تحریری صورت میں اگر تین طلاقیں اکٹھی دے دیں تو تینوں ہو جائیں گی اور بغیر حلالہ کے رجوع نہ ہو سکے گا یہ قرآن و حدیث سے واضح ہے، جاہل مولویوں اور اٹھام فروشوں و یونین کنسل والوں کی باتوں میں نہ آئیے گا۔

### فصل سوئم: رشتہ داروں کے حقوق

لکڑی پر جب لوہے کا ہتھوڑا پڑتا ہے تو اتنی آواز نہیں آتی جتنی لوہے پر لگنے سے آتی ہے۔ ایک دن لکڑی نے لوہے سے کہا تجھے ہتھوڑا لگنے پر اتنا درد کیوں ہوتا ہے؟ مجھے تو اتنا درد نہیں ہوتا۔ اس پر لوہے نے کہا جب اپنا ہی اپنے کو مارتا ہے تو درد زیادہ ہوتا ہے۔

غیروں کی بہ نسبت جب اپنے رشتہ دار ظلم و زیادتی کرتے ہیں تو بہت دکھ ہوتا ہے اور رشتے ٹوٹ جاتے ہیں جبکہ شریعت اسلامیہ نے حکم دیا کہ والدین اور بیوی بچوں کے ساتھ ساتھ دیگر رشتہ داروں جیسے بہن بھائی، چچا، تایا، ماموں، خالہ اور دیگر رشتہ داروں سے صلہ رحمی کی جائے۔ قرآن پاک میں ہے ﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ

وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ  
 أَيْمَانُكُمْ ﴿ۛ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھراؤ اور ماں  
 باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے  
 ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے۔

(سورۃ النساء، سورۃ 4، آیت 36)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ  
 النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَعَلَّمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ فَإِنَّ  
 صَلَاةَ الرَّجِيمِ مَحَبَّةٌ فِي الْأَهْلِ مَثْرَاءَةٌ فِي الْمَالِ مَنْسَأَةٌ فِي الْأَثْرِ“ ترجمہ: حضرت  
 ابو ہریرہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے  
 نسب یاد رکھو تا کہ اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کر سکو کیونکہ صلہ رحمی اہل خانہ میں محبت  
 پیدا کرتی ہے، مال میں برکت لاتی ہے اور عمر میں درازی لاتی ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلۃ، جلد 4، صفحہ 178، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

شعب الایمان کی حدیث پاک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی  
 ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”إِحْفَظُوا أَنْسَابَكُمْ تَصِلُوا أَرْحَامَكُمْ، فَإِنَّهُ  
 لَا بُعْدَ لِلرَّجِيمِ إِذَا قُرِبَتْ، وَإِنْ كَانَتْ بَعِيدَةً، وَلَا قُرْبَ لَهَا إِذَا بَعُدَتْ وَإِنْ كَانَتْ  
 قَرِيبَةً، وَإِنْ كُنَّ رَجِيمٌ آتِيَةٌ أَمَامَ صَاحِبِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَشْهَدُ لَهُ بِصِلَةِ إِنْ كَانَ  
 وَصَلَهَا وَفِي قَطِيعَةٍ إِنْ كَانَ قَطَعَهَا“ ترجمہ: اپنے نسبوں کی حفاظت کرو اور صلہ رحمی کرو۔  
 رشتے دور نہیں ہیں اگر اس کے قریب ہو جائے اگرچہ وہ دور ہوں اور اگر رشتہ داری سے  
 دور ہو جائے تو وہ قریب نہیں ہے اگرچہ رشتہ دار قریب ہوں۔ ہر رشتہ قیامت والے دن  
 اپنے صاحب کے ساتھ آئے گا اور صلہ رحمی اور قطع تعلقی کی گواہی دے گا۔

(شعب الإیمان، صلة الارحام، جلد 10، صفحہ 327، مكتبة الرشيد، الرياض)

رشتہ داروں سے صلہ رحمی درجہ بدرجہ ہے

شریعت نے درجہ بدرجہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے۔ جس کا رشتہ زیادہ قریبی ہے اس سے زیادہ صلہ رحمی کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ شعب الإیمان کی حدیث پاک ہے ”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ، إِنَّ لِي أُمَّ وَأَبًا وَأَخًا وَأُخْتًا وَعَمًّا وَعَمَّةً وَخَالَاً وَخَالَةً، فَأَيُّهُمْ أَوْلَى إِلَيَّ بِصِلَتِي؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمَّكَ وَأَبَاكَ، وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ، وَأُذُنَاكَ أُوذُنَاكَ“ ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ایک صحابی نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری ماں ہے، باپ ہے، بھائی ہے، بہن ہے، چچا ہے پھوپھی ہے، ماموں اور خالہ ہے، ان میں سے کون زیادہ صلہ رحمی کے لائق ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: تیری ماں اور تیرا باپ، تیرا بھائی اور تیری بہن ہے، پھر جو جس قدر قریب ہو وہ اسی قدر صلہ رحمی کے لائق

ہے۔ (شعب الإیمان، بر الوالدین، جلد 10، صفحہ 256، مكتبة الرشيد، الرياض)

خالہ ماں کی مثل ہے

کئی رشتے ایسے ہیں جن کو انسان کے خاص رشتوں کے برابر کہا گیا ہے جیسے خالہ کو ماں کہا گیا ہے چنانچہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں ”عَنْ ابْنِ عُمَرَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَذْنَبْتُ ذَنْبًا كَثِيرًا فَهَلْ لِي مِنْ تَوْبَةٍ؟ قَالَ: أَلَيْكَ وَالِدَانِ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَلَيْتَ خَالَةٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَبَرِّهَا إِذَا“ ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر

ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے کثیر گناہ کئے ہیں، کیا میرے لئے توبہ ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے والدین ہیں؟ اس نے عرض کی نہیں۔ آپ نے پوچھا کیا تیری خالہ ہے؟ اس نے عرض کی جی ہاں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے ساتھ نیکی کر۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلۃ، جلد 4، صفحہ 171، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

### چچا باپ کی طرح ہے

چچا و تایا بہ منزلہ باپ کے ہیں۔ ترمذی شریف کی حدیث پاک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ آذَى عَمِّي فَقَدْ آذَانِي فَإِنَّمَا عَمُّ الرَّجُلِ صِنُّوْ أَبِيهِ“ ترجمہ: اے لوگو! جس نے میرے چچا کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔ اس لئے کہ چچا باپ کی طرح ہے۔

(سنن الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب أبي الفضل عم النبي صلى الله عليه وسلم وهو العباس بن عبد المطلب رضي الله عنه، جلد 5، صفحہ 652، مصطفى البابی الحلبي، مصر)

### بڑا بھائی بہ منزلہ باپ کے ہے

بڑا بھائی باپ کی مثل ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ”الأكبر من الإخوة بمنزلة الأب“ ترجمہ: بڑا بھائی باپ کی طرح ہے۔

(کنز العمال، کتاب النکاح، الباب الثامن فی بر الوالدین، جلد 16، صفحہ 466، مؤسسة الرسالة، بیروت)

دوسری حدیث پاک میں ہے ”حق کبیر الإخوة علی صغیرهم کحق الوالد علی ولدہ“ ترجمہ: بڑے بھائی کا حق چھوٹے پر ایسا ہے جیسے والد کا حق بیٹے پر ہے۔

(کنز العمال، کتاب النکاح، الباب الثامن فی بر الوالدین، جلد 16، صفحہ 466، مؤسسة

(الرسالة، بیروت)

والدین کے وصال کے بعد بہن بھائیوں کی کفالت پر اجر

عموماً والدین کے مرنے کے بعد بڑا بھائی بہن بھائیوں کی کفالت کرتا ہے جو بہت بڑی نیکی کا کام ہے۔ ایک بھائی کا اپنی بہن کی پرورش کرنا اور اس کا نکاح کر دینا باعثِ فضیلت ہے۔ صحیح ابن حبان میں ہے ”عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ أَوْ ابْنَتَانِ أَوْ ابْنَتَانِ فَأَحْسَنَ صُحْبَتَهُنَّ وَاتَّقَى اللَّهَ فِيهِنَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ“ ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کی اچھی دیکھ بھال کرے اور ان کے متعلق رب تعالیٰ سے ڈرے وہ جنت میں جائے گا۔

(صحیح ابن حبان، صفة الرحم و قطعها، ذکر إيجاب الجنة لمن اتقى الله في الأخوات وأحسن صحبتتهن، جلد 2، صفحہ 190، مؤسسة الرسالة، بیروت)

یتیم کی کفالت پر چچا اور ماموں کو اجر

والد کے مرنے کے بعد تایا یا چچا یتیم بھتیجیوں کی پرورش کرتے ہیں یا ماموں یتیم بھانجے بھانجیوں کی پرورش کرتے ہیں۔ اس کی فضیلت کے متعلق صحیح ابن حبان میں ہے ”عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا وَأَشَارَ بِالسُّبَابَةِ وَالْوَسْطَى“ ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ایسے ہوں ہے اور پھر شہادت اور درمیان والی انگلی کو ملایا۔ (یعنی جنت میں اکٹھے ہوں گے۔)

(صحیح ابن حبان، باب الرحم، ذکر إيجاب دخول الجنة للمتكفل الأيتام إذا عدل في أمورهم  
وتجنب الحيف، جلد 2، صفحہ 207، مؤسسة الرسالة، بیروت)

## یتیم کو کھلانے پر سایہ رحمت

حضرت داؤد علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی ”إِلٰهِي فَمَا جَزَاءُ  
مَنْ يُشْبِعُ الْيَتِيمَ وَالْأَرْمَلَةَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ؟ قَالَ: جَزَاؤُهُ أَنْ أُظِلَّهُ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا  
ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي“ ترجمہ: الہی اس کی جزاء کیا ہے جو تیری رضا کے لئے یتیم اور محتاج کو پیر  
بھر کر کھلائے؟ اللہ عزوجل نے فرمایا: اس کی جزاء یہ ہے کہ اسے قیامت والے دن اپنے  
سایہ رحمت میں رکھوں گا جس دن اس سایہ کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

(الزہد والرفائق لابن المبارک، باب توبۃ داؤد و ذکر الأنبياء صلوات اللہ علیہم، صفحہ 164، دار  
الکتب العلمیۃ، بیروت)

## یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنے کی فضیلت

امام احمد و ترمذی نے ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ”عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ مَسَحَ رَأْسَ يَتِيمٍ أَوْ يَتِيمَةٍ لَمْ يَمْسَحْهُ إِلَّا لِلَّهِ كَانَ لَهُ  
بِكُلِّ شَعْرَةٍ مَرَّتْ عَلَيْهَا يَدُهُ حَسَنَاتٌ، وَمَنْ أَحْسَنَ إِلَى يَتِيمَةٍ أَوْ يَتِيمٍ عِنْدَهُ كُنْتُ  
أَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ وَقَرْنٍ بَيْنَ إِصْبُعَيْهِ“ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے فرمایا: جو شخص یتیم کے سر پر محض اللہ (عزوجل کی رضا) کے لیے ہاتھ پھیرے تو جتنے  
بالوں پر اس کا ہاتھ گزرے گا، ہر بال کے مقابل میں اس کے لیے نیکیاں ہیں اور جو شخص  
یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے پر احسان کرے میں اور وہ جنت میں (دوا انگلیوں کو ملا کر فرمایا) اس  
طرح ہوں گے۔

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، تلمة مسند الانصار، حدیث ابی اسامة الباہلی، جلد 36،



صفحہ 614، حدیث 22284، مؤسسة الرسالة، بیروت)

یتیم کی پرورش کرنے، اس پر شفقت کرنے کا اجرا اپنی جگہ مسلم ہے لیکن عموماً دیکھا گیا ہے کوئی کوئی اس کا حق ادا کرتا ہے۔ جب چچا، تایا، ماموں وغیرہ یتیم کی پرورش کرتے ہیں تو ان کے ساتھ نوکروں جیسا سلوک اور ظلم و ستم کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو یتیموں کا مال بھی کھا لیتے ہیں اس کے باوجود یہ جتاتے ہیں کہ ہم نے تم کو پالا ہے۔ وقت اچھا ہو یا بُرا گزر جاتا ہے لیکن یادیں رہ جاتی ہیں۔ اگر یتیموں کی احسن انداز میں پرورش کی ہوگی تو آخرت میں اجر بھی ملے گا اور وہ یتیم ساری زندگی احسان مند بھی رہے گا۔ ورنہ حال یہ ہوتا ہے کہ یتیم ساری زندگی بد دعائے دیتا ہے یا موقع ملنے پر انتقام لیتا ہے۔

### رشتہ داروں سے قطع تعلقی

والدین سے قطع تعلقی کسی صورت بھی جائز نہیں مگر یہ کہ والدین میں سے کوئی معاذ اللہ مرتد ہو جائے۔ رشتہ داروں سے بھی قطع تعلقی جائز نہیں ہے۔ البتہ کوئی رشتہ دار بد مذہب ہو یا مرتد ہو تو ان سے قطع تعلقی کی جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی رشتہ دار اعلانیہ گناہ کرنے والا ہو جیسے زانی، چور، سود خور وغیرہ تو ایسے رشتہ دار سے بھی قطع تعلقی کی جائے تاکہ اسے اپنے حرام فعل پر احساس ہو۔ اس پر مزید تفصیل آگے قطع تعلقی کی جائز و ناجائز صورتوں میں آئے گی۔

### رشتہ داروں سے قطع تعلقی کے اسباب

یہاں قطع تعلقی کے اسباب بیان کئے جا رہے ہیں، یہ بیان کردہ تمام اسباب فقط رشتہ داروں سے ہی متعلق نہیں بلکہ دیگر دوست احباب وغیرہ سے بھی قطع تعلقی کے یہی اسباب ہیں۔

## دینی علم نہ ہونا

قطع تعلقی کا ایک بہت بڑا سبب دینی علم نہ ہونا ہے۔ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی اکثریت ہے جسے پتہ نہیں کہ قطع تعلقی کن صورتوں میں جائز ہے کن میں ناجائز ہے۔ بعض اوقات اولاد والدین کی وصیت کے سبب رشتہ داروں سے قطع تعلقی اختیار کئے ہوتی ہے کہ والد یا والدہ نے مرنے سے پہلے کہا تھا کہ فلاں رشتہ دار سے کبھی نہ ملنا، اولاد اس پر عمل پیرا ہوتی ہے اور یہ سمجھتی ہے کہ ہم والدہ کی وصیت پورا کر کے بہت اچھا کام کر رہے ہیں حالانکہ بعض صورتوں میں والدین کی اس وصیت پر عمل کرنا ناجائز ہے۔ والدین، بہن بھائیوں کا اس طرح کی وصیتیں کرنا یا حکم دینا جائز نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا: ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ایک تایا ہے اور ایک بہن ہے، زید کے تایا اور زید کے والد میں ہمیشہ رنج رہی یہاں تک کہ زید کے والد کا انتقال ہو گیا مگر زید کے والد اپنے بھائی سے ملے نہیں، زید اپنے والد کے مرنے کے بعد اپنے تایا سے اور اپنی ہمشیر سے ملتا رہا، پھر زید کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا، اس کے بعد زید کی بہن اور تایا کے درمیان سخت رنجش ہو گئی۔ اب زید کی بہن اپنے سگے بھائی زید سے یہ کہتی ہے کہ تم اگر اپنے تایا سے ملو گے تو میں تم سے نہیں ملوں گی اگر مجھ سے ملنا منظور ہے تو اپنے تایا سے مت ملو۔ اب زید کی شادی کا وقت آیا اور زید اپنی بہن کا ایک ہی بھائی ہے اگر زید اپنی بہن کا کہنا نہیں مانتا ہے تو زید کی بہن کو انتہا درجہ کا صدمہ ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے والدین کا انتقال ہو چکا ہے اور یہ ایک ہی اس کے بھائی ہے اور وہ اس کی شادی میں شریک نہیں ہو سکتی بوجہ تایا کی شرکت کے، ایسی حالت میں زید کو کیا کرنا چاہئے یعنی زید کو اپنی بہن کا کہنا اور خوشی کرنا چاہئے اور اپنی بہن کو شادی میں شریک کرنا چاہئے یا اپنے تایا کو، اور

اپنی بہن کو چھوڑنا چاہئے یا اپنے تایا کو، کیونکہ زید بغیر اپنے تایا کو چھوڑے ہوئے اپنی بہن کا دل خوش نہیں کر سکتا اور نہ اس کی بہن شادی میں شریک ہو سکتی ہے۔“

جواباً آپ فرماتے ہیں: ”بہن اور چچا دونوں ذی رحم محرم ہیں کسی سے قطع کرنا اس کو جائز نہیں اسے چاہئے اپنی بہن کو جس طرح ممکن ہو راضی کرے اگرچہ یوں کہ خفیہ اپنے چچا کو شادی میں شریک ہونے کی دعوت دے اور اپنی بہن سے کہہ دے کہ مجھے ہر طرح تیری خاطر منظور ہے نہ ان کو بلاؤں گا نہ شریک کروں گا اتنا تجھ سے چاہتا ہوں کہ وہ اگر اپنے آپ آجائیں تو اس پر مجھ سے ناراض نہ ہو کیونکہ وہ تیرے اور میرے دونوں کے باپ کی جگہ ہیں غیر آدمی بے بلائے ہوئے آجائیں تو ان کو نکالنا بے تہذیبی ہے نہ کہ باپ کو، غرض جھوٹے سچے فقرے ملا کر دونوں کو راضی کر سکے کرے اور اس پر اجر پائے گا۔ میں ان کو نہ بلاؤں گا، مراد یہ رکھے کہ میں خود ان کو بلا نے نہ جاؤں گا اگرچہ آدمی یارقعہ بھیجوں، آپ چلے آنے سے یہ مراد رکھے کہ وہ اپنے پاؤں سے چلے آئیں نہ یہ کہ میں اٹھا کر لاؤں، غرض پہلو دار بات کہے جھوٹے سچے فقرے سے مراد یہی ہے کہ اس کا ظاہر جھوٹ اور مرادی معنی سچ۔“

حدیث میں فرمایا ”ان فی المعاریض لمنذوحۃ عن الکذب“ بیشک اشاروں

میں گفتگو کرنے میں جھوٹ سے آزادی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 345۔۔ رضاؤنڈیشن، لاہور)

اسی طرح اگر کوئی رشتہ دار اچھا سلوک نہ کرے، تو جواباً صلہ رحمی ترک کر دی جاتی

ہے اور یہ کہا جاتا ہے جیسے کوئی ہم کو ملے گا ہم بھی مل لیں گے۔ جبکہ حدیث پاک میں کہا گیا

ہے کہ جو قطع تم سے توڑے اس سے تعلق جوڑو۔ صحیح ابن حبان کی حدیث پاک ہے ”عَسُنُ

أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ إِنَّ لِي قَرَابَةً أَصْلُهُمْ وَيَقْطَعُونَ وَيُسَيِّئُونَ إِلَيَّ وَأُحْسِنُ إِلَيْهِمْ وَيَجْهَلُونَ عَلَيَّ وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْنٌ كَانَ كَمَا تَقُولُ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنْ ظَهْيِرٍ مَا دُمْتَ عَلَيَّ ذَلِكَ“ ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، عرض کی یا رسول اللہ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں ان سے رشتہ جوڑتا ہوں جبکہ وہ مجھ سے رشتہ توڑتے ہیں اور مجھ سے برائی پیش آتے ہیں، میں ان سے اچھا سلوک کرتا ہوں وہ مجھ سے جہالت پر مبنی برتاؤ کرتے ہیں اور میں ان کو برداشت کرتا ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا: اگر ایسا ہی ہے جیسا تو کہہ رہا ہے تو ان کے منہ میں بھو بھل ڈال رہا ہے اور جب تک تو ایسا کرتا رہے گا اللہ عزوجل کی طرف سے تیرے ساتھ ایک مددگار رہے گا۔

(صحیح ابن حبان، صلیۃ الرحمہ و قطعہا، ذکر معونۃ اللہ جل و علا الواصل رحمہما قطعہ، جلد 2، صفحہ 195، مؤسسة الرسالۃ، بیروت)

## تقویٰ میں کمی

جس میں تقویٰ کی کمی ہوگی وہ قطع تعلقی کا مرتکب ہوگا۔ اسے خدا اور عاقبت خوف نہ ہوگا کہ اس کے نقصانات و عذابات کیا ہیں۔

## تکبر

قطع تعلقی کا بہت بڑا سبب تکبر ہے جو تکبر ہوگا وہ اپنے رشتہ داروں کو حقیر سمجھے گا اور کسی کو حقیر سمجھنا قطع تعلقی کا باعث ہے۔ بعض جن کے پاس دولت ہے وہ غریب رشتہ داروں سے ملنے سے کتراتے ہیں اور بوجہ تکبر یہ پسند کرتے ہیں کہ رشتہ دار اس سے ملنے

آئیں یہ کسی سے نہ ملنے جائیں۔ متکبر سے لوگ ملنا پسند نہیں کرتے یوں دوریاں بڑھتی جاتی ہیں۔

طویل مدت تک رشتہ داروں سے نہ ملنا

طویل مدت تک رشتہ داروں سے نہ ملنا اور جب کبھی ملنا تو الٹا ان پر برس پڑنا کہ تم مجھے ملنے کیوں نہیں آئے، یوں شکوہ شکایات اور دل آزاری والی باتیں کر کے ہمیشہ کے لئے ملنا جلنا ترک کر دینا۔ اس لئے رشتہ داروں سے گاہے بگاہے ملتے رہنا چاہئے خصوصاً عیدین میں کہ جو کم از کم عید بھی ملتا ہو رشتہ قائم رہتا ہے۔

اظہار ناراضگی

کئی لوگوں خصوصاً عورتوں کو عادت ہوتی ہے کہ وہ شوہر کا غصہ شوہر کے عزیز و اقارب پر نکالتی ہیں جیسے کوئی عزیز ملنے آیا تو سخت تلخ لہجہ میں شوہر کی شکایات کرنا شروع کر دیں اور ساتھ اس کے رشتہ داروں کو بھی برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اسی طرح چغل خور عورتوں کی باتوں میں آکر کسی عزیز سے بدظن ہو جانا اور جب وہ ملنے کے لئے آئے تو اس پر طنز کرنا، باتوں باتوں میں اپنے دل کا غبار نکالنا رشتہ داروں کو ختم کر دیتا ہے۔

خوشی و غمی میں شریک نہ ہونا

اگر کسی رشتہ دار کے ہاں شادی ہو، بچے کی ولادت اور اس میں شرکت نہ کی جائے، اسی طرح کوئی فوتگی ہو یا کوئی حادثہ پیش آجائے اور اس سے تعزیت نہ کی جائے یہ بہت بڑا قطع تعلقی کا سبب ہے۔ اس لئے رشتوں کو برقرار رکھنے کے لئے خوشی و غمی میں ضرور شرکت کی جائے۔ خوشی کی بہ نسبت غمی میں زیادہ شرکت ضروری ہے یہ شرعاً ثواب بھی ہے اور رشتہ دار اسے زیادہ محسوس کرتے ہیں۔ اگر شریک ہونا ممکن نہ ہو تو فون کر کے تعزیت کی

جائے اور نہ آنے کی معقول وجہ جو جھوٹی نہ ہو وہ بیان کر دیں۔

یہاں ضمنیہ بھی عرض کر دوں کہ رشتہ داروں کی تعزیت کے بھی کچھ آداب ہیں کہ اگر کسی مریض رشتہ دار کی زیارت کو جائیں تو اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھیں، اس کے لئے دعا کریں اور اسے کہیں کہ آپ ہمارے لئے دعا کریں کہ مریض کی دعا قبول ہوتی ہے، مریض کو آزمائشوں کی فضیلت بیان کریں اور حوصلہ دیں کہ آپ ٹھیک ہو جائیں گے، کوئی سچا واقعہ بیان کریں کہ فلاں شخص کو بھی یہی مرض لاحق ہوا تھا وہ اب ٹھیک ہے۔ بعض رشتہ دار ایسے ہوتے ہیں جو مریض کی عیادت کرنے کے لئے جب آتے ہیں تو مریض کو مزید خوف زدہ کر دیتے ہیں کہ جس مرض میں تم مبتلا ہے ایسا شخص جلد مر جاتا ہے، یہ مرض جلد صحیح نہیں ہوتا وغیرہ۔ پھر جب کسی عزیز کی فوتگی پر جایا جاتا ہے تو اہل خانہ سے تعزیت کرتے ہوئے کہا جاتا بہت دکھ ہوا۔ حالانکہ یہ ضروری نہیں دکھ ہوا ہو۔

مہمان نوازی میں افراط و تفریط ہونا

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی رشتہ دار ملنے آئے تو اس کی مہمان نوازی میں اپنی حیثیت سے زیادہ تکلف کیا جاتا ہے، خوب خرچہ کیا جاتا ہے۔ پھر یہ امید رکھی جاتی ہے کہ جب ہم اس کے مہمان بنیں گے تو یہ بھی ہماری خوب خاطر کرے گا۔ جبکہ جو مہمان ہوتا ہے وہ ایسی دعوت کھانے کے بعد پریشان رہتا ہے کہ اگر یہ میرے گھر مہمان بنے تو مجھ سے اس کی اتنی خاطر نہیں ہو پائے گی، اس لئے وہ دعوت دینے سے کتراتا ہے۔ جب مہمان دعوت نہ دے تو تکلف کرنے والا اسے محسوس کرتا ہے یا دعوت دے لیکن اپنی حیثیت کے مطابق دے جو اس معیار کی نہ ہو جو اس کی ہوئی تو یہ قطع تعلقی کا ایک سبب بن جاتی ہے۔

اسی طرح کنجوسی کرنا، رشتہ داروں کی اچھی مہمان نوازی نہ کرنا، اگر رشتہ دار گھر

آجائے تو اس کے پاس نہ بیٹھنا، بھی رشتوں میں دراڑ ڈالنے کا ایک سبب ہے۔  
 اگر شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنی حیثیت کے مطابق مہمان نوازی  
 کی جائے، مہمانوں کو دیکھ کر پریشان نہ ہو جائے کہ خرچہ آگیا ہے بلکہ خوش ہوں، مہمانوں  
 کو وقت دیں، کوئی طعن و طنز والی باتیں نہ کریں، جب مہمان رخصت ہونے لگے تو ہو سکے تو  
 کوئی تحفہ دیں، مہمانوں کو دروازے تک چھوڑنے آئیں تو مہمان اس عمل سے بہت خوش  
 ہوگا اور یہ عمل رزق میں کشادگی کا باعث ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مہمان کو دیکھ کر خرچہ کی وجہ  
 سے تنگ دل ہونا رزق میں کمی کا باعث ہے۔

مہمانوں کے ساتھ بے توجہی

اگر مہمان گھر آئیں تو ان سے سیدھے منہ بات نہ کی جائے، پانی کا بھی نہ پوچھا  
 جائے، خوش اخلاقی کے ساتھ نہ ملا جائے اور نہ ہی ان کے پاس بیٹھا جائے تو مہمان اس  
 بات کو بہت محسوس کرتے ہیں اور یہ انداز قطع تعلقی کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی طرح مہمان کا  
 میزبان کی تحقیر کرنا اس کے کھانے میں عیب نکالنا یا بلا وجہ اس کے پیش کئے گئے کھانے کو نہ  
 کھانا دلوں میں ناراضگی کا بیج بوتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے  
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”مِنَ الْجَفَاءِ اَنْ يَدْخُلَ الرَّجُلُ مَنْزِلَ اَخِيهِ فَيُقَدِّمُ  
 اِلَيْهِ شَيْئًا فَلَا يَأْكُلُهُ“ ترجمہ: زیادتی کے کاموں میں سے ہے کہ آدمی اپنے بھائی کے گھر  
 میں داخل ہو اور وہ اس کے لئے خاطر تواضع کرے اور یہ اس میں سے کچھ کھائے نہیں۔

(کنز العمال، کتاب الصحبة، الإكمال من محظورات الصحبة الآداب، جلد 9، صفحہ 63،

حدیث 24814، مؤسسة الرسالة، بیروت)

وراثت کی تقسیم میں تاخیر

والد یا والدہ کے مرنے کے بعد ان کی وراثت فوراً تقسیم نہ کرنا بلکہ بعض بہن

بھائیوں کا اس سے فائدہ اٹھاتے رہنا اور مطالبہ کے باوجود دوسرے حصہ داروں کو حصہ نہ دینا قطع تعلقی کا ایک بہت بڑا سبب ہے جو موجودہ دور میں بہت دیکھنے کو ملتا ہے۔ بھائی بہنوں کو حصہ نہیں دینا چاہتے، خصوصاً بڑا بھائی والد کے مرنے کے بعد سارا کاروبار سنبھال لیتا ہے اور وراثت خرد برد کر دیتا ہے یا اپنی الگ جائیداد بنا لیتا ہے۔ چھوٹے جب تقاضا کرتے ہیں تو بجائے ان کا حصہ دینے کے الٹا انہیں احسان فراموش کہا جاتا ہے کہ باپ بن کر تم سب کو پالا ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بڑا بھائی واقعی بہت بڑی قربانی دیتا ہے لیکن چھوٹے مانتے نہیں ہے۔ اگر شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے فوراً جائیداد تقسیم کر دی جائے، اس کے بعد چھوٹوں پر احسانات کئے جائیں تو یہ بہت فائدہ مند ہوگا۔

وراثت کی تقسیم میں اگر ایک بھی وارث کے دل میں کھوٹ آجائے تو فتنہ و فساد کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ دیگر ورثہ کے مال دبانے میں غاصب کی زوجہ بھی اہم کردار ادا کرتی ہے اور اپنے شوہر کے ظالم ہونے کے باوجود مظلوم کہتی ہے اور اس کی طرفداری کرتی ہے۔ وجہ یہی ہے کہ شوہر کی طرح بیوی صاحبہ بھی دوسروں کا مال ہڑپ کرنے کے چکر میں ہوتی ہے۔ اسی زوجہ کو جب اپنے والدین سے کچھ وراثت میں ملتا ہے تو سخاوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا حصہ بھائیوں کو دے دیتی ہے اور سسرال میں شوہر کے ساتھ مل کر حرام خوری کا مظاہرہ کر کے اولاد کو بھی حرام کھلاتی ہے اور پھر اس اولاد سے خیر کی امید رکھتی ہے۔ اگر یہی عورت شوہر کو اس کے غلط ہونے کا احساس دلائے، جتنا حصہ وراثت میں بنتا ہے اتنا ہی لینے کا کہے اور جو اپنے میکے سے ملتا ہے وہ لے تو ہو سکتا ہے یہ حلال مال اتنا ہی بن جائے جتنا رشتہ داروں سے چھین کر بنتا ہے۔ مگر افسوس یہ سوچ کسی کسی



کی ہوتی ہے۔

اگر آج بھی وراثت کی تقسیم شریعت کے مطابق کی جائے تو رشتوں میں پختگی کے ساتھ ساتھ ہزاروں روپے جو کورٹ کچہریوں میں خرچ ہوتے ہیں، وقت برباد ہوتا ہے، عزت خراب ہوتی ہے وہ سب کچھ بچ سکتا ہے۔ وراثت کی شریعت کے مطابق تقسیم نہ ہونا نسلوں میں منتقل ہونے والی لڑائی ہے۔ کئی کئی سال وراثتی کیس پر لگ جاتے ہیں اور بعض اوقات اتنا مال وراثت نہیں ہوتا جتنا اس کے حصول کے لئے خرچہ ہو جاتا ہے اور بعض اوقات تو نوبت قتل و غارت تک پہنچ جاتی ہے، چند مرلوں کی وراثتی زمین وہی رہ جاتی ہے اور ورثہ کی اچھی خاصی تعداد اس کے چکر میں قبر میں جا پڑتی ہے، پھر اگلے جہان کا وبال الگ ہے۔ شعب الایمان کی حدیث پاک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”مَنْ قَطَعَ مِيرَاثًا فَرَضَهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ قَطَعَ اللَّهُ بِهِ مِيرَاثًا مِنَ الْجَنَّةِ“ ترجمہ: جس نے کسی کو اس میراث میں قطع کیا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول نے فرض کی ہے اللہ عزوجل اس کی میراث جنت میں کاٹے گا۔

(شعب الایمان، صلا الارحام، جلد 10، صفحہ 339، مکتبۃ الرشید، الرياض)

حسد

حسد کہتے ہیں کسی کو جو نعمت ملی ہو اس کے متعلق یہ خواہش کرنا کہ اس کی یہ نعمت اس سے چھین کر مجھے مل جائے۔ جو رشتہ داروں کے مال، اولاد، گھربار کے متعلق حسد کرنے والا ہو وہ رشتہ داروں سے اور رشتہ دار اس سے ملنا پسند نہیں کرتے۔

کثرت مذاق و طنز

بعض لوگوں کو مذاق و طنز کرنے کی بہت عادت ہوتی ہے اور وہ بہت منہ پھٹ

ہوتے ہیں رشتہ داروں کو طنز کرتے ہیں، ان کا مذاق اڑاتے ہیں جس سے دلوں میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور رشتہ دار ایسے شخصوں سے ملنا جلنا ترک کر دیتے ہیں۔

زیادہ غصیلہ ہونا

جو زیادہ غصہ کرنے والا ہو وہ رشتہ داریاں بھی برقرار رکھ پائے یہ بہت مشکل ہوتا ہے کیونکہ غصے میں سب سے آسان کام قطع تعلقی ہوتا ہے۔

رشتہ داروں کی بات برداشت نہ کرنا

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے رشتہ داروں کی ادنیٰ سے بات بھی برداشت نہیں کرتے اور دوسرے کو منہ پر ذلیل کر کے رکھ دیتے ہیں اور اسے بڑی بہادری سمجھتے ہیں۔ لڑائی کے بعد سوچتے ہیں کہ مجھے فلاں طعنہ دینا یاد نہ رہا، فلاں بات کہنی یاد نہ رہی۔ اب دوبارہ لڑائی کا موقع ڈھونڈا جاتا ہے اور رہ جانے والی باتیں کہہ کر دل کو تسکین دینی جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کی بدزبانی سے رشتہ دار ڈرتے ہیں اور اسے منہ نہیں لگاتے۔ اگر رشتہ داروں کی تھوڑی بہت باتیں برداشت کر لی جائیں اور اچھے اخلاق کا مظاہرہ کیا جائے، صبر و تحمل اور سمجھدارانہ جملوں میں ان کے طعن و طنز کا جواب دیا جائے تو یہ ان کو لا جواب کرنے کا بہتر طریقہ ہوتا ہے۔

زوجہ اور اولاد کی بلاوجہ طرفداری کرنا

اگر بیوی یا اولاد کی کسی رشتہ دار سے لڑائی ہو جائے تو بجائے صلح کروانے اور حق بات کرنے کے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے وہ زوجہ اور اپنی اولاد کی طرفداری کرتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کی لڑائی اس کے گلے پڑ جاتی ہے۔

رشتہ نہ ہونا یا طلاق ہو جانا

موجودہ دور میں قطع تعلقی کی ایک بہت بڑی وجہ باہم رشتہ نہ ہونا یا طلاق واقع ہو جانا ہے۔ اگر کسی رشتہ مانگا جائے اور وہ رشتہ نہ کرے یا ماموں، چچا کی بیٹی کو طلاق دے دی جائے تو ہمیشہ کے لئے رشتہ ختم ہو جاتا ہے۔

رشتہ دار سے مشترکہ کاروبار کرنا

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بھائی یا رشتہ دار کوئی کاروبار باہم شراکت سے شروع کر دیتے ہیں جبکہ اس میں نہ شرعی رہنمائی لیتے ہیں کہ اس کاروبار میں شراکت جائز بھی ہے یا نہیں؟ پھر اصول و ضوابط طے نہیں ہوتے کہ شرکت کن بنیادوں پر ہوگی، نفع و نقصان کس معیار پر تقسیم ہوگا، بلکہ صرف حسن ظن اختیار کرتے ہوئے اختصار و اجمال سے کام لے لیتے ہیں چنانچہ یا تو ایک دو مہینے بعد نفع ملنا بند ہو جاتا ہے اور پیسے لینے والا کہتا ہے کاروبار میں نقصان ہو گیا تو پیسے دینے والا مانتا نہیں اپنے پیسوں کا تقاضہ کرتا ہے۔ یا کاروبار کچھ ترقی کرتا ہے تو ہر شریک دوسرے کا پتا کاٹ کر سارا کاروبار خود سنبھالنا چاہتا ہے اور نتیجہ لڑائی ہوتی ہے اور ایک دوسرے کو خاندان میں ذلیل کرنے کی دوڑ لگ جاتی ہے۔ موجودہ دور میں یہ صورت بہت دیکھنے کو ملتی ہے۔ اس لئے کاروبار میں شراکت سے پہلے کسی مستند مفتی سے شرعی رہنمائی لے لی جائے۔

قرض کی واپسی نہ کرنا

اگر قرض لے کر اس کی واپسی میں تاخیر کی جائے تو رشتہ داری خراب ہوتی ہے۔ لہذا قرض مقررہ مدت تک واپس کرنے کی پوری کوشش کی جائے، اگر تاخیر بھی ہو جائے تو انتہائی پیار و محبت کے ساتھ مزید مہلت مانگ لی جائے، ملنے یا فون سننے سے

کترایا نہ جائے اور نہ ہی ٹال مٹول کی جائے کہ اس سے قرض دینے والا ناراض ہوتا ہے۔  
 اس نکتے کو بیان کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ رشتہ داروں کو قرض دینا ہی چھوڑ دیا  
 جائے۔ قرض دینے کی بہت فضیلت ہے اور یہ رشتہ داری میں مضبوطی کا باعث ہوتا ہے۔  
 قرض دینے کی فضیلت کے متعلق حلیۃ الاولیاء و سنن ابن ماجہ میں ہے ”عَنْ أَنَسِ بْنِ  
 مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِي بِي عَلَى بَابِ  
 الْجَنَّةِ مَكْتُوبًا: الصَّدَقَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، وَالْقَرْضُ بِثَمَانِيَةِ عَشَرَ، فَقُلْتُ: يَا جِبْرِيلُ مَا  
 بَالُ الْقَرْضِ أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ؟ قَالَ: لِأَنَّ السَّائِلَ يَسْأَلُ وَعِنْدَهُ، وَالْمُسْتَقْرِضُ لَا  
 يَسْتَقْرِضُ إِلَّا مِنْ حَاجَةٍ“ ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے معراج کی رات جنت کے دروازے پر لکھا  
 ہوا دیکھا، کہ صدقے کا ثواب دس گناہ ہے اور قرض دینے کا ثواب اٹھارہ گناہ۔ میں نے  
 جبرائیل علیہ السلام سے کہا کہ قرض صدقے سے افضل کیسے ہوا؟ اس نے عرض کیا کہ سوال  
 کرنے والا جس سے سوال کرتا ہے اس کے پاس کچھ نہ کچھ مال ہوتا ہے جبکہ قرض مانگنے والا  
 قرض اس وقت مانگتا ہے جب اسے اس کی حاجت ہوتی ہے۔

(حلیۃ الاولیاء، باب یزید بن عبد الملک، جلد 08، صفحہ 333، دارالکتاب عربی، بیروت)

### چغٹل خور لوگوں کی باتوں کا اعتبار کرنا

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے متعلق پتہ ہوتا ہے کہ یہ جھوٹے اور چغٹل خور  
 ہیں اس کے باوجود ان کی باتوں پر اعتماد کر کے اپنے رشتہ داروں سے لڑائی جھگڑا کر لیا جاتا  
 ہے۔ اس میں ایک بہت بڑی تعداد عورتوں کی ملوث ہے۔ وہ گھر جس میں سارے بھائی  
 پیار محبت سے رہتے ہیں شادیوں کے بعد بیویوں کی لگائی بجھائی پر ایک دوسرے کے متعلق

غلطی فہمیاں پیدا کر لیتے ہیں اور تعلق ختم کر لیتے ہیں۔ ناخن جب بڑھ جائیں تو انگلیاں نہیں کاٹی جاتیں فقط ناخن کاٹے جاتے ہیں اسی طرح رشتوں میں جب غلط فہمیاں پیدا ہو جائیں تو ان غلط فہمیوں کو ختم کیا جاتا ہے رشتوں کو نہیں۔

پھر کئی لوگوں میں یہ عادت بد ہوتی ہے کہ جس رشتہ دار سے وہ ناراض ہیں وہ چاہتے ہیں ہمارے ساتھ بقیہ رشتہ دار بھی ان سے قطع تعلقی کر لیں۔ اس کوشش کو کامیاب کرنے کے لئے یہ لوگ ذرا سی بات کو بڑھا چڑھا کر رشتہ داروں کو ان سے بدظن کریں گے اور لڑوانے کی کوشش کریں گے۔ دیگر رشتہ داروں کو بھی پتہ ہوتا ہے کہ ان کی فلاں کے ساتھ لڑائی ہے وہ بجائے صلح کروانے کے جلتی پر تیل چھڑکتے ہیں۔ حالانکہ لڑے ہوئے مسلمانوں کی باہم صلح کروانے کی بہت فضیلت ہے چنانچہ ابو داؤد شریف کی حدیث پاک ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلِ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ؟ قَالُوا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ الْحَالِقَةُ" ترجمہ: کیا میں تمہیں روزہ، نماز اور صدقہ سے افضل چیز کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی جی ہاں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ عمل آپس میں روٹھنے والوں میں صلح کر دینا ہے کیونکہ روٹھنے والوں میں ہونے والا فساد خیر کو کاٹ دیتا ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی اصلاح ذات البین، جلد 4، صفحہ 280، حدیث 4919، المكتبة العصرية، بیروت)

شرعاً جھوٹ بولنا ناجائز و گناہ ہے لیکن شرع نے لڑنے والوں کے درمیان صلح کروانے کے لئے جھوٹ کی بھی اجازت دی ہے کہ ایک کو جا کر کہا جائے وہ جس سے تم لڑے ہوئے ہو وہ تمہاری تعریفیں کرتا ہے، وہ تم سے صلح چاہتا ہے وغیرہ۔ ایک حدیث پاک

میں کہا گیا کہ سب سے افضل صدقہ روٹھے ہوئے لوگوں میں صلح کرادینا ہے۔ الترغیب والترہیب کی حدیث پاک حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”مَنْ أَصْلَحَ بَيْنَ اثْنَيْنِ أَصْلَحَ اللَّهُ أَمْرَهُ، وَأَعْطَاهُ بِكُلِّ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بَيْنَهُمَا عِتْقَ رَقَبَةٍ، وَرَجَعَ مَغْفُورًا لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ“ ترجمہ: جو شخص لوگوں کے درمیان صلح کرائے گا اللہ عزوجل اس کا معاملہ درست فرمادے گا اور اسے ہر کلمہ بولنے پر ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا فرمائے گا اور وہ جب لوٹے گا تو اپنے پچھلے گناہوں سے مغفرت یافتہ ہو کر لوٹے گا۔

(الترغیب والترہیب، باب الالف، باب فی الترغیب فی اصلاح بین الناس، جلد 1، صفحہ 155، حدیث 186، دار الحدیث، القاہرہ)

### رشتہ داروں کے گھروں کا قریب ہونا

جب رشتہ داروں کے گھر قریب ہوتے ہیں تو بعض اوقات اس سے ایسے اختلافات واقع ہو جاتے ہیں جو قطع رحمی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ رشتوں میں باہم وہ پیارا اور احترام نہیں رہتا جو کبھی کبھار ملنے میں ہوتا ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں حضرت امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”مروا الأقارب أن يتزاوروا ولا يتجاوروا۔ وإنما قال ذلك لأن التجاور يورث التزاحم على الحقوق وربما يورث الوحشة وقطيعة الرحم“ رشتہ داروں سے کہو ایک دوسرے کے پاس آنا جانا رکھیں لیکن ایک دوسرے کے پڑوسی نہ بنیں۔ (حضرت امام غزالی حضرت عمر کی اس قول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں) حضرت عمر نے رشتہ داروں کو ایک دوسرے کے پڑوس میں رہنے سے اس لیے منع فرمایا کہ اس کی وجہ سے ہر وقت ان کے

حقوق کو نبھانا پڑتا ہے جس کی وجہ سے وحشت پیدا ہو جاتی ہے اور قطع رحمی پیدا ہو جاتی ہے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب آداب الألفة والأخوة والصحة والمعاشرة مع أصناف الخلق، جلد 2،

صفحہ 216، دار المعرفہ، بیروت)

نیز گھروں کے ایک دوسرے کے قریب ہونے سے بعض اوقات دوسرے مسائل بھی پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً اولاد کے درمیان محاصمت و لڑائی کی نوبت آتی ہے جس میں بسا اوقات والدین بھی اپنے بچوں کا ساتھ دیکر دوسرے کے مقابلے میں آ جاتے ہیں اور ہر ایک اپنے بچے کی براءت کا خواہشمند ہوتا ہے جس کی وجہ سے عداوت دشمنی اور قطع رحمی پیدا ہو جاتی ہے۔

### قطع تعلقی سے بچنے کے اسباب

قطع تعلقی سے بچنے کے اسباب یہ ہیں کہ جو اوپر قطع تعلقی کے اسباب بیان کئے ہیں ان سے بچا جائے۔ مزید صلہ رحمی کی فضیلت کو ذہن نشین رکھا جائے، قطع تعلقی کے نقصانات و عذابات کو مد نظر رکھا جائے، گاہے بگاہے رشتہ داروں سے ملا جائے، ان کی حال احوال کی خبر رکھی جائے، ان کی طرف تحفے بھیجے جائیں، مبارک دنوں میں کچھ پکا کر ان کے گھر بھیجا جائے جیسے دس محرم، شب براءت، معراج شریف کے دن، عیدین وغیرہ میں، رشتہ داروں کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی جائے، اگر کوئی رشتہ دار دعوت دے تو قبول کی جائے نہ یہ کہ امیروں کی دعوت کو قبول کیا جائے اور غریبوں کو نظر انداز کیا جائے، جو رشتہ دار غریب ہو اپنی وسعت کے مطابق اس کی مدد کی جائے، رشتہ داروں کی پیٹھ پیچھے ان کی غیبتیں اور چغلیاں نہ کی جائیں بلکہ جو ان میں تعریفیں ہوں وہ بیان کریں، بڑوں کا ادب کیا جائے، چھوٹوں پر شفقت کی جائے، جب وہ کوئی مشورہ مانگے تو خلوص کے ساتھ اچھا

مشورہ دیا جائے، ان کے لئے دعائے خیر کی جائے، اگر کوئی بیمار ہو تو اس کی عیادت کی جائے، اگر کوئی پریشان ہو اس کی دل جوئی کی جائے، اچھے طریقے سے انہیں نیکی کی دعوت دی جائے اور برائی سے منع کیا جائے، اگر کوئی کہے کے آپ کا فلاں رشتہ دار آپ کے خلاف یہ بات کرتا ہے تو اس کہنے والے کی بات کا اعتبار نہ کیا جائے اور اپنے تعلقات اسی طرح بحال رکھے جائیں، اگر کوئی رشتہ دار ناراض ہے تو خود جا کر معافی تلافی کریں، رشتہ داروں سے مطالبات کرنے اور زیادہ قرض مانگنے سے بچا جائے، اگر کسی رشتہ دار سے غلطی ہو جائے تو اسے معاف کیا جائے، حسن سلوک سے ملا جائے وغیرہ۔

رشتہ داروں سے صلہ رحمی کے فضائل، قطع تعلقی کے عذابات و اسباب اور علاج سب اپنی جگہ مسلم ہیں لیکن ایک اہم نکتہ ہمیشہ ذہن نشین رکھنے والا ہے کہ ہر رشتہ دار اپنے فرائض احسن طریقے سے سرانجام دے سکے یہ ضروری نہیں۔ غربت میں جب رشتہ دار چھوڑ جاتے ہیں اور کہیں ملاقات ہو تو صحیح طرح ملتے نہیں جبکہ صاحب ثروت کی چا پلوسی کرتے ہیں، ساری زندگی بھی حسن سلوک کیا ہو لیکن وہ پھر بھی دل دکھانے میں دیر نہیں لگاتے، کسی نے بچپن میں یتیمی دیکھی تو ماموں یا چچا نے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے، کسی نے وراثت کا مال ہڑپ کر لیا۔ یہ سب کچھ رشتوں میں چلتا ہے جو آنکھوں کو رلاتا ہے اور دلوں کو دکھاتا ہے۔ اب اگر دوسرا بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دے گا تو پھر ہر ایک نے اپنی من مانی کی شرع پر کس نے عمل کیا؟ لہذا اگر ایک نے شرع کی حدود کو توڑا ہے رشتوں کا پاس نہیں رکھا تو دوسرا شریعت کا حکم مانتے ہوئے صلہ رحمی کرے ان شاء اللہ عزوجل فوائد ہوں گے، رشتے داروں کو کبھی نہ کبھی اپنی غلطی کا احساس ہوگا اور اگر نہ بھی ہو رب تعالیٰ تو راضی ہو جائے گا کہ میرے بندے نے میرے احکام کی پیروی کرتے ہوئے صلہ رحمی کی ہے۔



## فصل چہارم: ہمسایوں کے حقوق

اسلام نے جہاں اور حقوق بیان کئے ہیں وہاں پڑوسیوں کے حقوق بھی بیان کئے ہیں کیونکہ ماحول کے پرسکون ہونے میں پڑوسیوں کا بہت بڑا دخل ہے۔ شریعت نے یہ حکم دیا کہ کسی بھی عمل سے پڑوسیوں کو تکلیف نہ دی جائے اور جس کا گھر جتنا قریب ہو اس پڑوسی کے حقوق دوسروں سے زیادہ ہیں۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ المستدرک میں روایت کرتے ہیں "عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي جَارَيْنِ بَايَهُمَا أَبَدًا؟ قَالَ: بِأَقْرَبِهِمَا مِنْكَ أَبَا" ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری دو پڑوسیں ہیں کس سے پہلے شروع کرو؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: جس کا دروازہ تیرے گھر کے زیادہ قریب ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب النبر والصلۃ، جلد 4، صفحہ 185، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

## اچھا پڑوسی بڑی سعادت ہے

لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ اچھا پڑوسی ماں، باپ کی طرح ہوتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ اچھا پڑوسی ملنا دنیا میں بہت بڑی سعادت ہے۔ امام حاکم المستدرک میں روایت کرتے ہیں "عَنْ نَافِعِ بْنِ عَبْدِ الْحَارِثِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِي الدُّنْيَا الْجَارُ الصَّالِحُ وَالْمَنْزِلُ الْوَاسِعُ وَالْمَرْكَبُ الْهَنِيءُ" ترجمہ: ترجمہ: حضرت نافع بن عبد الحارث سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں مسلمان کی خوش نصیبی میں سے اچھا پڑوسی، کشادہ گھر اور اچھی سواری کا دستیاب ہونا بھی ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب النبر والصلۃ، جلد 4، صفحہ 184، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

اگر پڑوسی لڑائی جھگڑا کرنے والے ہیں، اونچی بول کر محلے والوں کو پریشان کرنے والے، بلند آواز کے ساتھ گانے باجے لگا کر لوگوں کو پریشان کرنے والے ہیں تو محلے والے ایسے پڑوسی سے نجات کی تمنا کرتے اور اس کے گھر چھوڑنے یا مرنے پر شکر ادا کرتے ہیں۔

مومن ہمسائے کا اکرام کرے

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ“ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ عزوجل اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسائے کا اکرام کرے۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلۃ، جلد 4، صفحہ 182، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وہ کامل مومن نہیں جس کے شر سے اس کے ہمسائے محفوظ نہیں۔ المستدرک کی حدیث پاک ہے ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ قَالُوا: وَمَا ذَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: جَارٌ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ قَالُوا: فَمَا بَوَائِقُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: شَرُّهُ“ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم وہ مومن نہیں ہے اللہ عزوجل کی قسم وہ مومن نہیں ہے اللہ عزوجل کی قسم وہ مومن نہیں ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی وہ کون مومن نہیں ہے یا رسول اللہ! آپ علیہ السلام نے فرمایا: جس کا ہمسایہ اس کے بوائق سے محفوظ نہیں ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے

عرض کی یہ بوائق کیا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ آپ نے فرمایا: اس کا شر۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلۃ، جلد 4، صفحہ 182، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

وہ کامل مومن نہیں جس کا پڑوسی بھوکا ہو

اپنے پڑوسیوں سے لا تعلق رہنا اور اس کی پرواہ نہ کرنا کہ کس حال میں ہیں کھانا

بھی کھایا ہے یا نہیں یہ ایمان میں کمزوری کی دلیل ہے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ ابن زبیر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ الَّذِي يَبِيتُ وَجَارُهُ إِلَى جَنْبِهِ جَائِعٌ“ ترجمہ: وہ مومن نہیں جو اس حال

میں ہو کہ اس کے ساتھ والا پڑوسی بھوکا ہو۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلۃ، جلد 4، صفحہ 184، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

پڑوسی کو ایذا دینا جہنم میں جانے کا سبب ہے

اگر کوئی شخص بڑا نیکو کار ہے لیکن پڑوسیوں کو تنگ کرتا ہے وہ اللہ عزوجل کی ناراضگی

میں ہے۔ المستدرک میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ”قِيلَ

لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ فُلَانَةَ تُصَلِّي اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ وَفِي

لِسَانِهَا شَيْءٌ يُؤْذِي جِيرَانَهَا سَلِيطَةً، قَالَ: لَا خَيْرَ فِيهَا هِيَ فِي النَّارِ وَقِيلَ لَهُ: إِنَّ

فُلَانَةَ تُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ وَتَتَصَدَّقُ بِالْأَنْوَارِ وَلَيْسَ لَهَا شَيْءٌ غَيْرُهُ

وَلَا تُؤْذِي أَحَدًا قَالَ: هِيَ فِي الْجَنَّةِ“ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا: فلاں عورت رات نماز پڑھتی ہے اور صبح کو روزہ رکھتی ہے اور اپنی بدزبانی سے پڑوسی کو

ایذا دیتی ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس میں کوئی خیر نہیں وہ جہنم میں ہے۔ آپ علیہ

السلام کی بارگاہ میں عرض کی گئی: فلاں عورت ہے فرض نماز پڑھتی ہے اور فرض روزے رکھتی

ہے اور اور کچھ صدقہ دیتی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں کوئی (نقلی عبادت) نہیں لیکن وہ کسی

کو ایذا نہیں دیتی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ جنت میں ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البر والصلة، جلد 4، صفحہ 183، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

پڑوسیوں کی ایذا پر جہنم کی وعید ہے اور حال یہ ہے کہ بہت کم ہوتا ہے کہ لوگ پڑوسیوں کے حقوق پورے کر سکیں۔ کثیر ایسی باتیں ہوتی ہیں جن کی طرف اتنی توجہ نہیں کی جاتی لیکن وہ پڑوسیوں کے حقوق تلف کرنے والی ہوتی ہیں۔ چند باتیں جو ذہن میں ہیں پیش خدمت ہیں:

☆ اپنے گھر میں اونچی آواز سے بولنا، لڑائی جھگڑا کرنا، گالی گلوچ کرنا جس سے قریب کے پڑوسی پریشان ہوتے ہیں۔

☆ شادی کے موقع پر سارے محلے کو مختلف طریقوں سے پریشان کیا جاتا ہے جیسے شادی سے ہفتہ پہلے رات کئی گھنٹوں تک ڈھولکی بجائی جاتی ہے، اونچی آواز میں ڈیک لگائے جاتے ہیں، اس میں گانے باجے کا بھی گناہ ہے اور پڑوسیوں کو ایذا دینے کا بھی گناہ شامل ہوتا ہے۔

☆ شادی کے دنوں یا دیگر دینی محافل وغیرہ میں ٹینٹ لگا کر ساری گلی بند کی ہوتی ہے جس کی وجہ سے پڑوسیوں کا گزرنا مشکل ہوتا ہے خصوصاً جن کے پاس موٹر سائیکل یا گاڑی ہو وہ اپنی سواری اپنے گھر تک لانے سے عاجز ہوتے ہیں۔ ایسا نہیں کرنا چاہئے بلکہ یوں کیا جائے کہ ایسی سڑک پر یہ چیزیں کی جائے جو بڑی ہو اور ایک سائیڈ گزرنے والوں کے لئے خالی رکھی جائے تاکہ وہ آسانی سے گزر سکیں۔

☆ اونچی آواز سے تلاوت، نعت، قوالیاں، بیانات لگانا۔ تلاوت اور بغیر میوزک و ذکر کے نعتیں لگانا شرعاً جائز ہے اور مروجہ قوالیاں سننا جائز ہیں۔ لیکن تلاوت و نعت کو اتنی

اونچی آواز میں لگانا کہ سارے محلے میں آواز گونجے یہ عمل مناسب نہیں پھر اگر کسی کی طبیعت ٹھیک نہیں یا اس نے مطالعہ کرنا ہے اور اونچی آواز کی وجہ سے خلل پڑتا ہے تو یہ عمل ناجائز بھی ہو سکتا ہے۔

☆ اوباش، آوارہ دوستوں کے ساتھ اپنے گھر کے باہر بیٹھے رہنا اور آتے جاتے لوگوں کی بہن بیٹیوں کو دیکھنا، قہقہے مار کر اونچی آواز میں رات دیر تک ہنسا، گالی گلوچ کرنا، لوگوں کے لئے باعثِ ایذا ہے۔

☆ بعض اوقات گھر کی موٹریا واشنگ مشین صحیح نہیں ہوتی زیادہ آواز والی ہوتی ہے جس کے شور کی وجہ سے محلے والے پریشان ہوتے ہیں، اسی طرح کبھی آدھی رات کو گھر میں کوئی ٹھوکنے والا کام کرنا شروع کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کی نیند میں خلل پڑتا ہے۔

☆ محلوں میں کھیل کود کرنا بھی گناہوں سے خالی نہیں ہے جیسے کرکٹ کھیلنا جس سے لوگوں کے گھروں کے شیشے بھی ٹوٹتے ہیں، شور شرابے سے پڑوسی پریشان بھی ہوتے ہیں، گیند لوگوں کی چھتوں پر گرتا ہے تو لوگوں کے دروازے بار بار بجائے جاتے ہیں، آنے جانے والوں کو گیند لگتا ہے، بعض اوقات گیند گندی نالے میں گرا ہوتا ہے اور اسی ناپاک گیلے گیند سے کھلتے ہیں اور لوگوں کے کپڑوں کو ناپاک کرتے ہیں۔

اس طرح اور دیگر ایذا کے افعال سے بچنا چاہئے کہ ان میں پڑوسیوں کے حقوق تلف ہوتے ہیں۔

ہمسائیوں سے قطع تعلق

قطع تعلق کسی سے بھی جائز جائز نہیں ہے، پھر ہمسائیوں کے حقوق غیروں کی بہ

نسبت زیادہ ہوتے ہیں، لہذا ہمسائیوں سے بھی صلہ رحمی کی جائے اور قطع تعلقی سے بچا جائے۔ البتہ اگر کوئی ہمسایہ بد مذہب ہو تو قطع تعلقی ضروری ہے۔ اسی طرح فاسق معین (اعلانہ گناہ کرنے والا) ہے تو ان سے قطع تعلقی کی جائے بلکہ ہمسائے اگر باہم متحد ہو کر فاسقوں سے قطع تعلقی کریں تو بڑی امید ہوتی ہے فاسق گناہوں سے باز آجائیں۔

فصل پنجم: استاد و شاگرد کے حقوق

استاد و روح کا باپ

استاد جس میں دینی اور دنیاوی دونوں طرح کے استاد شامل ہیں ان کے بھی حقوق ہوتے ہیں خصوصاً دینی استاد کے حقوق بقیہ کی بہ نسبت زیادہ ہیں کہ دینی تعلیم دینے والا استاد روح کا باپ ہے۔ علامہ مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں

من علم الناس ذاك خیر اب ذاك ابو الروح لا ابو النطف

ترجمہ: جو شخص لوگوں کو علم سکھائے وہ بہترین باپ ہے کیونکہ وہ بدن کا نہیں روح

کا باپ ہے۔

(التیسیر شرح الجامع الصغیر، تحت حدیث انما انا لکم بمنزلة الوالد، جلد 1، صفحہ 361، مکتبہ الإمام الشافعی، الرياض)

استاد کے حقوق پر اعلیٰ حضرت کا کلام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا: ”کیا فرماتے ہیں

علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد حقوق والدین کے استاد کے حقوق کس قدر ہیں؟ جس

استاد نے کچھ علم دینی اور دنیوی کی تعلیم حاصل کی ہو اور ان علوم کے فیضان سے منافع

دنیاوی اس کو نیز دینی حاصل ہوئے ہوں ایسے استاد کے کچھ حقوق از روئے آیہ شریفہ  
وحدیث صحیح سے بیان فرمائے گا۔“

جواباً آپ فرماتے ہیں: ”عالمگیری میں نیز امام حافظ الدین کروری سے ہے

”قال الزند وليستی حق العالم على الجاهل وحق الاستاذ على التلميذ واحد  
على السواء وهو ان لا يفتح بالكلام قبله ولا يجلس مكانه وان غاب  
ولا يرد على كلامه ولا يتقدم عليه في مشيه“ یعنی فرمایا امام زند و لیستی نے کہ عالم کا حق  
جاہل اور استاد کا حق شاگرد پر یکساں ہے اور وہ یہ کہ اس سے پہلے بات نہ کرے اور اس کے  
بیٹھنے کی جگہ اس کی غیبت (عدم موجودگی) میں بھی نہ بیٹھے اور چلنے میں اس سے آگے نہ  
بڑھے۔

اسی میں غرائب سے ہے ”ینبغی لرجل ان یراعی حقوق استاذہ و آدابہ  
لا یضن بشیء من مالہ“ آدمی کو چاہئے کہ اپنے استاذ کے حقوق و آداب کا لحاظ رکھے  
اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے یعنی جو کچھ اسے درکار ہو بخوشی خاطر  
حاضر کرے اور اس کے قبول کر لینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔

اسی میں تا تاریخانیہ سے ہے ”یقدم حق معلمہ علی حق ابویہ و سائر  
المسلمین ویتوضع لمن علمہ خیرا ولو حرفا ولا ینبغی ان یخذلہ ولا یسائر علیہ  
احد فان فعل ذلك فقد فطم عزرة من عری الاسلام و من اجلاله ان لا یقرع  
بابہ بل ینتظر خروجه مختصر“ یعنی استاد کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں  
کے حق سے مقدم رکھے اور جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو اس  
کے لئے تواضع کرے اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے، اپنے استاد پر کسی کو

ترجیح نہ دے، اگر ایسا کرے گا تو اس نے اسلام کی رسیوں سے ایک رسی کھول دی، استاذ کی تعظیم یہ ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہو تو اس کے دروازہ پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے۔

قال اللہ تعالیٰ ﴿ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرہم لایعقلون ولو انہم صبروا حتی تخرج الیہم لکان خیرا لہم واللہ غفور رحیم﴾ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) بیشک اے حبیب! جو لوگ حجروں سے باہر کھڑے ہو کر تمہیں بلاتے ہیں ان میں سے اکثر بیوقوف ہیں وہ صبر کرتے حتیٰ کہ تم خود بخود باہر آجاتے تو ان کے لئے بہتر تھا اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاد علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، ہاں اگر کسی خلاف شرع بات کا حکم دے ہرگز نہ کرے "لا طاعة لاحد فی معصیة اللہ تعالیٰ" اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے۔

مگر اس نہ ماننے پر بھی گستاخی و بے ادبی سے پیش نہ آئے "فان المنکر لایزال بمنکر" (کیونکہ ناپسندیدہ چیز ناپسند عمل سے زائل نہیں ہوتی۔) نافرمانی احکام کا جواب اسی تقریر سے واضح ہو گیا اس کا وہ حکم کہ خلاف شرع ہو مستثنیٰ کیا جائے گا بکمال عاجزی و زاری معذرت کرے اور بچے اور اگر اس کا حکم مباحات میں ہے تو حتیٰ الوسع اس کی بجا آوری میں اپنی سعادت جانے اور نافرمانی کا حکم معلوم ہو چکا اس نے اسلام کی گرہوں سے ایک گرہ کھول دی۔ علماء فرماتے ہیں جس سے اس کے استاد کو کسی طرح کی ایذا پہنچے وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا اور اگر اس کے احکام واجبات شرعیہ ہیں جب تو ظاہر ہے کہ ان



کا لزوم اور زیادہ ہو گیا ان میں اس کی نافرمانی صریح راہ جہنم ہے، والعیاذ باللہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 413۔، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

شاگرد کا خود کو استاد سے افضل سمجھنے پر کلام کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اپنے آپ کو استاذ سے افضل قرار دیتا ہے اور یہ خلاف مامور ہے طبرانی نے اوسط میں اور ابن عدی نے کامل میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”علموا العلم وتعلموا للعلم السکینة والوقار وتواضعوا لمن تعلمون منه“ علم سیکھو اور علم کے لئے ادب واحترام سیکھو، جس استاذ نے تجھے علم سکھایا ہے اس کے سامنے عاجزی اور انکساری اختیار کرو۔ عقلمند اور سعادت مند اگر استاذ سے بڑے بھی جائیں تو اسے استاذ کا فیض اور اس کی برکت سمجھتے ہیں اور پہلے سے بھی زیادہ استاذ کے پاؤں کی مٹی پر سر نلتے ہیں ع

آخر اے باد صبا! سب تیرا ہی احسان ہے

بے عقل اور شریر اور نا سمجھ جب طاقت و توانائی حاصل کر لیتے ہیں تو بوڑھے باپ پر ہی زور آزمائی کرتے ہیں اور اس کے حکم کی خلاف ورزی اختیار کرتے ہیں جلد نظر آ جائے گا کہ جب خود بوڑھے ہوں گے تو اپنے کئے ہوئے کی جزا اپنے ہاتھ سے چکھیں گے، جیسا کرو گے ویسا بھرو گے اور آخرت کا عذاب سخت اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 424، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

شاگرد کو چاہئے کہ وہ استاد کا دل سے بھی ادب کرے اور ظاہری طور پر بھی تعظیم کرے۔ استاد کی چاپلوسی کرے لیکن ایسا نہ کرے کہ دیگر استادوں کی غیبتیں کر کے استاد کے آگے نمبر بنائے۔ کئی شاگردوں کی یہ عادت بد ہوتی ہے کہ استاد صاحب کی جس شخص

کے ساتھ نہ بنتی ہو اگرچہ وہ مخالف شخص عالم دین ہی کیوں نہ ہو، اس کے خلاف باتیں کر کے استاد کے دل میں نفرت پیدا کرتے ہیں، استادوں کو چاہئے ایسے شاگردوں کو ڈانٹیں کہ یہ بھی ان کی تربیت میں سے ہے۔

### استاد سے قطع تعلقی

اوپر جو استاد کے حقوق بیان کئے گئے ہیں وہ سب اس استاد کے متعلق ہیں جو جائز تعلیم دیتا ہو اگرچہ تعلیم دنیاوی ہی کیوں نہ ہو جیسے اسکول یا کالج کی تعلیم دینے والا ہے، کسی جائز ہنر کو سیکھانے والا ہے۔ اگر تعلیم ہی ناجائز دینے والا ہے جیسے جادو، کالا علم سیکھانے والا، تو ایسی تعلیم جائز نہیں اور نہ ایسے استاد کے کوئی حقوق ہیں۔ اگر استاد صحیح تعلیم دینے والا ہے تو اس سے قطع تعلقی کرنا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ استاد بد مذہب ہو۔ استاد صاحب اگر فاسق معین (اعلانہ گناہ کرنے والا ہو) تو ان سے قطع کی جائے گی۔ اگر غالب گمان ہو کہ قطع تعلقی کرنے سے وہ گناہ کرنے سے باز آجائے گا تو پھر قطع تعلقی کرنا واجب ہے۔ اگر غالب گمان ہو کہ فتنہ ہوگا تو قطع تعلقی نہ کرنا جائز ہے لیکن دل میں گناہ کے افعال کو بُرا جانا جائے۔ اگر پتہ ہے کہ قطع تعلقی کرنے سے استاد گناہ سے باز نہ آئے گا لیکن یہ بھی پتہ ہے کہ فتنہ بھی نہیں ہوگا تو ایسی صورت میں قطع تعلقی کرنا جائز ہے اور استاد کے لئے دعا کی جائے کہ وہ گناہ چھوڑ دے۔

### شاگرد کے حقوق

استاد پر شاگرد کے بھی حقوق ہیں کہ وہ شاگرد کا خیر خواہ ہو، اسے صحیح طریقے سے اچھا انداز سے تعلیم دے، ذرا سی بات پر شاگرد کو ذلیل نہ کرتا رہے، شاگرد کے اچھے کام پر اس کی حوصلہ افزائی کرے، شاگرد کی دولت پر نظر نہ رکھے، اس کا مستقبل خراب کرنے کی

کوشش نہ کرے، خود باعمل بنے، شاگرد سے حد سے زیادہ توقعات نہ رکھے، ہر وقت جلال میں نہ رہے کہ شاگرد ڈرتا ہی رہے کہ ایسے استادوں سے شاگرد مانوس نہیں ہوتے، جب شاگرد تعلیم سے فارغ ہو جائے اور کبھی ملنے آئے تو اس سے پیار محبت سے ملے، اس کے حال احوال پوچھے، شاگردوں کے لئے دعائے خیر کرتا رہے۔

### فصل ششم: پیرومرید کے حقوق

#### پیر کی شرائط

پیر کے حقوق سے پہلے پیر کی شرائط معلوم ہونا ضروری ہے، جو پیر ان شرائط پر پورا ہی نہیں اترتا ان کے کوئی حقوق نہیں ہیں۔ جس پیر سے بیعت کرنی ہو اس میں چار شرطوں کا ہونا ضروری ہے جن میں سے اگر ایک بھی کم ہوگی اس کا مرید ہونا جائز نہ ہوگا اگر کسی ایسے سے بیعت کی ہو تو اس بیعت کا توڑنا لازم ہے۔ (1) ایک یہ کہ سنی صحیح العقیدہ ہو۔ (2) دوسری شرط ضروری علم کا ہونا اس لئے کہ بے علم خدا کو نہیں پہچان سکتا۔ تیسری یہ کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرنے والا ہو۔ (4) چوتھی اجازت صحیح متصل ہو (یعنی شیخ کا سلسلہ باتصال صحیح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا ہونچ میں منقطع نہ ہو) جیسا کہ اس پر اہل باطن کا اجماع ہے۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 492، رضا فائونڈیشن، لاہور)

#### پیر کے حقوق

جس جامع شرائط پیر کے ہاتھ پر انسان بیعت کر کے روحانی تعلیم حاصل کرتا ہے اس پیر کے حقوق بیان کرتے ہوئے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”پیر کے حقوق مرید پر شمار سے افزوں ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ

ہو کر رہے، اس کی رضا کو اللہ کی رضا اس کی ناخوشی کو اللہ کی ناخوشی جانے، اسے اپنے حق میں تمام اولیائے زمانہ سے بہتر سمجھے، اگر کوئی نعمت بظاہر دوسرے سے ملے تو اسے بھی پیر ہی کی عطا اور اسی کی نظر توجہ کا صدقہ جانے، مال اولاد جان سب اس پر تصدق کرنے کو تیار رہے، اس کی جو بات اپنی نظر میں خلاف شرع بلکہ معاذ اللہ کبیرہ معلوم ہو اس پر بھی نہ اعتراض کرے، نہ دل میں بدگمانی کو جگہ دے بلکہ یقین جانے کہ میری سمجھ کی غلطی ہے، دوسرے کو اگر آسمان پر اڑتا دیکھے جب پیر کے سوا دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کو سخت آگ جانے، ایک باپ سے دوسرا باپ نہ بنائے، اس کے حضور بات نہ کرے، ہنسنا تو بڑی چیز ہے اس کے سامنے آنکھ کان دل ہمتن اسی کی طرف مصروف رکھے، جو وہ پوچھے نہایت نرم آواز سے بکمال ادب بتا کر جلد خاموش ہو جائے، اس کے کپڑوں، اس کے بیٹھنے کی جگہ، اس کی اولاد، اس کے مکان، اس کے محلہ، اس کے شہر کی تعظیم کرے، جو وہ حکم دے کیوں نہ کہے دیر نہ کرے، سب کاموں پر اسے تقدیم دے، اس کی غیبت میں بھی اس کے بیٹھنے کی جگہ نہ بیٹھے، اس کی موت کے بعد بھی اس کی زوجہ سے نکاح نہ کرے، روزانہ اگر وہ زندہ ہے اس کی سلامت و عافیت کی دعا بکثرت کرتا رہے، اور اگر انتقال ہو گیا تو روزانہ اس کے نام پر فاتحہ و درود کا ثواب پہنچائے۔ اس کے دوست کا دوست، اس کے دشمن کا دشمن رہے۔ غرض اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اس کے علاقہ کو تمام جہان کے علاقہ پر دل سے ترجیح دے اور اسی پر کار بند رہے وغیرہ وغیرہ۔ جب یہ ایسا ہوگا تو ہر وقت اللہ عز و جل و سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضرات مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مدد زندگی میں نزع میں قبر میں حشر میں میزان پر صراط پر حوض پر ہر جگہ اس کے ساتھ رہے گی۔ اس کا پیرا اگر خود کچھ نہیں تو اس کا پیر تو کچھ ہے یا پیر کا پیر یہاں تک کہ صاحب سلسلہ

حضور پر نور غوث رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر یہ سلسلہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور ان سے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان سے اللہ رب العالمین تک مسلسل چلا گیا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ پیر چاروں شرائط بیعت کا جامع ہو، پھر اس کا حسن اعتقاد سب کچھ پھل لاسکتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 370، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مزید امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن پیر کے حقوق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ”پیر واجبی پیر ہو چاروں شرائط کا جامع ہو وہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب ہے۔ اس کے حقوق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کے پرتو ہیں جس سے پورے طور پر برا ہونا محال ہے۔ مگر اتنا فرض و لازم ہے کہ اپنی حد قدرت تک ان کے ادا کرنے میں عمر بھر ساعی رہے۔ پیر کی جو تقصیر رہے گی اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاف فرماتے ہیں۔ پیر صادق کہ ان کا نائب ہے یہ بھی معاف کرے گا کہ یہ تو ان کی رحمت کے ساتھ ہے۔ ائمہ دین نے تصریح فرمائی ہے کہ مرشد کے حق باپ کے حق سے زائد ہیں اور فرمایا ہے کہ باپ مٹی کے جسم کا باپ ہے اور پیر روح کا باپ ہے۔ اور فرمایا کہ کوئی کام اس کے خلاف مرضی کرنا مرید کو جائز نہیں، اسکے سامنے ہنسنا منع ہے، اس کی بغیر اجازت بات کرنا منع ہے، اس کی مجلس میں دوسرے کی طرف متوجہ ہونا منع ہے، اس کی عنایت میں اسکے بیٹھنے کی جگہ بیٹھنا منع ہے، اس کی اولاد کی تعظیم فرض ہے اگرچہ بے جا حال پر ہوں، اس کے کپڑے کی تعظیم فرض ہے، اسکے پھونے کی تعظیم فرض ہے، اس کی چوکھٹ کی تعظیم فرض، اس سے اپنا کوئی حال چھپانے کی اجازت نہیں اپنے جان و مال کو اسی کا سمجھے۔ پیر کو نہ چاہئے کہ بلا ضرورت شرعی مریدوں کو مالی تکلیف دے انہیں جائز نہیں کہ

اگر اسے حاجت میں دیکھیں تو اس سے اپنا مال دریغ رکھیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس کی ملک اور بندہ بے دام سمجھے، اس کے احکام کو جہاں تک بلا تاویل صریح خلاف حکم خدا نہ ہوں حکم خدا اور رسول جانے۔ وباللہ التوفیق، واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 26، صفحہ 562، رضا فائونڈیشن لاہور)

ایک جگہ آپ مرشد کے حقوق و آداب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(1) یہ اعتقاد کرے کہ میرا مطلب اسی مرشد سے حاصل ہوگا اور اگر دوسری طرف توجہ کرے گا تو مرشد کے فیوض و برکات سے محروم رہے گا۔

(2) ہر طرح مرشد کا مطیع ہو اور جان و مال سے اس کی خدمت کرے کیونکہ بغیر محبت پیر کے کچھ نہیں ہوتا اور محبت کی پہچان یہی ہے۔

(3) مرشد جو کچھ کہے اس کو فوراً بجلائے اور بغیر اجازت اس کے فعل کی اقتدانہ کرے کیونکہ بعض اوقات وہ اپنے حال و مقام کے مناسب ایک کام کرتا ہے کہ مرید کو اس کا کرنا زہر قاتل ہے۔

(4) جو ورد و وظیفہ مرشد تعلیم کرے اس کو پڑھے اور تمام وظیفے چھوڑ دے خواہ اس نے طرف اپنی طرف سے پڑھنا شروع کیا ہو یا کسی دوسرے نے بتایا ہو۔

(5) مرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اسی کی طرف متوجہ رہنا چاہئے یہاں تک کہ سوائے فرض و سنت کے نماز نفل اور کوئی وظیفہ اس کی اجازت کے بغیر نہ پڑھے۔

(6) حتی الامکان ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ مرشد کے سایہ پر یا اس کے کپڑے پر پڑے۔

(7) اس کے مصلے پر پاؤں نہ رکھے۔

- (8) اس کی طہارت یا وضو کی جگہ طہارت یا وضو نہ کرے۔  
 (9) مرشد کے برتنوں کو استعمال میں نہ لائے۔  
 (10) اس کے سامنے نہ کھانا کھائے نہ پانی پیے اور نہ وضو کرے، ہاں اجازت کے بعد مضائقہ نہیں۔

- (11) اس کے روبرو کسی سے بات نہ کرے، بلکہ کسی طرف متوجہ بھی نہ ہو۔  
 (12) جس جگہ مرشد بیٹھتا ہو اس طرف پیر نہ پھیلائے اگرچہ سامنے نہ ہو۔  
 (13) اور اس کی طرف ٹھوکے بھی نہیں۔  
 (14) جو کچھ مرشد کہے اور کرے اس پر اعتراض نہ کرے کیونکہ جو کچھ وہ کرتا ہے اور کہتا ہے اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کا قصہ یاد کرے۔

- (15) اپنے مرشد سے کرامت کی خواہش نہ کرے۔  
 (16) اگر کوئی شبہ دل میں گزرے تو فوراً عرض کرے اور اگر وہ شبہ حل نہ ہو تو اپنے فہم کا نقصان سمجھے اور اگر مرشد اس کا کچھ جواب نہ دے تو جان لے کہ میں اس کے جواب کے لائق نہ تھا۔

- (17) خواب میں جو کچھ دیکھے وہ مرشد سے عرض کرے اور اگر اس کی تعبیر ذہن میں آئے تو اسے بھی عرض کر دے۔

- (18) بے ضرورت اور بے اذن مرشد سے علیحدہ نہ ہو۔  
 (19) مرشد کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرے اور با آواز اس سے بات نہ کرے اور بقدر ضرورت مختصر کلام کرے اور نہایت توجہ سے جواب کا منتظر رہے۔

(20) اور مرشد کے کلام کو دوسرے سے اس قدر بیان کرے جس قدر لوگ سمجھ سکیں اور جس بات کو یہ سمجھے کہ لوگ نہ سمجھیں گے تو اسے بیان نہ کرے۔

(21) اور مرشد کے کلام کو رد نہ کرے اگرچہ حق مرید ہی کی جانب ہو بلکہ اعتقاد کرے کہ شیخ کی خطا میرے صواب سے بہتر ہے۔

(22) اور کسی دوسرے کا سلام و پیام شیخ سے نہ کہے۔

(23) جو کچھ اس کا حال ہو برایا بھلا اسے مرشد سے عرض کرے کیونکہ مرشد طیب قلبی ہے اطلاع کے بعد اس کی اصلاح کرے گا، مرشد کے کشف پر اعتماد کر کے سکوت نہ کرے۔

(24) اس کے پاس بیٹھ کر وظیفہ میں مشغول نہ ہو اگر کچھ پڑھنا ہو تو اس کی نظر سے پوشیدہ بیٹھ کر پڑھے۔

(25) جو کچھ فیض باطنی اسے پہنچے اسے مرشد کا طفیل سمجھے اگرچہ خواب میں یا مراقبہ میں دیکھے کہ دوسرے بزرگ سے پہنچتا ہے تب بھی یہ جانے کہ مرشد کا کوئی لطیفہ اس بزرگ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 26، صفحہ 581، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## مرید کے حقوق

پیر پر مریدین کے بھی حقوق ہیں کہ وہ ان کو شریعت کا پابند بنائے ڈبہ پیروں کی طرح نہیں خود بھی خلاف شرع افعال کرتا ہو اور مریدین کو بھی حرام افعال کرنے کی تلقین کرتا ہو اور علماء کو جاہل سمجھتا ہو جیسا کہ آج کل یہ بہت عام ہے۔ انہی جعلی پیروں نے تصوف کو بدنام کر دیا اور بد عقیدہ لوگوں کو اسی آڑ میں بد عقیدگی پھیلانے کا موقع دیا ہے۔



اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مزید کے حقوق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”مرید کا پیر پر حق یہ ہے کہ اسے مثل اپنی اولاد کے جانے، جو بات بری دیکھے اس سے منع کرے، روکے، نیکوں کی ترغیب دے۔ حاضر و غائب اس کی خیر خواہی کرے، اپنی دعا میں اسے شریک کرے، اس کی طرف سے براہ نادانی جو گستاخی بے ادبی واقع ہو اس سے درگزر کرے، اس پر اپنے نفس کے لئے ناراض نہ ہو، اس کی ہدایت کے لئے غصہ ظاہر کرے اور دل میں اس کی بھلائی کا خواستگار رہے، اس کے مال سے کچھ طلب نہ رہے، تا بمقدور اس کی ہر مشکل میں مددگار رہے وغیرہ وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 369 رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

### پیر سے قطع تعلقی

جب کسی عام مسلمان سے قطع تعلقی کرنا جائز نہیں تو کامل پیر جو مرید کو رب تعالیٰ سے ملانے والا ہے اس سے قطع تعلقی بدرجہ اولیٰ ناجائز ہے۔ بلکہ اگر پیر سے تعلق تو قائم رکھا جائے لیکن اس کی بیعت توڑ دی جائے تو یہ بھی شرعاً ممنوع و ناپسندیدہ عمل ہے۔ ملفوظات اعلیٰ حضرت میں ہے: ”تبدیل بیعت بلا وجہ شرعی ممنوع ہے اور تجدید بیعت (یعنی طالب ہونا) جائز بلکہ مستحب ہے اور جو سلسلہ عالیہ قادریہ میں نہ ہو اور اپنے شیخ سے بغیر انحراف کے اس سلسلہ میں بیعت کرے وہ تبدیل نہیں بلکہ تجدید ہے کہ جمیع اسی سلاسل اسی سلسلہ اعلیٰ کی طرف راجع ہیں۔“ (ملفوظ اعلیٰ حضرت، حصہ اول، صفحہ 70، مکتبہ المدینہ، کراچی)

اگر کسی ایسے پیر سے بیعت کر لی ہے جو بد مذہب ہے تو بیعت توڑنا اور قطع تعلقی کرنا واجب ہے، اگر پیر فاسق معلن ہے جیسے شرابی، زانی، چرسی، بھنگی، بے نمازی، داڑھی منڈاوانے والا، ناچنے گانے والا، غیر محرم عورتوں کو دیکھنے چھونے والا وغیرہ تو اس سے بھی

بیعت توڑنا لازم ہے اور قطع تعلقی کرنا بھی جائز ہے بلکہ اگر قطع تعلقی کرنے سے وہ فسق سے باز آسکے گا تو قطع تعلقی کرنا بھی واجب ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”پیر میں چار شرطیں لازم ہیں:

اول سنی صحیح العقیدہ مطابق عقائد علماء حرمین شریفین ہو۔ (اعلیٰ حضرت کے دور میں مکہ مدینہ پر ترکوں کی حکومت تھی اور مکہ مدینہ کے علمائے کرام اہل سنت و جماعت تھے۔ اعلیٰ حضرت ان سنی علماء کے عقائد کا یہاں ذکر فرما رہے ہیں۔ انس رضا)

دوسرے اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضرورت کے مسائل کتاب سے خود نکال سکے۔  
تیسرے فاسق معین نہ ہو۔

چوتھے اس کا سلسلہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہو۔

جس میں یہ چاروں شرطیں جمع ہیں اس کے ہاتھ پر بیعت جائز ہے اور ایسے پیر کے افعال و اقوال پر اعتراض سخت حرام اور موجب محرومی برکات دارین ہے، اس کی جو بات اپنے ذہن میں خلاف معلوم ہو واجب ہے کہ اچھی تاویل کرے اور تاویل میں سمجھ نہ آئے تو یہ سمجھے کہ اس کا کوئی عمدہ منشا ہوگا جو میری سمجھ میں نہ آیا۔ اب آپ اپنے پیر کو دیکھئے ان چار شرطوں میں سے اگر کسی شرط کی کمی ہے تو بیعت ناجائز ہوئی، آپ کو چاہئے کہ کسی پیر جامع شرائط پر بیعت کریں، کمی شرط کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ اس کی منکوہہ باریک کپڑے پہنے جن سے بدن یا بال چمکتے ہوں، یا بالوں یا گلے یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر ہو یا کپڑے اتنے چست ہوں کہ بدن کی ہیأت بتاتے ہوں اور وہ یوں علانیہ مجمع مرداں میں آتی ہے اور شوہر جائز رکھے تو توٹ فاسق معین ہے قابل پیری نہیں، اور اگر ایسا نہیں اور چاروں شرطیں جمع ہیں تو اس پر اعتراض جائز نہیں اور اس کی بیعت سے

روگردانی منع ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، جلد 26، صفحہ 588، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ عصر حاضر میں پیرٹی فقیری لائن میں بھی بڑی عجیب و غریب صورت حال ہے ڈبہ پیروں کے علاوہ بعض اہل علم حضرات اپنے مریدین کے دلوں میں دوسرے کامل پیروں کے بارے میں نفرتیں ڈالتے دیکھے گئے ہیں، بلاوجہ کی تنقیدیں کرتے ہیں، فقہی فروعی مسائل کے اختلاف کو عقیدے کی طرح سمجھ کر دوسروں کو گمراہ ثابت کر رہے ہوتے ہیں، کبھی بھرے مجمع میں سب کے سامنے دوسرے پیر کے مریدین کی بے عزتی کر دیتے ہیں تو کبھی دوسرے پیر کی بیعت توڑ کر اپنا مرید بنانے کے درپے ہوتے ہیں۔ اسی طرح کئی مریدین اپنے پیر کے علاوہ کسی دوسرے کو کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ بزرگانِ دین نے یہ ضرور کہا کہ مرید اپنے پیر کو موجودہ تمام پیروں سے کامل جانے لیکن یہ نہیں کہا کہ اپنے پیر کے علاوہ کسی کو پیر ہی نہ جانے۔

فصل ہفتم: علماء و امام مسجد کے حقوق

جو عالم کا حق نہ پہچانے

علماء معاشرے کا معظم طبقہ ہے جس کی تعظیم کرنے کا شرع نے حکم دیا ہے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ لَمْ يُجِلِّ كَبِيرَنَا، وَيَرْحَمْ صَغِيرَنَا، وَيَعْرِفَ لِعَالِمِنَا“ ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص میری امت میں سے نہیں جو ہمارے بڑے کی تعظیم نہیں کرتا اور ہمارے بچے پر مہربانی نہیں کرتا اور ہمارے عالم کا حق نہیں پہچانتا۔

(سنن الإمام أحمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث عبادة بن الصامت، جلد 37، صفحہ 416،

مؤسسة الرسالة، بیروت)

عالم کا حق خفیف سمجھنے والا

المعجم الکبیر میں ہے ”عَنْ أَبِي أَمَامَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثَةٌ لَا يَسْتَحِفُّ بِحَقِّهِمْ إِلَّا مُنَافِقٌ: ذُو الشَّيْبَةِ فِي الْإِسْلَامِ، وَذُو الْعِلْمِ، وَإِمَامٌ مُقْسِطٌ“ ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین شخص ہیں جن کے حق کو صرف منافق خفیف سمجھتا ہے: (1) وہ مسلمان جس کے بال سفید ہو چکے ہوں (2) عالم (3) عادل بادشاہ۔

(المعجم الکبیر، باب الصاد، عبید بن زحر، عن علی بن یزید مطرح بن یزید أبو المهلب، عن عبید اللہ بن زحر، جلد 8، صفحہ 202، مکتبة ابن تیمیة، القاہرة)

عالم و علماء کے خلاف طعن و تشنیع کرنے والا

آج ہر تیسرا چوتھا بندہ جسے کچھ آتا جاتا نہیں علماء پر اعتراض کرتا رہتا ہے۔ معاشرے میں ہونے والی تمام برائیوں کا ذمہ دار بھی علماء کو ٹھہراتے اور فضول بے تکے اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔ علماء کرام پر یہ طعن کرتے ہیں کہ یہ معاشرے کی اصلاح نہیں کرتے اور اپنا حال یہ ہوتا ہے کہ کبھی مسجد میں جا کر عالم دین کی تقریر نہیں سنی ہوتی، جمعہ بھی پڑنا ہو تو آخری وقت میں آتے ہیں جب بیان ختم ہو چکا ہوتا ہے۔

جب اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علمائے کرام کی شان و عظمت بیان کر دی ہے تو پھر ایک عام مسلمان کو یہ حق نہیں کہ وہ ان کے عظمت کو کمتر ثابت کر کے اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”جب عام مسلمانوں کے باب میں یہ احکام ہیں تو علماء کرام کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

”لا یتخف بحقہم الامنافق۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ علماء کو ہلکانہ جانے گا مگر منافق۔ طبرانی نے کبیر میں ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا۔

دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”لا یتخف بحقہم الامنیافق بین النفاق رواہ ابو الشیخ فی التویخ عن جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما“ ان کے حق کو ہلکانہ سمجھے گا مگر کھلا منافق۔ اسے ابو الشیخ نے التویخ میں حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”لیس من امتی من لم یعرف لعالمناحقہ رواہ احمد والنحاکم والطبرانی فی الکبیر عن عبادة بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ جو ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں۔ اسے احمد، حاکم اور طبرانی نے کبیر میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

پھر اگر عالم کو اس لئے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کافر ہے اور اگر بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے گالی دیتا تحقیر کرتا ہے تو سخت فاسق فاجر ہے، اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ خلاصہ میں ہے ”من ابغض عالما من غیر سبب ظاہر خیف علیہ الکفر“ جو کسی عالم سے بغیر سبب ظاہری کے عداوت رکھتا ہے اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 128، 129، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جن کو بغیر کسی وجہ سے علماء سے بغض ہوتا ہے بات بات پر علماء پر زبان درازی اور گالی گلوچ کرنا شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ مولوی

بخشنے گئے تو ہم بھاگ کر جنت میں چلیں جائے گے۔ اگر ایک مولوی نے کسی شخص کے ساتھ بتقاضائے بشریت کچھ بُرا کیا ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ سارے علماء کو ہی غلط سمجھا جائے اور ان تذلیل کرنا شروع کر دی جائے۔ معاشرے میں موجود ہر شعبہ میں اچھے بُرے افراد ہوتے ہیں۔

مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ علماء کی شان اور عالم دین کے خلاف طعن و تشنیع کرنے والوں پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اگر مسلمانوں کو عالم دین کے خلاف بھڑکاتے ہیں تو وہ مسلمانوں کے دشمن ہیں، اس لئے کہ جب عوام عالم دین سے بدظن ہو جائیں گے تو اس کی طرف رجوع کرنا اور اس سے حلال و حرام پوچھنا چھوڑ دیں گے جو ان کے دین و ایمان کے لئے زہر قاتل ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ عالم کی خطا گیری اور اس پر اعتراض حرام ہے اور اس کے سبب رہنمائے دین سے کنارہ کش ہونا اور استفادہ مسائل دینا اس کے حق میں زہر ہے۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 10، صفحہ 539۔ اور جو لوگ دینی کام کرنے والوں کی عزت بگاڑنے کے درپے ہو جاتے ہیں وہ شیطان کے مددگار، ظالم و جفا کار، حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کا ساتھ نہ دیں بلکہ ان کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گناہگار ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”من مشی مع ظالم ليقويه و هو يعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام“ یعنی جو شخص ظالم کو تقویت دینے کے لئے اس کا ساتھ دے یہ جانتے ہوئے کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔“

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد 2، صفحہ 668، شیپرہ دارز، لاہور)

## امام مسجد کے حقوق

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ محلے کی مسجد میں موجود امام صاحب بھی سنی عالم دین ہوں جو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ حق رکھتے ہیں کہ ان کی تعظیم کی جائے۔ اگر محلے کی مسجد میں موجود امام عالم نہ ہوں تب بھی اس کی تعظیم کرنی چاہئے کہ وہ ہماری نمازوں کا ضامن ہے۔ آج کل محلے کے امام کو اگرچہ وہ عالم دین بھی ہو اسے کونو کر سمجھا جاتا ہے، جسے گھر میں کوئی نہیں پوچھتا خود فاسق ہوتا ہے وہ امام مسجد کو جھاڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ انتظامیہ کا جب دل چاہتا ہے امام مسجد کونو کری سے نکال دیتے ہیں جبکہ بلاوجہ شرعی امام کو امامت سے معزول کرنا، اسے ذلیل کرنا جائز نہیں ہے۔ امام مسجد کونو کر کہنا یا سمجھنا بے ادبی جس سے احتراز کرنا چاہئے۔ فتاویٰ فقیہ ملت میں ہے: ”کسی بھی عالم دین یا امام کو اگرچہ وہ بل پر دستخط کر کے وظیفہ وصول کرتے ہوں ٹرٹی کانو کر کہنا ہرگز درست نہیں۔ اس لئے کہ جیسے ماں، باپ کی بیوی ضرور ہے مگر اسے اس لفظ کے ساتھ یاد کرنا ماں کی توہین ہے۔ ایسے ہی بل پر دستخط کر کے وظیفہ وصول کرنے والا نوکر ضرور ہے مگر اسے نوکر کہنا اس کی توہین ہے۔ لہذا ٹرٹی کے لئے ضروری ہے کہ وہ امام صاحب سے معذرت طلب کرے اور آئندہ ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کرے۔“

(فتاویٰ فقیہ ملت، جلد 2، صفحہ 366، شبیر برادرز، لاہور)

## امام مسجد و عالم دین سے قطع تعلقی

اگر عالم یا امام مسجد فاسق معین جیسے سو دکھاتا ہے، داڑھی ایک مٹھی سے کم ہے، کالا خضاب لگانے والا ہے، نخس گو ہے، بد کردار ہے، بد مذہب ہے وغیرہ تو اس سے قطع تعلقی کرنا جائز ہے۔ انتظامیہ و محلے والوں پر لازم ہے کہ اسے امامت سے معزول کریں ورنہ وہ بھی گناہ گار ہوں گے، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جس کا دوبارہ پڑھنا

واجب ہے۔ تبیین الحقائق میں ہے ”(و کرہ إمامة الفاسق) لأنه لا يهتم لأمر دينه ولأن في تقديمه لإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانتة شرعاً، ملتقطاً“ ترجمہ: فاسق کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ دین کے معائنے کو اہمیت نہیں دیتا (یعنی شرعی امور کا لحاظ و پابندی نہیں کرتا)، نیز اس کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔

(تبیین الحقائق، کتاب الصلوة، باب الامامة، جلد 1، صفحہ 134، دار الكتاب الاسلامی، بیروت)

غنیۃ المستملی میں ہے ”لو قدموا فاسقاً یا ثمون، بناء علی ان کراهة تقديمه کراهة تحریم“ اگر فاسق کو امام بنایا تو وہ گناہ گار ہوں گے، اس بنا پر کہ فاسق کو امام بنانے کی کراہت کراہت تحریمی ہے۔

(غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصنی، صفحہ 279، مجتہدانی، دہلی)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن واڑھی کو اکر حد شرع سے کم کروانے والے اور واڑھی منڈوانے والے کے بارے فرماتے ہیں: ”وہ فاسق معلن ہے اور اسے امام کرنا گناہ، اور اسے کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی۔ غنیۃ میں ہے ”لو قدموا فاسقاً یا ثمون“ اگر لوگوں نے فاسق کو مقدم کیا تو وہ لوگ گناہ گار ہوں گے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 6، صفحہ 544، رینا فائونڈیشن، لاہور)

فتاویٰ فیض الرسول میں مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے امام کے متعلق سوال ہوا جس نے اپنی بیٹی کی شادی بد مذہب سے کی تھی تو آپ اس کے متعلق فرماتے ہیں: ”(بد مذہبوں) کے ساتھ عقد کرنا اور ان کے یہاں آمد و رفت رکھنا جائز نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام مذکور کی طرف جو باتیں منسوب کی گئی ہیں، اگر اس میں پائی جاتی ہیں اور واقعی وہ سنی المذہب ہے تو ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے



یعنی اگر کسی نے پڑھ لی تو اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب اور لازم ہے۔ اگر دوبارہ نہیں پڑھے گا تو گنہگار ہوگا۔“ (فتاویٰ فیض الرسول، جلد 1، صفحہ 312، شبیر برادرز، لاہور)

اگر امام مسجد اعلانیہ گناہ نہ کرنے والا ہو چھپ کر گناہ کرتا ہے کہ لوگوں کو پتہ نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تزیہی ہے یعنی نماز ہو جائے گی لیکن ثواب میں کمی آئے گی۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”فاسق وہ کہ کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور وہی فاجر ہے اور کبھی فاجر خاص زانی کو کہتے ہیں۔ فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ پھر اگر معلن نہ ہو یعنی وہ گناہ چھپ کر کرتا ہو معروف و مشہور نہ ہو تو کراہت تزیہی ہے یعنی خلاف اولیٰ۔ اگر فاسق معلن ہے کہ علانیہ کبیرہ کا ارتکاب یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہے تو اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کے پڑھنی گناہ اور پڑھ لی تو پھیرنی واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“ (فتاویٰ رضویہ، جلد 6، صفحہ 601، رضا فائونڈیشن، لاہور)

### فصل ہشتم: حقوق العباد کی معافی تلافی

جتنے لوگوں کے حقوق بیان ہوئے ان سب کے حقوق پورے کرنا بہت مشکل ہے اس لئے بتقاضہ بشریت جن کے حقوق تلف کئے ہیں ان سے معافی مانگ لی جائے کیونکہ حقوق العباد میں جب تک بندہ معاف نہ کرے رب تعالیٰ بھی معاف نہیں کرتا۔ حقوق العباد کا معاملہ حقوق اللہ سے اس وجہ سے سخت ہے کہ اس میں بندوں کا حق بھی تلف ہوتا ہے اور رب تعالیٰ کی بھی نافرمانی ہوتی ہے کہ شرع نے بندوں کے حقوق پورے کرنے کا حکم دیا ہے۔ پہلے تو ہر مومن کو یہی کوشش کرنی چاہئے کہ وہ کسی کو ایذا نہ دے، پھر بھی اگر لوگوں کے حقوق تلف ہو جائیں تو ان سے معافی مانگ لی جائے ورنہ اگلے جہان میں اپنی نیکیاں دینی ہوں گی، اگر نیکیاں پاس نہ ہوئیں تو دوسروں کے گناہ لینے پڑیں گے۔

مفلس کون؟

مسلم شریف کی حدیث پاک ہے ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اتُّدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوا: الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ، فَقَالَ: إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ، وَصِيَامٍ، وَزَكَاةٍ، وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا، وَقَذَفَ هَذَا، وَأَكَلَ مَالَ هَذَا، وَسَفَكَ دَمَ هَذَا، وَضَرَبَ هَذَا، فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ نَخَطَائِبِهِمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ“ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی ہمارے یہاں تو مفلس وہ ہے جس کے پاس مال و زر نہ ہو۔ فرمایا: میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے، زکوٰۃ لے کر آئے اور یوں آئے کہ اسے گالی دی اسے زنا کی تہمت لگائی اس کا مال کھایا اس کا خون گرایا اسے مارا تو اس کی نیکیاں اسے دی گئیں پھر اگر نیکیاں ختم ہو چکیں اور حق باقی ہیں تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈالے گئے پھر جہنم میں پھینک دیا گیا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم، جلد 4، صفحہ 1997، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

حق العباد کس قدر ہیں اور یہ کس طرح معاف ہو سکتے ہیں؟

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا: ”حق العباد بھی کسی طرح معاف ہو سکتا ہے؟ بغیر اس کے معاف کے جس کا حق ہے صاف ارقام فرمائیے اور حق العباد کس قدر ہیں؟ بیٹو اتو جروا بیان فرمائیے اجر پائیے۔“

جواباً آپ فرماتے ہیں: ”حق العبد ہر وہ مطالبہ مالی ہے کہ شرعاً اس کے ذمہ کسی کے لئے ثابت ہو اور ہر وہ نقصان و آزار جو بے اجازت شرعیہ کسی قول فعل ترک سے کسی کے دین، آبرو، جسم، مال یا صرف قلب کو پہنچایا جائے۔ تو یہ دو قسمیں ہوں گی، اول کو دیون، ثانی کو مظالم، اور دونوں کو تبعات اور کبھی دیون بھی کہتے ہیں۔ ان دونوں قسم میں نسبت عموم خصوص من وجہ ہے یعنی کہیں تو دین پایا جاتا ہے مظلمہ نہیں، جیسے خریدی چیز کی قیمت، مزدور کی اجرت، عورت کا مہر وغیرہ دیون کہ عقود جائزہ شرعیہ سے اس کے ذمہ لازم ہوئے اور اس نے ان کی ادا میں کمی و تاخیر ناروانہ برتی یہ حق العبد اس کی گردن پر ہے مگر کوئی ظلم نہیں، اور کہیں مظلمہ پایا جاتا ہے دین نہیں جیسے کسی کو مارا، گالی دی، برا کہا، غیبت کی کہ اس کی خبر اسے پہنچی۔ یہ سب حقوق العبد و ظلم ہیں مگر کوئی دین واجب الاذائیں، اور کہیں دین اور مظلمہ دونوں ہوتے ہیں جیسے کسی کا مال چرایا، چھینا، لوٹا، رشوت، سود جوئے میں لیا، یہ سب دیون بھی ہیں اور ظلم بھی۔ قسم اول میں تمام صورت عقود و مطالبہ مالیہ داخل، دوسری میں قول و فعل و ترک کو دین آبرو جان جسم مال قلب میں ضرب دینے سے اٹھارہ انواع حاصل، ہر نوع صد ہا صورتوں کو شامل، تو کیونکر گناہ سکتے ہیں کہ حقوق العباد کس قدر ہیں، ہاں ان کا ضابطہ کلیہ بتا دیا گیا ہے کہ ان دو قسموں سے جو امر جہاں پایا جائے اسے حق العبد جانے پھر حق کس قسم کا ہو جب تک صاحب حق معاف نہ کرے معاف نہیں ہوتا، حقوق اللہ میں تو ظاہر کہ اس کے سوا دوسرا معاف کر نیوالا کون ﴿وَمَنْ يَغْفِر الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کون گناہ بخشے اللہ کے سوا۔

الحمد للہ کہ معافی کریم غنی قدیر رؤف رحیم کے ہاتھ ہے ”والکریم لایاتی منہ الا الکریم“ (کریم سے سوائے کرم کے کچھ اور صادر نہیں ہوتا۔) اور حقوق العباد میں بھی

ملک دیان عز جلالہ نے اپنے دارالعدل کا یہی ضابطہ رکھا ہے کہ جب تک وہ بندہ معاف نہ کرے معاف نہ ہوگا اگرچہ مولیٰ تعالیٰ ہمارا اور ہمارے جان و مال و حقوق سب کا مالک ہے اگر وہ بے ہماری مرضی کے ہمارے حقوق جسے چاہے معاف فرمادے تو بھی عین حق و عدل ہے کہ ہم بھی اسی کے اور ہمارے حقوق بھی اسی کے مقرر فرمائے ہوئے، اگر وہ ہمارے خون و مال و عزت و غیرہا کو معصوم و محترم نہ کرتا تو ہمیں کوئی کیسا ہی آزار پہنچاتا نام کو بھی ہمارے حق میں گرفتار نہ ہوتا۔ یوہیں اب اس حرمت و عصمت کے بعد بھی جسے چاہے ہمارے حقوق چھوڑ دے ہمیں کیا مجال عذر ہے مگر اس کریم رحیم جل و علا کی رحمت کہ ہمارے حقوق کا اختیار ہمارے ہاتھ رکھا ہے بے ہمارے بخشے معاف ہو جانے کی شکل نہ رکھی کہ کوئی ستم رسیدہ یہ نہ کہے کہ اے مالک میرے! میں اپنی داد کو نہ پہنچا۔

حدیث میں ہے حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”الدواوین ثلثة فدیوان لا یغفر اللہ منہ شیئا و دیوان لا یعبأ اللہ بہ شیئا و دیوان لا یتربک اللہ منہ شیئا فاما الدیوان الذی لا یغفر اللہ منہ شیئا فالاشراک باللہ عزوجل و اما الدیوان الذی لا یعبأ اللہ بہ شیئا فظلم العبد نفسه فیما بینہ و بین ربہ من صوم یوم ترکہ او صلاة ترکہا فان اللہ تعالیٰ یغفر ذلک ان شاء و یتجاوز ان شاء و اما الدیوان الذی لا یتربک اللہ منہ شیئا فمظالم العباد بینہم القصاص لامحالة۔ رواہ الامام احمد فی المسند و الحاکم فی المستدرک عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا“ یعنی دو فترتیں ہیں، ایک دفتر میں اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشے گا اور ایک دفتر کی اللہ تعالیٰ کو کچھ پروا نہیں اور ایک دفتر میں اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا، وہ دفتر جس میں اصلاً معافی کی جگہ نہیں وہ تو کفر ہے کہ کسی طرح نہ بخشا جائے گا

اور وہ دفتر جس کی اللہ عزوجل کو کچھ پروا نہیں وہ بندے کا گناہ ہے خالص اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں کہ کسی دن کاروزہ ترک کیا یا کوئی نماز چھوڑ دی اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے معاف کر دے اور درگزر فرمائے اور وہ دفتر جس میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا وہ بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم ہے کہ اس میں ضرور بدلہ ہوتا ہے۔ امام احمد نے مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں ام المومنین سید عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کی روایت فرمائی۔

یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لتؤدن الحقوق الی اهلها يوم القيمة حتی یقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء تنطحها۔ رواہ الاثمة احمد فی المسند و مسلم فی صحیحہ و البخاری فی الادب المفرد و الترمذی فی الجامع عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ" بیشک روز قیامت تمہیں اہل حقوق کو ان کے حق ادا کرنے ہوں گے یہاں تک کہ منڈی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا کہ اسے سینگ مارے۔ ائمہ کرام نے اس کو روایت کیا مثلاً امام احمد نے مسند میں، امام مسلم نے صحیح مسلم میں، امام بخاری نے الادب المفرد میں اور امام ترمذی نے جامع میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

ایک روایت میں فرمایا "حتی الذرة من الذرة۔ رواہ الامام احمد بسند صحیح" یہاں تک کہ چیونٹی سے چیونٹی کا عوض لیا جائے گا۔ اسے امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

پھر وہاں روپے اشرفیاں تو ہیں نہیں کہ معاوضہ حق میں دی جائیں طریقہ ادا یہ ہوگا کہ اس کی نیکیاں صاحب حق کو دی جائیں گی اگر ادا ہو گیا غنیمت ورنہ اس کے گناہ اس

پر رکھے جائیں گے یہاں تک کہ ترازوئے عدل میں وزن پورا ہو۔ احادیث کثیرہ اس مضمون میں وارد، ازاں جملہ حدیث صحیح مسلم وغیرہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ "ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال اتدرون من المفلس قالوا المفلس فینا من لادرہم لہ ولا متاع فقال ان المفلس من امتی من یأتی یوم القیمۃ بصلوۃ وصیام و زکوٰۃ ویأتی قد شتم ہذا وقد قذف ہذا واکل مال ہذا وسفک دم ہذا وضرب ہذا فیعطی ہذا من حسناتہ و ہذا من حسناتہ فان فینت حسناتہ قبل ان یقضی ما علیہ اخذ من خطایاہم فطرحت علیہ ثم طرح فی النار والعیاذ باللہ سبحنہ وتعالیٰ" یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی ہمارے یہاں تو مفلس وہ ہے جس کے پاس زر و مال نہ ہو۔ فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے، زکوٰۃ لے کر آئے اور یوں آئے کہ اسے گالی دی اسے زنا کی تہمت لگائی اس کا مال کھایا اس کا خون گرایا اسے مارا تو اس کی نیکیاں اسے دی گئیں پھر اگر نیکیاں ختم ہو چکیں اور حق باقی ہیں تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈالے گئے پھر جہنم میں پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ پاک اور بلند و برتر ذات کی پناہ۔

غرض حقوق العباد بے ان کی معافی کے معاف نہ ہوں گے واللہ امر وی ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "الغیبة اشد من الزنا" غیبت زنا سے سخت تر ہے۔ کسی نے عرض کی: یہ کیونکر؟ فرمایا "الرجل یزنی ثم یتوب فیتوب اللہ علیہ وان صاحب الغیبة لا یغفر لہ حتی یغفر لہ صاحبہ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبة والطبرانی فی الاوسط عن جابر بن عبد اللہ وابی سعید الخدری والبیہقی عنہما

وعن ائس رضی اللہ تعالیٰ عنہم "زانی توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور غیبت والے کی مغفرت نہ ہوگی جب تک وہ نہ بخشے جس کی غیبت کی ہے۔ ابن ابی الدنیانے ذم الغیبۃ (غیبت کی برائی میں) میں اور امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابوسعید خدری سے اور امام بیہقی نے ان دونوں کے علاوہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس کی روایت فرمائی۔

پھر یہاں معاف کر لینا سہل ہے قیامت کے دن اس کی امید مشکل کہ وہاں ہر شخص اپنے اپنے حال میں گرفتار نیکیوں کا طلبگار برائیوں سے بیزار ہوگا، پرائی نیکیاں اپنے ہاتھ آتے اپنی برائیاں اس کے سر جاتے کسے بری معلوم ہوتی ہیں، یہاں تک کہ حدیث میں آیا ہے کہ ماں باپ کا بیٹے پر کچھ دین آتا ہوگا اسے روز قیامت پیشیں گے کہ ہمارا دین دے وہ کہے گا میں تمہارا بچہ ہوں، یعنی شاید رحم کریں وہ تمنا کریں گے کاش اور زیادہ ہوتا۔ "الطبرانی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول انہ یكون للوالدین علی ولد ہما دین فاذا کان یوم القیمۃ یتعلقان بہ فیقول انا ولد کما فیودان او یتمنیان لو کان اکثر من ذلک" طبرانی میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ والدین کا بیٹے پر دین ہوگا قیامت کے روز والدین بیٹے پر لپکیں گے تو بیٹا کہے گا میں تمہارا بیٹا ہوں تو والدین کو حق دلایا جائے گا اور تمنا کریں گے کاش ہمارا حق اور زائد ہوتا۔

جب ماں باپ کا یہ حال تو اوروں سے امید خام خیال، ہاں کریم و رحیم مالک و مولیٰ جل جلالہ و تبارک و تعالیٰ جس پر رحم فرمانا چاہے گا تو یوں کرے گا کہ حق والے کو بے بہنا

قصور جنت معاوضہ میں عطا فرما کر عفو حق پر راضی کر دے گا ایک کرشمہ کرم میں دونوں کا بھلا ہوگا نہ اس کی حسنات اسے دی گئیں نہ اس کی سیئات اس کے سر رکھی گئیں نہ اس کا حق ضائع ہونے پایا بلکہ حق سے ہزاروں درجے بہتر افضل پایا رحمت حق کی بندہ نوازی ظالم ناجی مظلوم راضی "قللہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکاً فیہ کما یحب ربنا ویرضی" پھر اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد و ثنا ہے جس کی ذات بہت زیادہ پاکیزہ اور بابرکت ہے۔

حدیث میں ہے "بینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جالس اذ رأیناہ اضحک حتی بدت ثنایاہ فقال له عمر ما اضحکک یا رسول اللہ بابی انت وامی" یعنی ایک دن حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے ناگاہ خندہ فرمایا کہ اگلے دندان مبارک ظاہر ہوئے، امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان کس بات پر ہنسی آئی؟ ارشاد فرمایا "رجلان من امتی جثیا بین یدی رب العزۃ فقال احدهما یارب خذلی مظلمتی من اخی فقال اللہ تعالیٰ للطالب کیف تصنع باخیک ولم یبق من حسناتہ شیء قال یارب فیحمل من اوزاری، وفاضت عینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالبکاء ثم قال ان ذلك اليوم عظیم یحتاج الناس ان یحمل عنهم من اوزارهم فقال اللہ للطالب ارفع بصرک فانظر فرفع فقال یارب اری مدائن من ذهب وقصورا من ذب مکلة باللؤلؤ لای نبی هذا اولای صدیق هذا اولای شهید هذا قال لمن اعطی الثمن قال یارب ومن یملك ذلك قال انت تملکہ قال بماذا قال بعفوک عن اخیک قال یارب فانی قد عفوت عنه



قال اللہ تعالیٰ فنخذ بيد اخيك فادخله الجنة فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند ذلك اتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم فان اللہ یصلح بین المسلمین یوم القیمة رواہ الحاکم فی المستدرک والبیہقی فی کتاب البعث والنشور وابویعلی فی مسنده وسعید بن منصور فی سننه عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ "دو مرد میری امت سے رب العزت جل جلالہ کے حضور زانوؤں پر کھڑے ہونگے، ایک عرض کرے گا: اے رب میرے! میرے اس بھائی نے جو ظلم مجھ پر کیا ہے اس کا عوض میرے لئے لے۔ رب تعالیٰ فرمائے گا: اپنے بھائی کے ساتھ کیا کرے گا اس کی نیکیاں تو سب ہو چکیں، مدعی عرض کرے گا: اے رب میرے! تو میرے گناہ وہ اٹھالے۔ یہ فرما کر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں گریہ سے بہہ نکلیں، پھر فرمایا: بیشک وہ دن بڑا سخت ہے لوگ اس کے محتاج ہوں گے کہ ان کے گناہوں کا کچھ بوجھ اور لوگ اٹھائیں۔ مولیٰ عزوجل مدعی سے کہے گا: نظر اٹھا کر دیکھ۔ وہ نگاہ اٹھا کر دیکھے اور کہے گا: اے رب میرے! میں کچھ شہرہ دیکھتا ہوں سونے اور محل سونے کے سراپا موتیوں سے جڑے ہوئے یہ کس نبی کے ہیں یا کس صدیق یا کس شہید کے ہیں؟ مولیٰ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا: اس کے ہیں جو قیمت دے۔ کہا: اے رب میرے! بھلا ان کی قیمت کون دے سکتا ہے؟ فرمایا: تو۔ عرض کی: کیوں کر؟ فرمایا: یوں کہ اپنے بھائی کو معاف کر دے۔ کہے گا: اے رب میرے! یہ بات ہے تو میں نے معاف کیا۔ مولیٰ جل مجدہ فرمائے گا: اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ لے اور جنت میں لے جا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بیان کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں صلح کرو کہ مولیٰ عزوجل قیامت کے دن مسلمانوں میں صلح کرائے گا۔ حاکم نے مستدرک میں امام بیہقی نے کتاب البعث والنشور

میں ابو یعلیٰ نے مسند اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”اذا التقى الخلائق يوم القيمة نادى مناديا يا اهل الجمع تباركوا المظالم بينكم و ثوابكم على۔ رواه الطبرانی عن انس ایضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن“ جب مخلوق روز قیامت بہم ہوگی ایک منادی رب العزۃ جل و علا کی طرف سے ندا کرے گا اے مجمع والو! آپس کے ظلموں کا تدارک کر لو اور تمہارا ثواب میرے ذمہ ہے۔ امام طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے فرمایا ”ان اللہ یجمع الاولین والآخرین يوم القيمة فی صعيد واحد ثم ینادی مناد من تحت العرش يا اهل التوحید ان اللہ عزوجل قد عفا عنکم، فیقوم الناس فیتعلق بعضهم ببعض فی ظلمات ثم ینادی منادیا اهل التوحید لیعف بعضکم عن بعض و علی الثواب۔ رواه ایضاً عن ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا“ یعنی بیشک اللہ عزوجل روز قیامت سب اگلوں پچھلوں کو ایک زمین میں جمع فرمائے گا پھر زیر عرش سے منادی ندا کرے گا اے توحید والو! مولیٰ تعالیٰ نے تمہیں اپنے حقوق معاف فرمائے لوگ کھڑے ہو کر آپ کے دنیاوی مظلموں میں ایک دوسرے سے لپٹیں گے منادی پکارے گا اے توحید والو! ایک دوسرے کو معاف کر دو اور ثواب دنیا میرے ذمہ ہے۔ اسے بھی طبرانی نے سیدہ ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔

یہ دولت کبریٰ و نعمت عظمیٰ کہ اکرم الاکر میں جلت عظمتہ اپنے محض کرم و فضل سے

اس ذلیل روسیہ سراپا گناہ کو بھی عطا فرمائے۔ عکسہ مستحق کرامت گنہگار اند“ (گنہگار شرف و بزرگی عطا کئے جانے کے لائق ہیں۔)  
(وہ کون سے لوگ ہیں جن پر لوگوں کے حقوق ہوں گے اور قیامت والے دن رب تعالیٰ اپنے کرم سے معاف کر دے گا؟)

اس وقت کی نظر میں اس کا جلیل وعدہ جمیل مژدہ صاف صریح بالتصریح یا کالتصریح تصریح پانچ فرقوں کے لئے وارد ہوا:  
(حاجی حج کرنے کے بعد حقوق العباد ادا کرنے سے پہلے یا کوشش کرتے ہوئے مر گیا تو اللہ عزوجل معاف فرمادے گا)

اول حاجی کہ پاک مال، پاک کمائی، پاک نیت سے حج کرے، اور اس میں لڑائی جھگڑے اور عورتوں کے سامنے تذکرہ جماع اور ہر قسم کے گناہ و نافرمانی سے بچے، اس وقت تک جتنے گناہ کئے تے بشرط قبول سب معاف ہو جاتے ہیں، پھر اگر حج کے بعد فوراً مر گیا تو اتنی مہلت نہ ملی کے حقوق اللہ عزوجل یا بندوں کے اس کے ذمہ تھے انہیں ادا یا ادا کی فکر کرتا تو امید واثق ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے تمام حقوق سے مطلقاً درگزر فرمائے یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ فرائض کہ بجا نہ لایا تھا ان کے مطالبہ پر بھی قلم عفو الہی پھر جائے اور حقوق العباد و دیون و مظالم مثلاً کسی کا قرض آتا ہو، مال چھینا ہو، برا کہا ہو ان سب کو مولیٰ تعالیٰ اپنے ذمہ کرم پر لے لے، اصحاب حقوق کو روز قیامت راضی فرما کر مطالبہ و خصومت سے نجات بخشے۔ یوہیں اگر بعد کو زندہ رہا اور بقدر قدرت تدارک حقوق ادا کر لیا یعنی زکوٰۃ دے دی نماز روزہ کی قضا ادا کی جس کا جو مطالبہ آتا تھا دے دیا جسے آزار پہنچا تھا معاف کر لیا جس مطالبہ کا لینے والا نہ رہا یا معلوم نہیں اس کی طرف سے تصدق کر دیا بوجہ قلت مہلت جو حق

اللہ عزوجل یا بندہ کا ادا کرتے کرتے رہ گیا اس کی نسبت اپنے مال میں وصیت کر دی، غرض جہاں تک طرق برائت پر قدرت ملی تقصیر نہ کی تو اس کے لئے امید اور زیادہ قوی کہ اصل حقوق کی یہ تدبیر ہوگئی اور اثم مخالفت حج سے دھل چکا تھا۔ ہاں اگر بعد حج باوصف قدرت ان امور میں قاصر رہا تو یہ سب گناہ از سر نو اس کے سر ہوں گے کہ حقوق تو خود باقی ہی تھے ان کی ادا میں پھر تاخیر و تقصیر گناہ تازہ ہوئے اور وہ حج ان کے ازالہ کو کافی نہ ہوگا کہ حج گزرے گناہوں کو دھوتا ہے آئندہ کے لئے پروانہ بیقیدی نہیں ہوتا بلکہ حج مبرور کی نشانی ہی یہ ہے کہ پہلے سے اچھا ہو کر پلٹے ”فانا لله وانا اليه راجعون ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم“ (بے شک ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کی توفیق کے بغیر کسی میں نہیں۔) مسئلہ حج میں بحمد اللہ تعالیٰ یہ وہ قول فیصل ہے جسے فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بعد تنقیح دلائل و مذاہب و احاطہ اطراف و جوانب اختیار کی نفیس تحقیق بعونہ تعالیٰ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بعد ورود اس سوال کے ایک تحریر جداگانہ میں لکھی، یہاں اس قدر کافی ہے ”وباللہ التوفیق“ (اللہ تعالیٰ ہی کے کرم سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔)

احایث ابن ماجہ اپنی سنن میں کاملاً اور ابوداؤد مختصراً اور امام عبداللہ بن امام احمد زوائد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور ابو یعلیٰ مسند اور ابن حبان ضعفاء اور ابن عدی کامل اور بیہقی سنن کبریٰ و شعب الایمان و کتاب البعث والنشور اور ضیاء مقدسی بافادہ تصحیح مختارہ میں حضرت عباس بن مرداس اور امام عبداللہ بن مبارک بسند صحیح اور ابو یعلیٰ وابن منیع بوجہ آخر حضرت انس بن مالک اور ابو نعیم حلیۃ الاولیاء اور امام ابن جریر طبری تفسیر اور حسن بن سفیان مسند اور ابن حبان ضعفاء میں حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم اور عبدالرزاق مصنف اور

طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبادہ بن صامت اور دارقطنی وابن حبان حضرت ابو ہریرہ اور ابن مندہ کتاب الصحابہ اور خطیب تلخیص المتشابہ میں حضرت زید جد عبدالرحمن بن عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بطرق عدیدہ والفاظ کثیرہ ومعانی متقاربہ راوی ”وہذا حدیث الامام عبداللہ بن المبارک علی سفین الثوری عن الزبیر بن عدی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال وقف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعرفات وقد کادت الشمس ان تغرب فقال یا بلال انصت لی الناس فقام بلال فقال فقال انصتوا لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فنصت الناس فقال یا معاشر الناس اتانی جبریل انفا فاقرائنی من ربی السلام وقال ان اللہ عزوجل غفر لاهل عرفات واهل المعشر وضمن عنہم التبعات فقام عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال یا رسول اللہ ہذا لنا خاضة قال هذا لکم ولمن اتی من بعدکم الی یوم القیمة فقال عمر بن الخطاب کثر خیر اللہ وطاب“ یہ حدیث امام عبداللہ بن مبارک نے امام سفیان ثوری سے انہوں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرفات میں وقوف فرمایا یہاں تک کہ آفتاب ڈوبنے پر آیا اس وقت ارشاد ہوا اے بلال! لوگوں کو میرے لئے خاموش کر، بلال نے کھڑے ہو کر پکارا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاموش ہو جاؤ، لوگ ساکت ہوئے۔ حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے فرمایا اے لوگو! ابھی جبریل نے حاضر ہو کر مجھے میرے رب کا سلام و پیام پہنچایا کہ اللہ عزوجل نے عرفات و مشعر الحرام والوں کی مغفرت فرمائی اور ان کے باہمی حقوق کا خود ضامن ہو گیا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ کیا یہ دولت خاص ہمارے لئے ہے؟ فرمایا

تمہارے لئے اور جو تمہارے بعد قیامت تک آئیں سب کے لئے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اللہ عزوجل کی خیر کثیر و پاکیزہ ہے اتھی۔ ”والحمد لله رب العالمین“ اور سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(وہ مجاہد جو جہاد کے دوران سمندر میں فوت ہو گیا اس سے بھی حق العبد معاف کر دیئے جائیں گے۔)

دوم شہید بحر کہ خاص اللہ عزوجل کی رضا چاہنے اور اس کا بول بالا ہونے کے لئے سمندر میں جہاد کرے اور وہاں ڈوب کر شہید ہو حدیثوں میں آیا کہ مولیٰ عزوجل خود اپنے دست قدرت سے اس کی روح قبض کرتا اور اپنے تمام حقوق اسے معاف فرماتا اور بندوں کے سب مطالبے جو اس پر تھے اپنے ذمہ کرم پر لیتا ہے۔ احادیث ابن ماجہ اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت ابوامامہ اور ابو نعیم حلیہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب اور شیرازی کتاب الالقاب میں حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے راوی ”واللفظ لابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یغفر لشہید البر الذنوب کلہا الا الدین، و یغفر لشہید البحر الذنوب کلہا والدین“ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ ہیں۔ یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو خشکی میں شہید ہو اس کے سب گناہ بخشے جاتے ہیں مگر حقوق العباد۔ اور جو دریا میں شہادت پائے اس کے تمام گناہ و حقوق العباد سب معاف ہو جاتے ہیں۔ ”اللہم ارزقنا بحاہہ عندک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارک امین“ اے اللہ! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس بلند پایہ رتبہ کے طفیل جو ان کا تیری بارگاہ میں ہے ہمیں یہ دولت نصیب فرما آمین۔

(اہل سنت کا وہ فرد جسے ظلماً قتل کیا گیا وہ بھی حق العبد سے بری ہو جاتا ہے۔)  
 سوم شہید صبر یعنی وہ مسلمان سنی المذہب صحیح العقیدہ جسے ظالم نے گرفتار کر کے  
 بحالت بیکسی و مجبوری قتل کیا، سولی دی، پھانسی دی کہ یہ بوجہ اسیری قتال و مدافعت پر قادر نہ  
 تھا بخلاف شہید جہاد کہ مارتا مرتا ہے اس کی بیکسی و بیدست پائی زیادہ باعث رحمت الہی  
 ہوتی ہے کہ حق اللہ و حق العبد کچھ نہیں رہتا "ان شاء اللہ تعالیٰ" اگر اللہ تعالیٰ  
 چاہے۔ احادیث بزار ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بسند صحیح راوی، رسول  
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "قتل الصبر لا یمر بذنب الا محاہ" "قتل صبر کسی گناہ  
 پر نہیں گزرتا مگر یہ کہ اسے مٹا دیتا ہے۔"

نیز بزار ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 فرماتے ہیں "قتل الرجل صبیرا کفارة لما قبله من الذنوب" آدمی کا بروجہ صبر مارا جانا  
 تمام گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

"قال المناوی فی التیسیر ظاہرہ وان کان المقتول عاصیا ومات  
 بلا توبۃ ففیہ رد علی الخوارج والمعتزلۃ او ورایتنی کتبت علی ہامشہ مانصہ  
 اقول: بل لا محمل لہ سواہ فانہ ان لم یکن عاصیا لم یمر القتل بذنب وان کان  
 تاب فکذاک فان التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ" علامہ مناوی نے تیسیر میں  
 فرمایا اس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ مقتول گنہگار ہو اور بغیر توبہ مر جائے۔ پس اس میں  
 خارجیوں اور معتزلہ کا رد ہے اھ، مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر لکھا کہ جس کی  
 عبارت یہ ہے میں کہتا ہوں بلکہ اس کے علاوہ اس کا اور کوئی محمل نہیں اس لئے کہ اگر مقتول  
 گنہگار نہ ہو تو پھر قتل کا گناہ پر گزرنہ ہوگا (گناہ ہی نہ ہو تو اس پر گزر کیسا) اور اگر اس نے توبہ

کر لی تو پھر بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے کہ جس کا کوئی گناہ ہی نہیں۔

احادیث مطلق ہیں اور نخص مفقود و حدث عن البحر ولا حرج اور ہم نے سنی المذہب کی تخصیص اس لئے کی کہ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لو ان صاب بدعة مکذبا بالقدر قتل مظلوما صابرا محتسبا بین الرکن والمقام لم ينظر الله في شيء من امره حتى يدخله جهنم۔ رواه ابو الفرج في العلل من طريق كثير من سليم تانس بن مالك رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فذکره" اگر کوئی بد مذہب تقدیر ہر خیر و شر کا منکر خاص حجر اسود و مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان محض مظلوم و صابر مارا جائے اور وہ اپنے اس قتل میں ثواب الہی ملنے کی نیت بھی رکھے تاہم اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں داخل کرے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ ابو الفرج نے العلل میں کثیر بن سلیم تانس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے روایت کیا اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، پھر پوری حدیث کو ذکر کیا۔

(مقروض جس کی نیت قرض ادا کرنے کی ہو لیکن زندگی نے مہلت نہ دی اس کا قرض اللہ عزوجل اپنے خزانہ قدرت سے ادا کر دے گا۔)

چہارم مدیون جس نے بجا جت شرعیہ کسی نیک جائز کام کے لئے دین لیا اور اپنی چلتی ادا میں گئی نہ کی نہ کبھی تاخیر ناروا رکھی بلکہ ہمیشہ سچے دل سے ادا پر آمادہ اور تا حد قدرت اس کی فکر کرتا رہا پھر بجزوری ادا نہ ہو سکا اور موت آگئی تو مولیٰ عزوجل اس کے لئے اس دین سے درگزر فرمائے گا اور روز قیامت اپنے خزانہ قدرت سے ادا فرما کر دائن کو راضی کر دے گا



اس کے لئے یہ وعدہ خاص اسی دین کے واسطے ہے نہ تمام حقوق العباد کے لئے۔

احادیث احمد و بخاری و ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ اور طبرانی معجم کبیر میں بسند صحیح حضرت میمون کردی اور حاکم مستدرک اور طبرانی کبیر میں حضرت ابو امامہ باہلی اور احمد و بزار و طبرانی و ابو نعیم بسند حسن حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق اور ابن ماجہ و بزار حضرت عبداللہ بن عمرو اور بیہقی مرسلہ قاسم مولائے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی ”واللفظ لمیمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ: قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ادا ن دینا ینوی قضائہ اداہ اللہ عنہ یوم القیمۃ“ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی دین کا معاملہ کرے کہ اس کے ادا کی نیت رکھتا ہو اللہ عز و جل اس کی طرف سے روز قیامت ادا فرمائے گا۔

حدیث ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لفظ مستدرک میں یہ ہیں حضور اقدس صلوات اللہ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں ”من تداین بدین وفی نفسہ وفاؤہ ثم مات تجاوز اللہ عنہ وارضی غریمہ بما شاء“ جس نے کوئی معاملہ دین کیا اور دل میں ادا کی نیت رکھتا تھا پھر موت آگئی اللہ عز و جل اس سے درگزر فرمائے گا اور دائن کو جس طرح چاہے راضی کرے گا۔ نیک و جائز کی قید حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ظاہر ہے کہ اس میں ضرورت جہاد و ضرورت تجہیز و تکفین مسلمان و ضرورت نکاح کو ذکر فرمایا بلکہ بخاری تاریخ اور ابن ماجہ سنن اور حاکم مستدرک میں راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”ان اللہ تعالیٰ مع الدائن حتی یقضی دینہ ما لم یکن دینہ فیما یکرہ اللہ“ بیشک اللہ تعالیٰ قرض دار کے ساتھ ہے یہاں تک کہ اپنا قرض ادا کرے جب تک کہ اس کا دین اللہ تعالیٰ کے ناپسند کام میں نہ ہو۔

بجبری رہ جانے کی توجہ حدیث ابن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت کہ  
 رب العزت جل و علا روز قیامت مدیون سے پوچھے گا تو نے کا ہے میں یہ دین لیا اور لوگوں  
 کا حق ضائع کیا، عرض کرے گا اے رب میرے! تو جانتا ہے کہ میرے اپنے کھانے پینے  
 پہننے ضائع کر دینے کے سبب وہ دین نہ رہ گیا بلکہ ”اتی علی اما حرق و اما سرق و اما  
 و ضیعة“ آگ لگ گئی یا چوری ہو گئی یا تجارت میں ٹوٹا پڑا یوں رہ گیا۔ مولیٰ عزوجل فرمائے  
 گا ”صدق عبدی فانا احق من قضی عنک“ میرا بندہ سچ کہتا ہے سب سے زیادہ میں  
 مستحق ہوں کہ تیری طرف سے ادا فرما دوں۔

پھر مولیٰ سبحنہ و تعالیٰ کوئی چیز منگا کر اس کے پلہ میزان میں رکھ دے گا کہ نیکیاں  
 برائیوں پر غالب آ جائیں گی اور وہ بندہ رحمت الہی کے فضل سے داخل جنت ہوگا۔  
 (اولیاء و صالحین کی خطائیں معاف کر دی جائیں گی۔)

پہنچم اولیائے کرام صوفیہ صدق ارباب معرفت ”قدست اسرارہم و نفعنا  
 اللہ بیرکاتہم فی الدنیا و الآخرة“ ان کے راز پاک کر دیئے گئے، اللہ تعالیٰ ہمیں  
 دنیا اور آخرت میں ان کی برکتوں سے فائدہ پہنچائے۔ کہ بنص قطعی قرآن روز قیامت  
 ہر خوف و غم سے محفوظ و سلامت ہیں۔

قال تعالیٰ ﴿الان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون﴾  
 اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) آگاہ ہو جاؤ یقیناً اللہ تعالیٰ کے دوست (ہر خوف اور غم  
 سے محفوظ ہوں گے) نہ انہیں کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

توان میں بعض سے اگر بتقاضائے بشریت بعض حقوق الہیہ میں اپنے منصب  
 و مقام کے لحاظ سے کہ حسانات الابرار سیئات المقر بین کوئی تقصیر واقع ہو تو مولیٰ عزوجل

اسے وقوع سے پہلے معاف کر چکا کہ ”قد اعطیتکم من قبل ان تسألونی وقد اجبتکم من قبل ان تدعونی وقد غفرت لکم من قبل ان تعصونی“ میں نے تمہیں عطا فرما دیا اس سے پہلے کہ تم مجھ سے کچھ مانگو، اور میں نے تمہاری درخواست قبول کر لی قبل اس کے کہ تم مجھے پکارو، اور یقیناً تمہاری نافرمانی کرنے سے پہلے میں نے تمہیں معاف کر دیا۔

یوہیں اگر باہم کسی طرح کی شکر رنجی یا کسی بندہ کے حق میں کچھ کمی ہو جیسے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مشاجرات کہ ”ستکون لاصحابی زلة یغفرها اللہ تعالیٰ لہم لسابقتہم معی“ عنقریب میرے ساتھیوں سے کچھ لغزشیں ہوں گی جنہیں ان کی پیش قدمی کے باعث اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔

تو مولیٰ تعالیٰ وہ حقوق اپنے ذمہ کرم پر لے کر ارباب حقوق کو حکم تجاوز فرمائے گا اور باہم صفائی کرا کر آمنے سامنے جنت کے عالیشان تختوں پر بٹھائیگا کہ ﴿ونزنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علی سرر متقبلین﴾ ان کے سینوں کو کینوں اور کدورتوں سے ہم پاک صاف کر دیں گے پھر وہ بھائی بھائی ہو کر ایک دوسرے کے آمنے سامنے تخت نشین ہوں گے۔

اسی مبارک قوم کے سرور و سردار حضرات اہل بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جنہیں ارشاد ہوتا ہے ”اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم“ جو چاہو کرو کہ میں تمہیں بخش چکا۔ انہیں کے اکابر سادات سے حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کے لئے بارہا فرمایا گیا ”ما علی عثمان ما عمل بعد ہذہ ما علی عثمان ما عمل بعد ہذہ“ آج سے عثمان کچھ کرے اس پر مواخذہ نہیں، آج سے عثمان کچھ کرے اس

پر مواخذہ نہیں۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ کہتا ہے حدیث ”اذا احب اللہ عبداً لم يضره ذنب رواه الديلمی فی مسند الفردوس و الامام القشیری فی رسالته و ابن النجار فی تاریخہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرنے لگے تو اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا۔ محدث دیلمی نے اسے مسند الفردوس میں، امام قشیری نے اپنے رسالہ میں اور ابن نجار نے اپنی تاریخ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا۔

کا عمدہ محمل یہی ہے کہ محبوبان خدا اول تو گناہ کرتے ہی نہیں ”عان المحب لمن يحب مطيع“ بے شک محبت کرنے والا جس سے محبت کرتا ہے اس کا فرمانبردار مطیع ہوتا ہے۔

”و هذا ما اختاره سيدنا الوالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ (اور اسی کو ہمارے والد گرامی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) نے پسند فرمایا۔ اور احیانا کوئی تقصیر واقع ہو تو واعظ و زاجر الہی انہیں متنبہ کرتا اور توفیق اتا بت دیتا ہے پھر ”التائب من الذنب کمن لا ذنب له“ گناہوں سے توبہ کرنے والا اس آدمی کی طرح ہو جاتا ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ اس حدیث کا کلکڑا ہے ”و هذا ما مشی علیہ المناوی فی التیسیر“ یہ وہی ہے جس پر علامہ مناوی نے تیسیر میں روش اختیار فرمائی۔ اور بالفرض ارادۃ الہیہ دوسرے طور پر تجلی شان عفو و مغفرت و اظہار مکان قبول و محبوبیت پر نافذ ہوا تو عفو مطلق و ارضائے اہل حق سامنے موجود، ضرر و ذنب بجمہ اللہ تعالیٰ ہر طرح مفقود ”والحمد لله الکریم الودود، و هذا

مازدمتہ بفضل المحمود“ سب تعریف اس خدا کے لئے جو بزرگ و برتر، معزز اور بندوں کو دوست رکھنے والا اور ان کا محبوب ہے، یہ وہ ہے جس کا میں نے اللہ تعالیٰ ستودہ صفات کے فضل و کرم سے اضافہ کیا ہے۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کے گمان میں حدیث مذکور ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا ”ینادی مناد من تحت العرش یا اهل التوحید، الحدیث“ عرش کے نیچے سے ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا اے توحید پرستو، الحدیث۔ میں اہل توحید سے یہی محبوبان خدا مراد ہیں کہ توحید خالص تام کامل ہر گونہ شرک خفی و اخفی سے پاک و منزہ انہیں کا حصہ ہے بخلاف اہل دنیا جنہیں عبدالدینار عبدالدرہم عبد طمع عبد ہوی عبد رغب فرمایا گیا۔

وقال اللہ تعالیٰ ﴿اَفَرَأَيْتَ مَنْ اتَّخَذَ الْهٰهٖ هٰوًا﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے محبوب!) کیا آپ نے دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ اور بیشک بے حصول معرفت الہی اطاعت ہوائے نفس سے باہر آنا سخت دشوار، یہ بندگان خدا نہ صرف عبادت بلکہ طلب و ارادت بلکہ خود اصل ہستی و وجود میں اپنے رب جل مجدہ کی توحید کرتے ہیں ”لا الہ الا اللہ“ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔) کے معنی عوام کے نزدیک ”لا معبود الا اللہ“ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کی عبادت کی جائے۔) خواص کے نزدیک ”لا مقصود الا اللہ“ (اللہ تعالیٰ کے سوا مقصود و مطلوب نہیں۔) اہل ہدایت کے نزدیک ”لا مشہود الا اللہ“ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کی وحدانیت کی گواہی دی جائے اور جس کی بارگاہ میں مخلوق حاضر ہونے والی ہو۔) ان اخص الخواص ارباب نہایت کے نزدیک ”لا موجود الا اللہ“ (اللہ تعالیٰ کے سوا حقیقتاً کوئی موجود نہیں۔) تو اہل توحید کا سچا نام انہیں کو زیبا، ولہذا ان کے علم توحید کہتے

ہیں ”جعلنا اللہ تعالیٰ من خدامہم و تراب اقدامہم فی الدنیا و الاخرۃ و غفرلنا بسماہم عندہ انہ اهل التقویٰ و اهل المغفرۃ امین“ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے خادموں میں شامل فرمائے اور دنیا و آخرت میں ان کے قدموں کی مٹی بنا دے اور ان کے اس مرتبہ عالیہ کے طفیل جو ان کا اس کی بارگاہ میں ہے ہمیں بخش دے بیشک وہی اس لائق ہے کہ اس سے خوف رکھا جائے اور وہی بخش دینے کی اہلیت رکھتا ہے۔ اے اللہ! میری دعا قبول و منظور فرما۔

امید کرتا ہوں کہ اس حدیث کی یہ تاویل تاویل امام غزالی قدس سرہ العالی سے احسن و اجود، وباللہ التوفیق۔

پھر ان صورتوں میں بھی جبکہ طرز یہی برتی گئی کہ صاحب حق کو راضی فرمائیں اور معاوضہ دے کر اسی سے بخشوائیں تو وہ کلیہ ہر طرح صادق رہا کہ حق العبد بے معافی عبد معاف نہیں ہوتا۔ غرض معاملہ نازک ہے اور امر شدید اور عمل تباہ اہل بعید، اور کرم عظیم اور رحم عظیم، اور ایمان خوف ورجا کے درمیان۔ ”و حسبنا اللہ و نعم الوکیل و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و صلی اللہ تعالیٰ علی شفیع المذنبین نجات الہالکین مرتجی البائسین محمد و آلہ و صحبہ اجمعین و الحمد للہ رب العلمین، واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم“ اور ہمیں اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے، اور گناہوں سے کنارہ کش ہونے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قدرت اس کی توفیق و عنایت کے بغیر کسی میں نہیں، وہ بلند مرتبہ بزرگ و برتر ذات ہے، اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتیں ہوں گنہگاروں کیلئے سفارش کرنے والی ذات پر، تباہ حالوں کے وسیلہ نجات پر اور ناامید ہونے والوں کے مرکز امید پر یعنی ہمارے آقا و مولیٰ

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر، ان کی سب اولاد اور ساتھیوں پر، سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور اللہ تعالیٰ پاک بلند و بالا سب سے بڑا عالم ہے اور اس عظمت والی ذات کا علم نہایت درجہ کامل اور محکم و مضبوط ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 460۔۔، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

### حقوق العباد کا کفارہ

جس کا مال ظلماً کھایا یعنی چوری کی، ڈاکہ مارا، رشوت لی، جو اکھیل کر کمایا، جرمانہ لیا، زنا یا ناچ گانا پر اجرت لی سو دلیا وغیرہ یہ سب مال جس جس سے لیا ہے اسے واپس کیا جائے وہ مر گیا ہو تو اس کے ورثہ کو دیا جائے، اگر ورثہ کا بھی پتہ نہیں تو بغیر ثواب کی نیت سے کسی فقیر کو دے دیا جائے اور رب تعالیٰ سے معافی مانگے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا: ”ذمہ زید حقوق العباد ہوں تو ان کا کیا کفارہ ہے اور کفارہ نہ ہو تو سبکدوشی کی کیا ضرورت ہے؟ بیٹو اتو جروا۔“

جوابا آپ فرماتے ہیں: ”جس کا مال دبا یا ہے فرض ہے کہ اتنا مال اسے دے، وہ نہ رہا ہو اس کے وارث کو دے، وہ نہ ہوں فقیر کو دے، بے اس کے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ اور جسے علاوہ مال کچھ ایذا دی ہو یا برا کہا ہو اس سے معافی مانگے یہاں تک کہ وہ معاف کر دے، جس طرح ممکن ہو معافی لے، وہ نہ رہا ہو اور تھا مسلمان تو اس کے لئے صدقہ و تلاوت و نوافل کا ثواب پہنچاتا رہے، اور کافر تھا تو کوئی علاج نہیں سوا اس کے کہ اپنے رب کی طرف رجوع اور توبہ و استغفار کرتا رہے وہ مالک و قادر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 380، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اگر حرام کمانے والا خود مر گیا تو ورثہ کو چاہئے کہ اس کا یہ حرام مال لوگوں کو واپس

کریں، اگر لوگوں کا علم نہیں تو کسی شرعی فقیر کو دے دیں۔

جس کی بیوی سے زنا کیا ہو اس سے معافی مانگنا

اگر معاذ اللہ کسی عورت سے زنا کیا اور اس کے اولیاء (والدین، بھائی، شوہر وغیرہ) کو پتہ چل جائے تو ان سب سے معافی مانگنا ضروری ہے کہ ان کی حق تلفی ہوئی ہے۔ اگر انہیں زنا کا پتہ نہیں چلا تو اب توبہ استغفار کافی ہے لیکن بہتر ہے کہ اس صورت میں بھی عورت کے رشتہ داروں سے معافی مانگ لی جائے۔

معافی اس انداز سے مانگیں کہ معافی بھی مل جائے اور انہیں پتہ بھی نہ چلے کہ زنا کی معافی مانگی جا رہی ہے۔ معافی یوں مانگے: چھوٹے سے چھوٹا بڑے سے بڑا جو گناہ ایک مرد دوسرے کا کر سکتا ہے جان مال عزت آبرو ہر شے کے متعلق اس میں سے جو تیرا میں نے گناہ کیا ہو سب مجھے معاف کر دے۔

امام احمد رضا خان علیہ رحمہ الرحمن سے سوال ہوا: ”ایک شخص نے ایک غیر عورت سے زنا کیا اور اسی عورت کا والدین اور برادران اور خورداران وغیرہم موجود ہیں اب وہ شخص زنا کار اس زانیہ عورت سے معافی لینا چاہتا ہے آیا فقط اس زانیہ سے معافی لینا چاہئے یا والدین اور برادران اور خورداران سے بھی معافی لینا ضروری ہے اور اگر حقوق العباد معاف ہو تو حقوق اللہ معاف ہو گا یا نہیں؟ یا توبہ استغفار سے ہو گا؟“

جواب آپ فرماتے ہیں: ”حقوق اللہ معاف ہونے کی دو صورتیں ہیں: اول توبہ، قال اللہ تعالیٰ ﴿هُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ﴾ وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے۔

دوم عفو الہی، قال اللہ تعالیٰ ﴿يَغْفِرْ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبْ مَنْ



یشاء ﴿اللہ تعالیٰ جس کو چاہے معاف فرمادے، اور جس کو چاہے سزا دے۔

وقال اللہ تعالیٰ ﴿ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً انہ ہو

الغفور الرحیم﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ سب گناہ بخش دیتا ہے کیونکہ وہی گناہ بخشے والا اور مہربان

ہے۔

اور حقوق العباد معاف ہونے کی بھی دو صورتیں ہیں:

(1) جو قابل ادا ہے ادا کرنا ورنہ ان سے معافی چاہنا، صحیح بخاری شریف میں

ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”من كانت له مظلمة لآخره من عرضه

او شیء فلیتحلله منه الیوم قبل ان لایکون دینار ولا درہم ان کان له عمل صالح

اخذ منه بقدر مظلمة وان لم یکن له حسنات اخذ من سیئات صاحبه فحمل

علیه“ جس کے ذمہ اپنے بھائی کا آبرو وغیرہ کسی بات کا مظلمہ ہو اسے لازم ہے کہ یہیں اس

سے معافی چاہ لے قبل اس وقت کے آنے کے کہ وہاں نہ روپیہ ہو گا نہ اشرفی، اگر اس کے

پاس کچھ نیکیاں ہوں گی تو بقدر اس کے حق کے اس سے لے کر اسے دی جائیں گی ورنہ اس

کے گناہ اس پر رکھے جائیں گے۔

(2) دوسرا طریقہ یہ کہ صاحب حق بلا معاوضہ لئے معاف کر دے، قال تعالیٰ

﴿فاعفوا واصفحوا﴾ تم دوسروں کو معاف کرو اور ان سے درگزر کرو۔

وقال تعالیٰ ﴿الاستحبون ان یغفر اللہ لکم﴾ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے

کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے۔

اور بعض طرق جامعہ جن سے حقوق اللہ و حقوق العباد باذن اللہ تعالیٰ سب معاف

ہو جاتے جن کی تفصیل ہم نے تعلیقات ردالمحتار میں ذکر کی۔

”منها شهادة البحر، ومنها قتل الصبر ومنها الحج المبرور  
وغير ذلك“ ان میں سے دریائی شہادت ہے ان میں سے روک کر نشانہ سے مار ڈالنا ہے،  
اور ان میں سے حج مقبول، اور اسی نوع کے دوسرے کام ہیں۔

عورت اگر معاذ اللہ زانیہ ہے یعنی زنا اس کی رضا سے ہو تو اس میں اس کا کچھ حق  
نہیں تو اس سے معافی کی حاجت کیا بلکہ خود اوروں کے حق میں گرفتار ہے جبکہ شوہر یا محارم  
رکھتی ہو زنا کی اطلاع شوہر یا اولیائے زن کو پہنچ گئی تو بلاشبہ ان سے معافی مانگنا ضرور ہے  
بے ان کے معاف کئے معاف نہ ہوگا اور اگر اطلاع نہ پہنچی تو اب بھی ان کا حق متعلق  
ہوایا نہیں، دربارہ غیبت علماء نے تصریح فرمائی کہ متعلق نہ ہوگا اور اس وقت ان سے معافی  
مانگنے کی حاجت نہیں صرف توبہ واستغفار کافی ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے ”قال الفقیہ  
ابواللیث رحمہ اللہ تعالیٰ قد تکلم الناس فی توبۃ المغتائبین هل تجوز من غیر ان  
یستحل من صاحبه قال بعضهم لا يجوز وهو عندنا علی وجہین احدہما ان  
کان ذلك القول قد بلغ الی الذی اغتابہ فتوبتہ ان یستحل منه وان لم یبلغ الیہ  
فلیستغفر اللہ سبخنہ ویضمہ ان لا یعود الی مثلہ“ فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ  
نے فرمایا لوگوں نے غیبت کرنے والوں کی توبہ کے بارے میں اختلاف کیا ہے، کیا جس کی  
غیبت کی اس سے معاف کرائے بغیر توبہ کرنی جائز ہے یا نہیں؟ بعض نے فرمایا کہ  
جائز نہیں۔ اور اس کی ہمارے نزدیک دو صورتیں ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس شخص  
کی غیبت کی گئی اس کو غیبت کی اطلاع ہوگئی تو پھر توبہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس سے  
معاف کرائے اور اگر اسے اطلاع نہیں ہوئی تو اس صورت میں صرف اللہ تعالیٰ سے معافی  
مانگے اور اپنے دل میں یہ عہد کرے کہ پھر ایسا کبھی نہ کرے گا۔

درمختار میں ہے ”اذالم تبلغه يكفيه الندم“ اگر غیبت کی اطلاع (جس کی غیبت کی گئی) اس کو نہ ہو تو پھر صرف ندامت کافی ہے۔ اور دربارہ زنا اس کی کوئی تصریح نظر سے نہ گزری، ظاہراً یہاں بھی یہی حکم ہونا چاہئے ”وقد جاء في الحديث الغيبة اشد من الزناء“ حدیث شریف میں آیا ہے کہ غیبت زنا (بدکاری) سے بھی بدتر گناہ ہے۔

مگر ازاں جا کہ اس بارے میں کوئی تصریح نظر سے نہ گزری معافی چاہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس نے معاف کر دیا تو اطمینان کافی ہے مگر طلب معافی میں نہ تو صاف تصریح زنا ہو کہ شاید اس کے بعد معافی نہ ہو بلکہ ممکن کہ اس سے فتنہ پیدا ہو اور نہ اتنی ہی اجمالی پر قناعت کی جائے کہ مجھے اپنے سب حق معاف کر دے کہ اس میں عند اللہ اتنے ہی حقوق معاف ہوں گے جہاں تک اس کا خیال پہنچے لہذا تقسیم عام کے الفاظ ہونا چاہئیں جو ہر قسم گناہ کو یقیناً عام بھی ہو جائیں اور وہ تصریح خاص باعث فتنہ بھی نہ ہو مثلاً چھوٹے سے چھوٹا بڑے سے بڑا جو گناہ ایک مرد دوسرے کا کر سکتا ہے جان مال عزت آبرو ہر شے کے متعلق اس میں سے جو تیرا میں نے گناہ کیا ہو سب مجھے معاف کر دے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 374۔۔ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس انداز سے معافی مانگنا کہ ”جو کہا سنا ہے معاف کرو“

زنا اور دیگر بڑے حقوق تلف ہونے پر معافی مانگنے کے الفاظ ایسے نہ ہوں جو عام طور پر معافی مانگتے ہوئے بولے جاتے ہیں بلکہ یوں کہا جائے ”میں نے اگر آپ کو بڑے سے بڑا اگر کوئی حق تلف کیا ہے تو اس سے معافی مانگتا ہوں۔“ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا: ”(1) ایک شخص کا ایک عورت ناکتھا سے یعنی بلا نکاحی کنواری

عورت سے باہمی محبت تھی کوئی تعلق نا جائز نہ تھا، پھر اس کا نکاح ایک دوسرے مرد سے ہو گیا، بعد نکاح کے پہلے شخص نے اس عورت سے زنا کیا، اس کے شوہر کو معلوم نہ ہوا، کچھ مدت کے بعد زنا کرنے والے شخص نے اس کے شوہر سے اس طرح معافی چاہی کہ میں نے جو کچھ تمہارا گناہ کیا ہے اس کو معاف کرو یا جو کچھ کہا سنا ہے معاف کرو۔ اس نے کہا کہ معاف کیا۔ پھر وہ عورت مر گئی۔ اب آپ یہ فرمائیے گا کہ آیا یہ معافی جو اوپر تحریر ہے کافی ہے یا نہیں؟ اور اگر نا کافی ہے تو کس طرح معافی لینا چاہئے تاکہ یہ گناہ عظیم اللہ تعالیٰ معاف کر دے۔

(2) وہ کون کون سے گناہ ہیں جو اللہ اس وقت معاف کرے گا پیشتر اس کا بندہ

جس کے ساتھ گناہ ہوا ہے معاف کرے جیسا کہ شوہر والی عورت کا زنا۔“

جوابا آپ فرماتے ہیں: (1) یوں کہنا کہ ”جو کہا سنا ہے معاف کرو“ اصلاً کافی

نہیں کہ زنا کہے سنے میں داخل نہیں اور یوں کہنا کہ ”میں نے جو تیرا گناہ کیا ہے معاف کر دے“ یہ اگر ایسی تعمیموں کے ساتھ کہا کہ زنا کو بھی شامل ہو اور اس نے اسی عموم کے طور پر معاف کیا تو معاف ہو گیا اور اگر اتنی ہی گول جمل لفظ تھے جس سے اس کا ذہن ایسی بڑی بات کی طرف نہ جاسکے ہلکی باتیں مثلاً برا بھلا کہنا غیبت کرنا یا کچھ مال و بالینا ان کی طرف ذہن جائے تو یہ معافی انہیں باتوں کے لئے خاص رہے گی اور قول اظہر پر زنا کو شامل نہ ہوگی۔ لہذا اسے اس سے یوں کہنا چاہئے کہ دنیا میں ایک مرد دوسرے کا جس جس قسم کا گناہ کر سکتا ہے جسم یا جان یا مال یا آبرو وغیرہ وغیرہ کے متعلق ان سب میں چھوٹے سے چھوٹا یا بڑے سے بڑا جو کچھ بھی مجھ سے تمہارے حق میں واقع ہو اسب لوجہ اللہ معاف کر دو، اور اس تعمیم کو خوب اس کے ذہن میں کر دے اور اس کے بعد وہ صاف معاف کرے تو امید

واثق ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ معاف ہو جائے۔

(2) تمام حقوق العباد ایسے ہی ہیں کہ جب تک صاحب حق معاف نہ کرے

معافی نہ ہوگی، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 373، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مسلمان کی توبہ قبول کرنا واجب ہے

اگر کوئی مسلمان اپنے گناہوں سے توبہ کر لے تو دیگر مسلمانوں کو چاہئے کہ اس کی

توبہ کو قبول کریں کہ جب رب تعالیٰ گناہ بعد از توبہ معاف کر دیتا ہے تو بندوں کی کیا مجال ہے

وہ انکار کریں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین

و مفتیان شرع متین کہ ایک مسلمان سنی حنفی مسی گلزار خاں نے ایک عورت قوم مہتر سے تعلق

نا جائز پیدا کر لیا عرصہ تک اس عورت کے مکان پر رہ کر اکل و شرب اس کے ساتھ کرتا رہا،

کچھ عرصہ بعد بوجہ تائید غیبی یا شرم و نیاوی عورت سے اس نے قطع تعلق کر کے اپنے افعال

سابقہ سے ایک مجمع عام میں تائب ہو گیا، تائب ہونے کے بعد مسلمانان قرب و جوار نے

مسی گلزار کے ساتھ برابر بلا اکراہ مواکلت و مشاربت جاری کر دی، متعدد لوگ ایسے ہیں

جو گلزار اور اس کے ساتھ شریک مسلمانوں کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں اور جہلا کو اپنا ہم خیال

کرتے اور بیان کرتے کہ گلزار خاں کسی طرح مسلمان نہیں رہ سکتا اور توبہ کوئی چیز نہیں۔“

جواباً آپ فرماتے ہیں: ”یہ متعدد لوگ محض خطا و ظم پر ہیں، مسلمان بھائی کی توبہ

قبول کرنی واجب ہے، اللہ عز و جل خود اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے، قرآن عظیم میں

ہے ﴿هُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ﴾ اللہ ہے کہ اپنے

بندوں کی توبہ قبول کرتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے۔

اور فرماتا ہے ﴿الْم يَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ﴾ کیا انھیں خبر

نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”من اتا

اخوة متنصلا فليقبل ذلك منه محقا كان او مبطلا فان لم يفعل لم يرد عليه

الحوض۔ رواه الحاكم عن ابى هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ جس کے پاس اس

کا مسلمان بھائی معذرت کرتا ہوا آئے اس پر لازم ہے کہ اس کا عذر قبول کرے چاہے

حق پر ہو یا ناحق پر، اگر عذر قبول نہ کرے گا تو روز قیامت حوض کوثر پر میرے حضور حاضر ہو

نصیب نہ ہوگا۔ (اسے حکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔)

ان لوگوں کا کہنا کہ توبہ کوئی چیز نہیں اگر اس سے خاص گلزار کی یہ توبہ مقصود ہے یعنی

اس نے دل سے توبہ نہیں کی تو مسلمان پر بدگمانی ہے اور وہ سخت حرام ہے، اللہ عزوجل

فرماتا ہے ﴿يا ايها الذين امنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ان بعض الظن اثم﴾ اے

ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”ایاکم والظن فان الظن اکذب

الحدیث۔ رواه الاثمة مالك و البخاری و مسلم و ابوداؤد و الترمذی عن ابی

هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ گمان سے دور رہو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات

ہے۔ (اسے امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے روایت کیا۔)

اور اگر یہ مراد ہو کہ سرنے سے توبہ کوئی چیز نہیں تو معاذ اللہ صریح کفر ہے۔ نیز گلزار

اور اس کے شریک مسلمانوں کو اسلام سے خارج سمجھنا کافرانہ خیال ہے اور یہ کہنا کہ گلزار

خاں کسی طرح مسلمان نہیں ہو سکتا اللہ عزوجل و شرع مطہر پر افتراء ہے ان لوگوں پر فرض

ہے کہ توبہ کریں اور گلزار اور اس کے ساتھی مسلمانوں سے معافی چاہیں پھر ان کو چاہئے کہ  
تجدید اسلام کے بعد اپنی عورتوں سے تجدید نکاح کریں، واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 14، صفحہ 609۔۔ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## ❁ باب سوئم: قطع تعلقی کی جائز و ناجائز صورتیں ❁

### فصل اول: صلہ رحمی کی تعریف، اقسام، درجات اور صورتیں

#### صلہ رحمی کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

صلہ کا لغوی معنی ضم اور جمع کے ہیں یعنی یوں کہا جاتا ہے شے کو دوسری شے سے ملانا۔ اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ رشتہ داریاں قائم رکھنا اور رشتے داروں سے اچھا سلوک کرنا۔ صلہ رحمی فقط یہی نہیں کہ جو ہم سے تعلق جوڑے ہم بھی اس سے تعلق جوڑیں بلکہ یہ بھی حکم ہے کہ جو ہم سے تعلق توڑے ہم اس سے تعلق جوڑیں۔ بخاری، ابوداؤد، ترمذی کی حدیث پاک ہے "لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلَكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحْمَتُهُ وَصَلَهَا" ترجمہ: بدلہ دینے والا (یعنی جس سے تعلق قائم کیا جائے تو وہ بھی جو اب تعلق قائم رکھے اور جو تعلق توڑے اس سے تعلق توڑ دے) صلہ رحمی کرنے والا نہیں بلکہ صلہ رحمی کرنے والا تو وہ شخص ہے جب اس سے ناطہ توڑا جائے تو وہ اس کو ملائے۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب: لیس الواصل بالمکافی، جلد 8، صفحہ 6، دارطوق النجاة، مصر)

مسلم شریف کی حدیث پاک ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ لِي قَرَابَةٌ أَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُونِي، وَأُحْسِنُ إِلَيْهِمْ وَيُسيئُونَ إِلَيَّ، وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُونَ عَلَيَّ، فَقَالَ: لَيْنٌ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ، فَكَأَنَّمَا تُسْفَهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللَّهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلَى ذَلِكَ" ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتہ دار ایسے ہیں جن سے میں تعلق جوڑتا ہوں اور وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں، میں ان سے نیکی کرتا ہوں اور



وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں، میں ان سے بردباری کرتا ہوں اور وہ مجھ سے بد اخلاقی سے پیش آتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو واقعی ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے کہا ہے تو گویا کہ تو ان کو جلتی ہوئی راکھ کھلا رہا ہے اور جب تک تو ایسا ہی کرتا رہے گا اللہ کی طرف سے ایک مددگار ان کے مقابلے میں تیرے ساتھ رہے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب صلۃ الرحم و تحريم قطعيتها، جلد 4، صفحہ 1982، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

## صلہ رحمی کی اقسام

صلہ رحمی دو طرح کی ہے: ایک ذی رحم رشتہ دار اور دوسرے غیر ذی رحم رشتہ دار۔ ذی رحم رشتہ دار سے مراد یہ ہے کہ ایسا رشتہ دار کے اگر دونوں میں سے ایک کو مرد اور دوسرے کو عورت فرض کیا جائے تو ان کا باہم نکاح حرام ہوتا ہو جیسے ماموں، پھوپھی، بھانجا، بھتیجا وغیرہ۔

## صلہ رحمی کے درجات

رشتہ دار ذی رحم ہو یا غیر ذی رحم دونوں سے صلہ رحمی کرنا واجب ہے اگرچہ ذی رحم رشتہ دار زیادہ صلہ رحمی کا حقدار ہے۔ جس رشتہ دار کا نسب جتنا زیادہ قریبی ہے وہ صلہ رحمی کا اتنا ہی زیادہ حق دار ہے۔ پھر والدین کا حق تمام رشتہ داروں سے زیادہ ہے اور والدہ کا حق والد سے مقدم ہے۔ پھر والد کی وفات کے بعد صلہ رحمی میں بڑا بھائی باپ کے درجے میں ہوتا ہے اور اسی طرح دادا اور اوپر تک۔ حدیث پاک میں چچا کو بھی باپ کی مثل کہا گیا ہے۔ اور بڑی بہن اور خالہ صلہ رحمی میں ماں کی مثل ہیں۔ شعب الایمان میں ہے "عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صِلْ مَنْ قَطَعَكَ، وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلْ بَقِيَ مِنْ بَرِّ وَالِدَيْ شَيْءٍ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟"

قَالَ: جِلَالُ الْاِسْتِغْفَارِ لَهُمَا، وَانْفَاذُ وَصِيَّتِهِمَا، وَاِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا“ ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو تجھے سے تعلق توڑے اس سے تعلق جوڑ، جو تجھ پر ظلم کرے اسے معاف کر۔ صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا والدین کی وفات کے بعد ان سے نیکی کرنا باقی رہتا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کے لئے استغفار کرنا، اس کی (جائز) وصیت پوری کرنا، والدین کے رشتہ داروں کا اکرام کرنا۔

(شعب الإيمان، صلة الارحام، جلد 10، صفحہ 335، مكتبة الرشد، الرياض)

### صلہ رحمی قائم رکھنے کی صورتیں

صلہ رحمی درج ذیل صورتوں میں قائم رہتی ہے:

رشتہ داروں سے ہر ہفتہ یا ہر مہینے میں ملاقات کرنا، رشتہ داروں کی مدد کرنا، ان کی حاجت پوری کرنا، خوشی و غمی میں شریک ہونا، اگر رشتہ دار قریب ہوں تو سلام کرنا، اگر رشتہ دار دور ہوں تو ان سے خط و کتابت سے تعلق قائم کرنا (یہ حکم غیر والدین کے لئے ہیں والدین کے لئے خط و کتابت کافی نہیں)، رشتہ داروں میں مال خرچ کرنا (یعنی مہمان نوازی، تحائف، اگر رشتہ دار غریب ہوں تو ان کو صدقہ دینا۔)

ردالمحتار علی الدر المختار میں ابن عابدین محمد امین عابدین الدمشقی لکھتی فرماتے ہیں

”قَوْلُهُ وَصِلَةُ الرَّجِيمِ وَاجِبَةٌ نَقَلَ الْقُرْطُبِيُّ فِي تَفْسِيْرِهِ اِتِّفَاقَ الْأُمَّةِ عَلَى وَجُوبِ صِلَتِهَا وَحُرْمَةِ قَطْعِهَا لِلْأَدِلَّةِ الْقَطْعِيَّةِ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ عَلَى ذَلِكَ قَالَ فِي تَبْيِيْنِ الْمَحَارِمِ: وَاخْتَلَفُوا فِي الرَّجِيمِ الَّتِي يَجِبُ صِلَتُهَا قَالَ قَوْمٌ: هِيَ قَرَابَةٌ كُلُّ ذِي رَجِيمٍ مَحْزَمٌ وَقَالَ آخَرُونَ، كُلُّ قَرِيبٍ مَحْزَمًا كَانَ أَوْ غَيْرَهُ اهـ وَالثَّانِي ظَاهِرٌ اِطْلَاقِ

الْمَتْنِ قَالَ النَّوَوِيُّ فِي شَرْحِ مُسْلِمٍ: وَهُوَ الصَّوَابُ وَاسْتَدَلَّ عَلَيْهِ بِالْأَحَادِيثِ، نَعَمْ تَتَفَاوَتْ دَرَجَاتُهَا فِي الْوَالِدَيْنِ أَشَدُّ مِنَ الْمَحَارِمِ، وَفِيهِمْ أَشَدُّ مِنْ بَقِيَّةِ الْأَرْحَامِ وَفِي الْأَحَادِيثِ إِشَارَةٌ إِلَى ذَلِكَ كَمَا بَيَّنَّهُ فِي تَبْيِينِ الْمَحَارِمِ (قَوْلُهُ وَلَوْ كَانَتْ بِسَلَامٍ إلخ) قَالَ فِي تَبْيِينِ الْمَحَارِمِ وَإِنْ كَانَ غَائِبًا يَصِلُهُمْ بِالْمَكْتُوبِ إِلَيْهِمْ، فَإِنْ قَدَرَ عَلَى الْمَسِيرِ إِلَيْهِمْ كَانَ أَفْضَلَ وَإِنْ كَانَ لَهُ وَالِدَانِ لَا يَكْفِي الْمَكْتُوبُ إِنْ أَرَادَا مَجِيئَهُ وَكَذَا إِنْ اِحْتَجَّ إِلَى خِدْمَتِهِ، وَالْأَخُ الْكَبِيرُ كَالْأَبِ بَعْدَهُ وَكَذَا الْجَدُّ وَإِنْ عَلَا وَالْأُخْتُ الْكَبِيرَةُ وَالْخَالَاتُ كَالْأُمَّ فِي الصَّلَاةِ، وَقِيلَ الْعَمُّ مِثْلُ الْأَبِ وَمَا عَدَلَ هُوَ لَا يَكْفِي صِلَتُهُمْ بِالْمَكْتُوبِ أَوْ الْهَدِيَّةِ اهـ“ ترجمہ: صلہ رحمی واجب ہے۔ امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ صلہ رحمی واجب ہے اور قطع تعلق دلائل قطعیہ قرآن و سنت کی رو سے حرام ہے۔ تبیین المحارم میں فرمایا: اس میں اختلاف ہے کہ صلہ رحمی کس سے رشتہ کے ساتھ واجب ہے۔ علماء کے ایک گروہ نے کہا ہے کہ ہر ذی رحم محرم سے واجب ہے اور دوسرے گروہ نے کہا کہ ہر رشتہ دار سے صلہ رحمی واجب ہے اور دوسرا گروہ کا موقف متن کے اطلاق سے ظاہر ہے۔ امام نووی نے شرح مسلم میں فرمایا: یہی دوسرا گروہ صحیح ہے اور یہ احادیث سے ثابت ہے۔ ہاں رشتہ داروں سے صلہ رحمی کے درجات ہیں: والدین تمام محارم سے زیادہ درجہ رکھتے ہیں۔ احادیث میں اس کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ تبیین المحارم میں بیان کیا ہے۔ صلہ رحمی سلام کے ساتھ بھی قائم رکھنا واجب ہے۔ تبیین المحارم میں ہے اگر رشتہ دار دور ہیں تو خط و کتابت کے ذریعے تعلق رکھے، اگر ملاقات ممکن ہے تو ملاقات کرنا افضل ہے۔ اگر والدین ہیں تو ان سے فقط خط و کتابت کے ذریعے تعلق قائم نہیں رکھ سکتا جبکہ وہ اس کی خدمت کے محتاج ہیں یا ملنے کا

ارادہ رکھتے ہیں۔ بڑا بھائی والد کی وفات کے بعد باپ کی طرح ہے اسی طرح دادا اور پردادا۔ بڑی بہن اور خالہ ہاں کی طرح ہیں۔ کہا گیا چچا باپ کی مثل ہے۔ جوان کے علاوہ رشتے ہیں ان سے خط و کتابت اور تحائف کے ذریعے تعلق قائم رکھنا کافی ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، جلد 6، صفحہ 411، دار الفکر، بیروت)

غیروں کی بہ نسبت رشتہ داروں کو تحائف و صدقات دینا زیادہ ثواب ہے۔ ابو داؤد شریف کی حدیث پاک ہے ”عَنْ مَيْمُونَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: كَانَتْ لِي جَارِيَةٌ فَأَعْتَقْتُهَا، فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: آجُرِكَ اللَّهُ، أَمَا إِنَّكَ لَوْ كُنْتَ أَعْطَيْتَهَا أَحْوَالَكَ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكَ“ ترجمہ: حضرت میمونہ زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری ایک لونڈی تھی میں نے اسے آزاد کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے ان کو اس کی خبر دی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ عزوجل تجھے اس کا اجر دے۔ اگر تو اپنے ماموں کو یہ لونڈی دے دیتی تو تجھے زیادہ ثواب ہوتا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب فی صلۃ الرحم، جلد 2، صفحہ 131، المكتبة العصرية، بیروت)

## فصل دوم: قطع تعلقی کی تعریف، شرعی حکم اور قطع تعلقی کا خاتمہ

### لغوی و اصطلاحی تعریف

عربی میں قطع تعلقی کو ”الہجر“ کہتے ہیں۔ لغوی طور پر ہجر کا مطلب چھوڑنا ہے اور یہ وصل (ملاپ) کی ضد ہے۔ اصطلاحی طور پر اس کا مطلب ہے جس سے صلہ رحمی کا حکم دیا گیا ہے اس کو ترک کرنا۔

## قطع تعلقی کا شرعی حکم

قطع تعلقی کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔ فقہائے کرام کا اس میں اتفاق ہے کہ تین دن سے زیادہ کسی سے قطع تعلقی کرنا حرام ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ تین دن سے کم قطع تعلقی کرنا جائز ہے۔ صحیح بخاری میں ہے "عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا، وَلَا يَجِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ" ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بغض نہ رکھو اور کسی سے حسد نہ کرو، اور نہ کسی کی غیبت کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ۔ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین رات سے زیادہ ترک تعلق کرے۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الهجرة، جلد 8، صفحہ 21، دار طوق النجاة، مصر)

سنن ابی داؤد میں ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَجِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ، فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثِ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ" ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کے لیے تین دن سے زائد اپنے مسلمان بھائی کو چھوڑنا ناجائز ہے جس نے تین دن سے زائد چھوڑ دیا اور اسی حالت میں مر گیا تو جہنم میں جائے گا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فیمن ینہجر اخاه المسلم، جلد 4، صفحہ 279، المكتبة العصرية،

بیروت)

ایک سال تک مسلمان بھائی سے قطع تعلقی کرنا ایسا ہے جیسے اسے قتل کرنا ہے۔

سنن ابی داؤد میں ہے "عَنْ أَبِي خِرَاشٍ السُّلَمِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنْ هَجَرَ أَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِيهِ" ترجمہ: حضرت ابو خراش

سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی کو ایک سال چھوڑے رکھا تو وہ گویا اس کا خون بہانے کے مترادف ہے۔

(سنن أبی داود، کتاب الادب، باب فیمن ینہجر أخاه المسلم، جلد 4، صفحہ 279، المكتبة العصرية، بیروت)

تعلق ختم کرنے والوں کی ان دنوں مغفرت نہیں ہوتی ہے جن دنوں تمام مومنوں کی بخشش ہو جاتی ہے۔ سنن ابوداؤد میں ہے ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: تَفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ كُلَّ يَوْمِ اثْنَيْنِ، وَخَمِيسٍ فَيُغْفَرُ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا إِلَّا مَنْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءٌ، فَيُقَالُ: أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصُطِّلِحَا“ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان دنوں ایام میں ہر اس بندہ کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو اللہ کے ساتھ ذرہ بھر شریک نہیں کرتا سوائے وہ شخص جس کے مسلمان بھائی اور اس کے درمیان بغض و عداوت ہو اور کہا جاتا ہے کہ ان دنوں کو مہلت یہاں تک کہ دونوں صلح کر لیں۔

(سنن أبی داود، کتاب الادب، باب فیمن ینہجر أخاه المسلم، جلد 4، صفحہ 279، المكتبة العصرية، بیروت)

قطع تعلقی کو مطلقاً حلال سمجھنا کفر ہے۔ الموسوعة الفقهية الكويتية میں ہے ”قال ابن علان فی شرح الحدیث: فمن هجر فوق ثلاث فمات مصرا علی الحجر والقطیعة دخل النار إن شاء الله تعذیه مع عصاة الموحدين، أو دخل النار حالدا مؤبدا إن استحل ذلك مع علمه بحرمة والإجماع علیها“ ترجمہ: ابن

علان نے (تین دن سے زیادہ قطع تعلقی والی) حدیث کی شرح میں فرمایا: جو تین دن سے زیادہ قطع تعلقی پر اڑا رہا وہ آگ میں گیا۔ اللہ عزوجل چاہے تو مومن ہونے کے باوجود اسے عذاب دے یا ہمیشہ کے لئے جہنم میں گیا اگر قطع تعلقی کے حرام اور اس کی حرمت پر اجماع ہونے کے باوجود اسے حلال سمجھا۔

(الموسوعة الفقهية الكويتية، جلد 42، صفحہ 167، طبع الوزارة)

### قطع تعلقی کا خاتمہ

جمہور فقہائے کرام کے نزدیک قطع تعلقی سلام سے ختم ہو جاتی ہے یعنی جب دو شخص آپس میں لڑے ہوں اور پھر ایک دوسرے سے سلام کر لے تو یہ سلام کرنا قطع تعلقی کے وبال کو ختم کر دیتا ہے۔ پھر اگر ایک سلام کرے اور دوسرا سلام کا جواب نہ دے تو سلام کرنے والا بری ہو گیا۔ ابوداؤد شریف میں ہے ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَجِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَإِنْ مَرَّتْ بِهِ ثَلَاثٌ، فَلْيَلْقَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَإِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدْ اشْتَرَكَ فِي الْأَجْرِ، وَإِنْ لَمْ يَرُدِّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِالْإِثْمِ“ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی مومن کے لیے جائز نہیں کہ دوسرے مومن کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔ اگر تین سے زیادہ دن گذر جائیں تو اسے چاہیے کہ دوسرے سے ملاقات کرے، اسے سلام کرے اگر وہ سلام کا جواب دے تو دونوں اجر میں مشترک ہیں، اگر وہ سلام کا جواب نہ دے تو سارا وبال اور گناہ اسی نے اٹھایا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فیمن ینہجر اخاء المسلم، جلد 4، صفحہ 279، المكتبة العصرية، بیروت)

بعض اوقات شیطان دو لڑے ہوئے مسلمانوں میں صلح نہیں ہونے دیتا اور اسے

انا کا مسئلہ بنا دیتا ہے، ہر ایک کے دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ غلطی اس کی ہے وہ پہلے معافی مانگے، اسی کشمکش میں بعض اوقات کئی دن اور مہینے گزر جاتے ہیں اور میاں بیوی میں یہ دوری بعض اوقات طلاق کا باعث بن جاتی ہے۔ اگر مسلمان یہ بات ذہن میں رکھ کر معافی میں پہل کرے کہ معافی مانگنے سے یہ کبھی ثابت نہیں ہوتا کہ ہم غلط اور وہ صحیح ہے۔ پھر جس سے معافی مانگی ہے وہ یہ نہ سوچے کہ یہ غلط تھا اس لئے اپنی غلطی کے احساس پر اس نے معافی مانگی ہے بلکہ یہ سوچے اس میں رشتہ نبھانے کی قابلیت مجھ سے زیادہ ہے۔

### فصل سوئم: قطع تعلقی کی جائز صورتیں

جس شریعت نے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے اور قطع تعلقی سے منع کیا ہے، اسی شریعت نے بعض لوگوں سے قطع تعلقی کا حکم دیا ہے چنانچہ جس شخص سے دین و دنیا کا ضرر ہو اس سے قطع تعلقی کرنا جائز ہے جیسے گمراہ، فاسق و فاجر وغیرہ جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ”یسن ہجر من جہر بالمعاصی الفعلیۃ والقولیۃ والاعتقادیۃ، وقیل: یجب ان ارتدع بہ، وإلا کان مستحبا۔۔۔ قال ابن علان فی تعلیقہ علی حدیث: لا یحل لمومن أن یتکلم بمؤمن فوق ثلاث، فإن مرت بہ ثلاث فلیلقہ فلیسلم علیہ، فإن رد علیہ السلام فقد اشتهر کافی الأجر، وإن لم یرد علیہ فقد باء بالإثم إذا کان الہجر من المؤمن للمؤمن لله تعالیٰ بأن ارتکب المہجور بدعة أو تجاہر بمعصیۃ فلیس من ہذا فی شیء، والوعید لا یتناولہ أصلاً، بل ہو مندوب إلیہ“ یعنی قطع تعلقی کرنا اس سے مسنون ہے جو اعلانیہ قولاً یا فعلاً گناہ اور باطل عقائد میں مبتلا ہو اور کہا گیا اگر قطع تعلقی سے وہ گناہ چھوڑ دے تو قطع تعلقی واجب ہے ورنہ مستحب ہے۔ ابن علان نے اس حدیث پاک کی شرح میں فرمایا: کسی مومن کے لئے حلال



نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی کرے۔ پھر اگر ملیں اور ایک دوسرے کو سلام کرے تو دوسرا سلام کا جواب دے تو دونوں اجر میں برابر ہیں اور اگر دوسرا سلام کا جواب نہ دے تو وبال اس دوسرے پر ہے۔ ہاں اگر مومن سے قطع تعلقی اللہ عزوجل کے لئے ہو کہ وہ بد عقیدگی اور علانیہ گناہ کرنے والا ہو تو اس صورت میں قطع تعلقی کرنے کی وعید میں مبتلا نہ ہوگا بلکہ ایسا کرنا مستحب ہے۔

(الموسوعة الفقهية الكويتية، جلد 36، صفحہ 122، دار الصفة، مصر)

علامہ سندى رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”قالوا وإذا خاف من مكالمه أحد ومواصلته ما يفسد عليه دينه أو يدخل عليه مضرة في دنياه يجوز له مجانته“ ترجمہ: علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی سے بات چیت کرنے اور میل جول رکھنے سے اپنے دین کے خراب ہونے یا دنیاوی ضرر پہنچنے کا خوف ہو تو اس شخص سے علیحدگی جائز ہے۔

(حاشیہ سندى على ابن ماجه، جلد 1، صفحہ 23، دار الجليل، بيروت)

### بد مذہبوں سے قطع تعلقی

بد مذہب و گمراہ کسے کہتے ہیں؟

اہل سنت و جماعت کے عقائد قرآن و حدیث سے ثابت ہیں جن پر اعتقاد رکھنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ صحابہ کرام و تابعین اور ان کے بعد میں آنے والے ائمہ کرام و علمائے کرام نے صراحت کی اہل سنت و جماعت جنتی فرقہ ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہل سنت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ”اہل السنة المتمسكون بما سنه الله لهم ورسوله وإن قلوا وإن قلوا وأما أهل البدعة فالمخالفون لأمر الله ولكتابه ورسوله العاملون برأيهم وأهوائهم وإن كثروا“ ترجمہ: اہل سنت وہ

ہے جس نے اللہ عزوجل ورسول کے طریقے کو تھا ماہوا ہے اگرچہ تھوڑے ہوں۔ اہل بدعت وہ ہیں جنہوں نے قرآن اور رسول اللہ کی شریعت کی مخالفت کی اور اپنی عقل و خواہش پر چلے اگرچہ یہ زیادہ ہوں۔

(کنز العمال، کتاب المواعظ والرقائق، خطب علی ومواعظہ، جلد 16، صفحہ 193، بیروت)

تفسیر درمنثور میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهُ وُتَسْوَدُّ وُجُوهُ﴾ ترجمہ کنز الایمان: جس دن کچھ منہ اونچالے ہوں گے اور کچھ منہ کالے کی تفسیر فرماتے ہیں ”وأخرج الخطيب في رواة مالك والديلمي عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم في قوله تعالى ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهُ وُتَسْوَدُّ﴾ قال: تبيض وجوه أهل السنة، وتسود وجوه أهل البدع

وأخرج أبو نصر السجزي في الإبانة عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأ ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهُ وُتَسْوَدُّ﴾ قال: ((تبيض وجوه أهل الجماعات والسنة، وتسود وجوه أهل البدع والأهواء)) ترجمہ: خطیب نے مالک و دیلمی رحمہما اللہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ عزوجل کے اس فرمان ”جس دن کچھ منہ اونچالے ہوں گے اور کچھ منہ کالے۔“ کے متعلق فرمایا: اہل سنت کے چہرے سفید اور اہل بدعت کے سیاہ ہوں گے۔

ابونصر سجزی رحمۃ اللہ علیہ نے ”ابانہ“ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ نے یہ آیت تلاوت کی ”جس دن کچھ منہ اونچالے ہوں گے اور کچھ منہ کالے۔“ فرمایا: اہل سنت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت اور گمراہ لوگوں کے

سیاہ ہوں گے۔ (تفسیر درمنثور، سورۃ آل عمران، آیت 106، جلد 2، صفحہ 291، بیروت)

ابن کثیر لکھتے ہیں ”کلھا ضلالة إلا واحدة وهم أهل السنة والجماعة المتمسكون بكتاب الله وسنة رسول الله“ ترجمہ: سوائے ایک اہل سنت وجماعت فرقے کے بقیہ تمام فرقے گمراہ ہیں اور اہل سنت وجماعت فرقے ہی نے کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مضبوطی سے تھاما ہوا ہے۔

(تفسیر القرآن العظیم، جلد 6، صفحہ 317، دار طیبہ)

احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”قوله تعالى (قوا أنفسكم وأهليكم ناراً) فعليه أن يلقتها اعتقاد أهل السنة ويزيل عن قلبها كل بدعة“ ترجمہ: اللہ عزوجل کا فرمان ہے کہ اپنے آپ اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ تو اس پر لازم ہے کہ خود اور اپنے گھر والوں کو عقائد اہل سنت سیکھائے اور ان کے دلوں سے گمراہی کو دور کرے۔ (احیاء علوم الدین، جلد 2، صفحہ 48، دار المعرفۃ، بیروت)

جس کے عقائد یا کوئی ایک عقیدہ اہل سنت وجماعت کے عقیدہ سے مختلف ہے وہ گمراہ ہے۔ اسلاف نے بد مذہب کی تعریف ہی یہ کی ہے کہ جس کا عقیدہ اہل سنت وجماعت کے خلاف ہو۔ تاج العروس اور مجمع لغة الفقہاء میں ہے ”أهل الأهواء: الذين لا يكون معتقدهم معتقد أهل السنة والجماعة، وهم: الجبرية، والقدرية، والروافض، والخوارج، والمعطلة، والمشبهة“ ترجمہ: گمراہ وہ لوگ ہیں جو وہ عقیدہ نہیں رکھتے جو اہل سنت کا ہے۔ ان گمراہ فرقوں میں جبریت، قدریت، رافضی، خارجی، معطلہ، مشبہ فرقے ہیں۔ (معجم لغة الفقہاء، صفحہ 95، دار الفنائس)

بد مذہب کو گمراہ، بدعتی، بے دین بھی کہا جاتا ہے اور مرتد اس شخص کو کہتے ہیں جو

بد مذہبی سے بھی بڑھ جائے اور ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر ہو جائے جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، زکوٰۃ کا منکر، اللہ عزوجل و نبی علیہ السلام کا گستاخ، حدیثوں کا منکر، نیچری، قادیانی وغیرہ۔ مرتد کا حکم بد مذہب بلکہ کافر سے بھی زیادہ سخت ہے۔

بد مذہبوں سے قطع تعلق کا ثبوت قرآن و حدیث سے

اللہ عزوجل نے گمراہوں سے قطع تعلق کا حکم دیا ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے ﴿وَإِن يَنْسِبَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (سورۃ الانعام، سورۃ 6، آیت 68)

علامہ شیخ احمد المعروف ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”وان القوم الظالمین یعم المبتدع والفساق والکافر والقعود مع کلہم ممتنع“ ترجمہ: ذکر کردہ آیت کریمہ ہر کافر، بدعتی اور فاسق کو شامل ہے۔ ان سب کے پاس بیٹھنا شرعاً منع ہے۔

(التفسیرات الاحمدیہ، سورہ انعام، سورۃ 6، آیت 68، صفحہ 388، مطبوعہ مکتبۃ الحرم، لاہور)

قرآن پاک میں ہے ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔ (سورۃ المجادلہ، سورۃ 58، آیت 22)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”والمراد بمن

حاد الله ورسوله المنافقون واليهود والفساق والظلمة والمبتدعة والمراد بنفى

الوجدان نفی الموادة على معنى انه لا ينبغي أن يتحقق ذلك وحقه أن يمتنع ولا يوجد بحال۔۔۔ وعن سهل بن عبد الله التستري قدس سره من صحح إيمانه وأخلص توحيدہ فانه لا يأنس الى مبتدع ولا يجالسه ولا يؤاكله ولا يشاربه ولا يصاحبه ويظهر من نفسه العداوة والبغضاء ومن داهن مبتدعا سلبه الله حلاوة السنن ومن تحبب الى مبتدع لطلب عز في الدنيا او عرض منها اذله الله بتلك العزة وأفقره الله بذلك الغنى ومن ضحك الى مبتدع نزع الله نور الايمان من قلبه“ ترجمہ: اللہ ورسول کے مخالف، منافق، یہود، فساق، ظالم، بدعتی لوگ ہیں، اور نہ پائیں سے مراد محبت و تعلق کی نفی ہے یعنی ایسے لوگوں سے محبت و تعلق قائم نہ کیا جائے۔ سهل بن عبد اللہ تستری قدس سرہ سے منقول ہے کہ صحیح الایمان والاخالص توحید والا شخص نہ بدعتی لوگوں کی رغبت رکھے، نہ ان کے پاس بیٹھے، نہ ان کے ساتھ کھائے، نہ ان کی صحبت میں جائے اور ان سے عداوت و بغض کا مظاہرہ کرے۔ جو بدعتی کے معاملہ میں کمزوری دکھائے اللہ تعالیٰ اس سے سنت کی حلاوت کو سلب فرماتا ہے اور جو شخص بدعتی کی دعوت کو دنیاوی عزت یا سامان کی خاطر قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس غناء کے باوجود ذلیل و فقیر کر دیتا ہے۔ جو بدعتی کی طرف مسکرائے اللہ عزوجل اس کے دل سے ایمان کا نور اٹھالے گا۔

(روح البیان، جلد 9، صفحہ 412، دار الفکر، بیروت)

### گمراہ لوگ بدترین مخلوق

ان گمراہوں سے بچنے کا حکم کیوں نہ ہو کہ یہ تمام مخلوقات سے بدترین مخلوق ہیں جیسا کہ ایک روایت میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے ”اہل البدع شر الخلق والخلق“ ترجمہ: بدعتی لوگ تمام جہان سے بدتر ہیں۔

(کنز العمال، کتاب الایمان، فصل فی البدع، جلد 1، صفحہ 381، مؤسسة الرسالة، بیروت)

بدعتی تمام جہان سے بدتر اس وجہ سے ہیں کہ ان جیسے عقائد جانوروں کے بھی نہیں ہوتے۔ جانور بھی اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ و اولیائے کرام کی تعظیم کرتے ہیں۔ جبکہ بد مذہب گستاخ ہوتے ہیں کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گستاخ ہے تو کوئی صحابہ کرام علیہم الرضوان و اولیائے کرام کا۔ کوئی احادیث کا منکر ہے تو کوئی مسلمانوں کو مشرک سمجھ کر ان کا قتل جائز سمجھتا ہے۔ یہ دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوتے ہیں کہ مرتے وقت ان کے چہرے بگڑتے دیکھے گئے ہیں اور آخرت میں بھی جہنم میں جائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اصحاب البدع کلاب النار“ ترجمہ: بد مذہب جہنمی کتے ہیں۔

(کنز العمال، کتاب الایمان، فصل فی البدع، جلد 1، صفحہ 380، مؤسسة الرسالة، بیروت)

معاشرہ سے فتنہ و فساد اور دہشت گردی کا خاتمہ کیسے ہو سکتا ہے؟

موجودہ دور میں نئے سے نئے فرقوں کے وجود کی وجہ یہی ہے کہ مسلمان صحیح عقائد اہل سنت سے ناواقف ہوتے ہیں اور گمراہ مولویوں کی تقاریر سن کر گمراہ ہو جاتے ہیں اور پھر یہ گمراہ مولوی ان بھولے بھالے لوگوں کو گمراہ کن عقائد میں مبتلا کر کے ان کو دہشت گرد بناتے ہیں اور مسلمانوں پر ہی جہاد کرواتے ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم اور ہمارے بچے ان گمراہوں کے فتنوں سے بچ جائیں تو ہمیں ان گمراہوں سے دور رہنا ہوگا، ان گمراہوں کو سیاست، حکومتی اداروں سے نکال باہر پھینکنا ہوگا، تب ہمارا ملک پاکستان دہشت گردی سے پاک ہوگا۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہوئے بد مذہبوں سے تعلقات قائم رکھتے ہیں کہ اگر سب ان سے تعلقات ختم کر دیں گے تو ان کی اصلاح کون کرے گا۔ حالانکہ ان کو اتنا پتہ نہیں کہ

بد مذہبوں سے تعلق ختم کرنا ہی ان کی اصلاح کا باعث کہ ان کو خود اپنے باطل عقائد پر پشیمانی ہوگی اور وہ اس سے توبہ کریں گے اور بقیہ مسلمان ان سے دور رہتے ہوئے ان گمراہ عقائد سے بچیں گے۔ دوسرا یہ کہ ان بد عقیدہ لوگوں سے نفرت کرنے کا حکم کسی مولوی نے نہیں دیا جس پر طعن کیا جائے اور عقل کے گھوڑے دوڑائے جائیں بلکہ حضور علیہ السلام نے سختی کے ساتھ گمراہوں سے دور رہنے کا فرمایا چنانچہ مسلم شریف کی حدیث پاک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بد مذہبوں کے متعلق فرمایا "إِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ، لَا يُضِلُّونَكُمْ، وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ" ترجمہ: ان سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

(صحیح مسلم، مقدمہ، باب النہی عن الرویۃ۔۔۔ جلد 1 صفحہ 12، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

بد مذہب کے پاس بیٹھنا اور اسے استاد و امام بنانا ..

ابن سیرین اور حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا "لَا تُجَالِسُوا أَصْحَابَ الْأَهْوَاءِ، وَلَا تُحَادِلُوهُمْ، وَلَا تَسْمَعُوا مِنْهُمْ" ترجمہ: عقیدے میں خرابی والوں کے پاس نہ بیٹھو اور نہ ان سے بحث کرو اور نہ ان کی بات سنو۔

(سنن الدارمی، باب اجتناب اهل الاهواء والبدع والخصومة، جلد 1، صفحہ 391، دار المغنی، السعودیہ)

اس سے وہ لوگ نصیحت حاصل کریں جو کہتے ہیں کسی کو بُرا نہیں کہنا چاہئے اور بد مذہبوں کی صحبت میں بیٹھتے ہیں، انکے پیچھے نمازیں پڑھ کر اپنی نمازیں خراب کرتے ہیں، بلکہ اپنے چھوٹے بچوں کو بد مذہبوں کے مدرسوں میں ڈال دیتے ہیں اور کہتے ہیں علم ہی تو حاصل کرنا ہے اور خود بھی ہر بد مذہب گمراہ کی تقریریں سنتے رہتے ہیں، پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اپنا عقیدہ خراب کر بیٹھتے ہیں۔ حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "إِنَّ

هَذَا الْعِلْمَ دِينًا، فَانظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ“ ترجمہ: بے شک علم دین ہے پس غور کر لو کس سے اپنا دین حاصل کرتے ہو۔

(صحیح مسلم، باب فی ان الإسناد من الدین، جلد 01، صفحہ 14، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بہت بڑے عالم اور تابعی تھے انہوں نے بد مذہبوں سے قرآن کی تلاوت بھی نہ سنی کہ کہیں بد مذہبوں کی کوئی بات میرے دل میں نہ بیٹھ جائے۔ سنن الدارمی میں ہے ”دَخَلَ رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِ الْأَهْوَاءِ عَلَى ابْنِ سِيرِينَ فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ نَحَدِّثُكَ بِحَدِيثٍ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَتَقْرَأُ عَلَيْكَ آيَةٌ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ؟ قَالَ: لَا، لِتَقُومَانَ عَنِّي أَوْ لِأَقُومَنَّ، قَالَ: فَخَرَجَا، فَقَالَ: بَعْضُ الْقَوْمِ يَا أَبَا بَكْرٍ، وَمَا كَانَ عَلَيْكَ أَنْ يقرأَ عَلَيْكَ آيَةٌ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى؟ قَالَ: إِنِّي خَشِيتُ أَنْ يقرأَ عَلَيَّ آيَةٌ فَيَحْرَفَانَهَا، فَيَقْرَأُ ذَلِكَ فِي قَلْبِي“ ترجمہ: ابن سیرین کے پاس دو آدمی آئے جن کے عقیدے خراب تھے انہوں نے کہا اے ابوبکر (ابن سیرین کی کنیت ہے) ہم آپ کو ایک حدیث سناتے ہیں، انہوں نے فرمایا میں نہیں سنوں گا۔ دونوں نے کہا: ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ایک آیت سناتے ہیں، آپ نے پھر فرمایا: میں نہیں سنوں گا۔ آپ نے ان سے کہا تم دونوں میرے پاس سے جاتے ہو یا میں خود ہی اٹھ کر چلا جاؤں؟ جب وہ چلے گئے تو بعض لوگوں نے کہا: اے ابوبکر ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت سننے میں حرج ہی کیا تھا؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: مجھے اندیشہ تھا کہ یہ دونوں آیت پڑھتے اور اس میں تحریف کر دیتے اور وہ میرے دل میں بیٹھ جاتی۔

(سنن الدارمی، باب اجتناب اہل الاہواء والبدع والخصومة، جلد 01، صفحہ 120، دار الکتاب العربی، بیروت)

آج کل بعض صلح کلی مولوی اپنے ذاتی مفاد کے لئے خود کو اہل سنت کہلوا کر



بد عقیدہ لوگوں سے اتحاد کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔ گمراہوں کے گستاخانہ عقائد کو نظر انداز کر کے اپنے مجاہدین کو یہ باور کروانا چاہتے ہیں کہ سب فرقے صحیح ہیں یہ مولویوں نے ہم کو الگ کیا ہوا ہے۔ اس طرح کے ڈھکوسلے مارتے رہتے اور علمائے اہل سنت کے متعلق زہرا لگتے رہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے چاہنے والے بد مذہبوں کے قریب ہو کر یا تو بد مذہب ہو جاتے ہیں یا بد مذہبوں سے محبت کرنے لگتے ہیں جو کہ قرآن و حدیث کے صریح مخالفت ہے۔ بعض نادان ان صلح کلی مولویوں کی اس بے وقوفانہ سوچ کو بہت اچھا سمجھتے ہیں جبکہ اہل سنت و جماعت اور باطل فرقوں کو ایک جیسا سمجھنا حق و باطل میں تمیز نہ کرنا ہے۔ للإبانتہ الکبریٰ لابن بطہ میں ابو عبد اللہ عبید اللہ المعروف بابن بطہ العکبری (المتوفی 387ھ) فرماتے ہیں "حَدَّثَنَا مَبْشَرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْجُبَلِيُّ، قَالَ: قِيلَ لِلأَوْزَاعِيِّ: إِنَّ رَجُلًا يَقُولُ: أَنَا أَجَالِسُ أَهْلَ السُّنَّةِ، وَأُجَالِسُ أَهْلَ الْبِدْعِ، فَقَالَ الأَوْزَاعِيُّ: هَذَا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يُسَاوِيَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ. قَالَ الشَّيْخُ: صَدَقَ الأَوْزَاعِيُّ، أَقُولُ: إِنَّ هَذَا رَجُلٌ لَا يَعْرِفُ الْحَقَّ مِنَ الْبَاطِلِ، وَلَا الْكُفْرَ مِنَ الْإِيمَانِ، وَفِي مِثْلِ هَذَا نَزَلَ الْقُرْآنُ، وَوَرَدَتِ السُّنَّةُ عَنِ الْمُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنُوا وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ﴾" ترجمہ: ہمیں مبشر بن اسماعیل جبلی نے خبر دی کہ امام اوزاعی سے کہا گیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں اہل سنت اور گمراہ دونوں کی مجالس میں بیٹھتا ہوں۔ امام اوزاعی نے فرمایا: یہ شخص حق و باطل کو برابر سمجھتا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ امام اوزاعی نے بالکل سچ فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ایسا شخص حق و باطل اور کفر و ایمان کو نہیں پہچان سکتا۔ یہ قرآن اور سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور جب ایمان والوں

سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ (الإبانة الكبرى لابن بطّة، جلد 2، صفحہ 456، دار الراية، الرياض)

گمراہ لوگ مثل آگ ہیں جن کے پاس سے گزرنے پر پیش آئے گی اور اگر ان کے پاس بیٹھا جائے تو خود جلنے کا اندیشہ ہے۔ ذم الکلام وأہلہ میں ابواسامعیل عبداللہ البروی (المتوفی 481ھ) فرماتے ہیں "عَنْ خُصِيفِ الْجَزْرِيِّ قَالَ (مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَةِ لَا تُجَالِسُ أَهْلَ الْأَهْوَاءِ فَيَدْخُلُ فِي قَلْبِكَ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ فَيَدْخُلُكَ النَّارُ)" ترجمہ: حضرت خصیف جزری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ تورات شریف میں یہ مذکور ہے کہ گمراہوں کی صحبت میں نہ بیٹھو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے دل میں ان کی گمراہی داخل ہو جائے اور تمہیں جہنم میں لے جائے۔

(ذم الکلام وأہلہ، جلد 5، صفحہ 200، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ)

بد مذہب جو اپنے باطل مذہب پر ٹوٹے پھوٹے دلائل دیتے ہیں اگر کسی مسلمان کے پاس اس کے جوابات بھی ہوں تب بھی وہ ان کے پاس نہ بیٹھے۔ ذم الکلام میں ہے "عَنِ الْحَسَنِ قَالَ لَا تُجَالِسُ أَصْحَابَ الْأَهْوَاءِ وَإِنْ ظَنَنْتَ أَنْ عِنْدَكَ الْجَوَابَ" ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: گمراہوں کے پاس نہ بیٹھوں اگرچہ تم کو گمان ہے کہ میرے پاس اس کی باتوں کا جواب ہے۔

(ذم الکلام وأہلہ، جلد 4، صفحہ 296، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ)

بعض لوگ بد مذہبوں کی عبادات سے متاثر ہو جاتے ہیں جبکہ ان کے عقائد کو نظر انداز کر کے ان کے زہد سے متاثر ہونا باعث ہلاکت ہے۔ شرح السنۃ میں ابو محمد الحسن بن علی بن خلف البرہاری (المتوفی 329ھ) فرماتے ہیں "وَإِذَا رَأَيْتَ الرَّجُلَ رَدِيَءَ الطَّرِيقِ وَالْمَذْهَبِ، فَاسْقَا فَاجِرًا، صَاحِبَ مَعَاصٍ، ضَالًّا، وَهُوَ أَهْلُ السَّنَةِ"

فاصلہ، واجلس معه فإنه ليس (تضرك) عصيته، وإذا رأيت (الرجل) مجتهدا وإن بدا متقشفا محترقا بالعبادة صاحب هوى، فلا تجالسه، ولا تقعد معه، ولا تسمع كلامه ولا (تمش) معه في طريق، فإنى لا آمن أن تستحلى طريقته (فتهلك) معه“ ترجمہ: اگر تو ایسے شخص کو دیکھے کہ جو اہل سنت میں سے ہو اگرچہ فاسق و فاجر بے عمل ہو تو اس کی صحبت اختیار کر لو کیونکہ اس کے ساتھ بیٹھنا تمہارے لئے خطرناک نہیں۔ البتہ اگر کوئی گمراہ شخص ہو اگرچہ بڑا عبادت گزار ہو، اس کے پاس نہ بیٹھ اور اس کی بات نہ سن اور اس کے ساتھ راستے میں نہ چل کہ اس کے ساتھ امن نہیں وہ تجھے ہلاک کر دے گا۔

(شرح السنة، صفحہ 120)

صوفیائے کرام کا بد مذہبوں سے دور رہنے کی ترغیب

بعض جعلی پیرا پنے مریدوں کی تعداد بڑھانے کے لئے کہتے ہیں کہ مولویوں نے فرقے بنائے ہیں فقیری لائن میں سب بھائی بھائی ہیں۔ جبکہ ائمہ طریقت نے بد مذہبوں کی مذمت فرمائی اور ان سے دور رہنے کا حکم دیا ہے۔ حضور غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ غنیۃ الطالبین میں حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں ”من احب صاحب بدعة احبط الله عمله واخرج نور الايمان من قلبه واذا علم الله عز وجل من رجل انه مبغض صاحب بدعة رجوت الله تعالى ان يغفر ذنوبه وان قل عمله واذا رأيت مبتدعا في طريق فخذ طريقا“ ترجمہ: جو کسی بد مذہب سے محبت رکھے اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور ایمان کا نور اسکے دل سے نکل جائے گا اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو دیکھے کہ وہ بد مذہب سے بغض رکھتا ہے تو مجھے امید ہے کہ مولیٰ سبحنہ و تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے اگرچہ اس کے عمل تھوڑے ہوں

اور جب کسی بد مذہب کو راہ میں آتا دیکھو تو تم دوسری راہ لو۔

(غنیۃ الطالبین، جلد 1، صفحہ 80، مصطفیٰ البابی، مصر)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”من سمع من مبتدع لم ینفعه اللہ بما سمع ومن صافحه فقد نقض الإسلام عروۃ عروۃ أخبرنا مُحَمَّدُ بْنُ نَاصِرٍ نا أَحْمَدُ بْنُ أَحْمَدَ نا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَصْفَهَانِي ثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَحْمَدَ نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ ثنا سَعِيدُ الْكُرَيْرِيُّ قَالَ مَرَضَ سُلَيْمَانَ التَّمِيمِيُّ فَبَكَى فِي مَرَضِهِ بَكَاءَ شَدِيدًا فَقِيلَ لَهُ مَا يَبْكِيكَ أَتَجْزَعُ مِنَ الْمَوْتِ قَالَ لَا وَلَكِنِّي مَرَرْتُ عَلَى قَدْرِي فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَأَخَافُ أَنْ يَحَاسِبَنِي رَبِّي عَلَيْهِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَيَحْيَى بْنُ عَلِيٍّ قَالَا أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الصَّرِيفِيُّ نا أَبُو بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ انَّ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْبَائِعِ ثَنَى أَبِي ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ فَضْلَ بْنَ عِيَّاضٍ يَقُولُ مِنْ جَلَسَ إِلَيَّ صَاحِبُ بَدْعَةٍ فَاحْذَرُوهُ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبْدِ الْبَاقِيِّ نا أَحْمَدُ بْنُ أَحْمَدَ نا أَبُو نَعِيمٍ ثَنَا سُلَيْمَانَ بْنُ أَحْمَدَ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ النَّضْرِ ثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ سَمِعْتُ فَضِيلَ بْنَ عِيَّاضٍ يَقُولُ مِنْ أَحَبَّ صَاحِبُ بَدْعَةٍ أَحْبَطَ اللَّهُ غَمْلَهُ وَأَخْرَجَ نُورَ الْإِسْلَامِ مِنْ قَلْبِهِ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْبَاقِيِّ نا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ ثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ سَمِعْتُ الْفَضِيلَ يَقُولُ إِذَا رَأَيْتَ مَبْتَدِعًا فِي طَرِيقٍ فَخُذْ فِي طَرِيقٍ آخَرَ وَلَا يَرْفَعِ الصَّاحِبُ الْبِدْعَةَ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَمَلٌ وَمَنْ أَعَانَ صَاحِبَ بَدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلَى هَدْمِ الْإِسْلَامِ وَسَمِعْتُ رَجُلًا يَقُولُ لِلْفَضِيلِ مِنْ زَوْجِ كَرِيمَتِهِ مَنْ فَاسَقَ فَقَدْ قَطَعَ رَحِمَهَا فَقَالَ لَهُ الْفَضِيلُ مَنْ

زوج کریمتہ من مبتدع فقد قطع رحمها ومن جلس مع صاحب بدعة لم يعط الحكمة وإذا علم الله عز وجل من رجل أنه مبغض لصاحب بدعة رجوت أن يغفر الله له سيئاته“ ترجمہ: جس شخص نے بدعتی سے علم سنا تو اس سے اللہ تعالیٰ اسے کوئی نفع نہ دے گا۔ جس نے بدعتی سے مصافحہ کیا تو اس نے اسلام کی درستی توڑی۔ سعید الکریبی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ سلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو حالت مرض میں بہت کثرت سے رونا شروع کیا۔ آخر آپ سے عرض کیا گیا کہ یا حضرت آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا موت سے اس قدر گھبراہٹ ہے؟ فرمایا کہ نہیں بلکہ یہ بات ہے کہ ایک روز میرا گزرا ایک بدعتی کی طرف ہوا تھا جو تقدیر کا منکر اور مخلوق کو قادر کہتا تھا۔ میں نے اس بدعتی کو سلام کر لیا تھا تو اب مجھے سخت خوف ہے کہ میرا پروردگار کہیں مجھ سے اس کا حساب نہ کرے۔ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو کوئی کسی بدعتی کے پاس بیٹھا ہو تم اس سے بچے رہنا۔ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جس کسی نے کسی بدعتی سے محبت کی تو اللہ تعالیٰ اس کے نیک اعمال مٹا دیتا ہے اور اسلام کا نور اس کے دل سے نکال دیتا ہے۔ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جب تو بدعتی کو راستہ میں دیکھے تو اپنے واسطے دوسرا راستہ اختیار کر لے اور بدعتی کا کوئی عمل بھی اللہ تعالیٰ کی جناب میں بلند نہیں کیا جاتا ہے۔ جس کسی نے بدعتی کی اعانت کی تو خوب یاد رکھو اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد کی۔ میں نے سنا کہ کسی نے فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ جس نے اپنی بیٹی کسی بدعتی سے بیاہی تو کیا اس نے قرابت پداری کا نانا اس سے قطع کر دیا؟ اس پر فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جواب دیا کہ جس شخص نے اپنی لڑکی کو بدعتی سے بیاہ دیا تو اس نے قرابت پداری کا نانا اس سے قطع کر دیا۔ جو کوئی

بدعتی کے پاس بیٹھا تو اس کو حکمت نہیں دی جاتی۔ اللہ تعالیٰ جس بندہ کو جانتا ہے کہ وہ بدعتی سے بغض رکھتا ہے تو میں امیدوار ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا۔

(تلبیس ابلیس، صفحہ 15، دار الفکر، بیروت)

ذم الکلام واہلہ میں ابو اسماعیل عبد اللہ الانصاری البہروی (المتوفی 481 ھ) فرماتے ہیں ”كَانَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ يَبْغِضُ أَهْلَ الْأَهْوَاءِ وَيَنْهَى عَنْ مُجَالَسَتِهِمْ أَشَدَّ النَّهْيِ“ ترجمہ: حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ گمراہوں سے بغض رکھتے تھے اور ان کے پاس بیٹھنے سے سختی سے منع فرماتے تھے۔

(ذم الکلام واہلہ، جلد 5، صفحہ 142، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ)

قادیوں کے امام حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ مسلمانوں کو اہل سنت و جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے اور بد مذہبوں سے دور رہنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ”صاحب عقل مومن کے لئے بہتر ہے کہ وہ اہل سنت و جماعت کی پیروی کرے، بدعت سے اجتناب کرے اور دین میں زیادہ غلو نہ کرے، نہ گہرائی میں جائے نہ تصنع سے کام لے تاکہ گمراہی سے بچے اور اس کے قدم کو لغزش نہ ہو جو ہلاکت کا باعث ہے۔۔۔ دانشمند مومن پر یہ بھی لازم ہے کہ اہل بدعت سے تعلق نہ رکھے اور نہ ان کی محبت و قربت اختیار کرے، نہ ان کو سلام کرے، ہمارے امام احمد بن حنبل (حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ حنبلی تھے) نے فرمایا کہ جس نے کسی اہل بدعت کو سلام کیا وہ گویا اس سے محبت رکھتا ہے۔ یہ بھی لازم ہے کہ بدعتیوں کا ہم نشین نہ بنے (تاکہ ان کی تعداد میں بھی اضافہ نہ ہو اور گمراہی سے بھی بچا رہے۔) نہ ان کے پاس جائے اور نہ ان کی عیدوں اور خوشی کے مواقع پر مبارک دے نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھے۔ جب ان کا ذکر آجائے تو ان کے لئے دعائے رحمت بھی نہ کرے بلکہ ان سے الگ رہے اور محض اللہ کے لئے ان سے

عداوت رکھے۔ اہل بدعت کے مذہب کے باطل ہونے کا یقین رکھے اور اس پر عظیم اجر و ثواب کا یقین رکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اہل بدعت کو محض اللہ عزوجل کے لئے اپنا دشمن جانا اس کے دل کو اللہ تعالیٰ ایمان سے بھر دیتا ہے اور جو شخص ان کو خدا کا دشمن جان کر ملامت کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو امن و امان سے رکھے گا۔ جو شخص ایسے لوگوں کو ذلیل کرے اس کو بہشت میں سو درجے ملیں گے اور جو بدعتی سے کشادہ روی اور خندہ پیشانی سے ملا اس نے دین کی توہین کی جو اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا تھا۔“

(غنیۃ الطالبین، صفحہ 190، پرو گریسو بکس، لاہور)

کیا بد مذہب سے بغض رکھنا شدت پسندی ہے؟

آج بد مذہبوں کی مذمت کی جائے اور مسلمانوں کو ان سے دور رہنے کا کہا جائے تو بعض نادان کہتے ہیں کہ یہ شدت پسندی اور فرقہ واریت ہے حالانکہ یہ عین ثواب کا کام ہے کہ احادیث میں بد مذہبوں سے نفرت کرنے اور ان کی مذمت کرنے کا حکم ہے اور اس پر اجر کا ذکر ہے۔ امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد اقدس بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نماز مغرب کے بعد کسی مسافر کو بھوکا پایا اپنے ساتھ کا شانہ خلافت میں لے آئے اس کے لئے کھانا منگایا، جب وہ کھانے بیٹھا کوئی بات بد مذہبی کی اس سے ظاہر ہوئی فوراً حکم ہوا کہ کھانا اٹھالیا جائے اور اسے نکال دیا جائے، سامنے سے کھانا اٹھوالیا اور اسے نکلوا دیا۔

کنز العمال کی حدیث پاک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

”تقربوا الی اللہ ببغض اہل المعاصی و القوہم بوجوہ مکفہرة التمسوا رضا

اللہ بسخطہم و تقربو الی اللہ بالتباعد عنہم“ ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب کرو اہل معاصی کے بغض سے اور ان سے تڑش روئی کے ساتھ ملو اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ان کی خفگی میں ڈھونڈو اور اللہ عزوجل کی نزدیکی ان کی دوری سے چاہو۔

(کنز العمال، الفصل الثانی: فی تعدید الأخلاق المحمودۃ علی ترتیب الحروف المعجمۃ، جلد 3، صفحہ 65، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

تذکرۃ الموضوعات کی حدیث پاک ہے ”إِذَا رَأَيْتُمْ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَانْكفروا فِي وَجْهِهِ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُبْغِضُ كُلَّ مُبْتَدِعٍ وَلَا يَجُوزُ أَحَدٌ مِنْهُمْ الصِّرَاطَ وَلَكِنْ يَتَهَافَتُونَ النَّارَ مِثْلَ الْحَرَادِ وَالذَّبَابِ“ ترجمہ: جب کسی بد مذہب کو دیکھو تو اس کے زور و اس سے تڑش روئی (بیزاری) کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر بد مذہب کو دشمن رکھتا ہے۔ ان میں کوئی پل صراط پر گزرنے پائے گا بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آگ میں گر پڑیں گے جیسے ٹیری اور لکھیاں گرتی ہیں۔ (تذکرۃ الموضوعات للفتنی، صفحہ 18، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان)

مکاشفۃ القلوب میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث پاک ذکر کی: ”جس نے کسی بدعتی کو جھڑکا اللہ عزوجل اسکے دل کو ایمان سے بھر دے گا اور جس نے کسی بدعتی کی توہین کی اللہ عزوجل قیامت کے دن اسے امن میں رکھے گا اور جس نے امر بالمعروف کیا وہ زمین میں اللہ عزوجل کی کتاب اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب ہے۔“ (مکاشفۃ القلوب، صفحہ 93، ضیاء القرآن، لاہور)

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ”خدا کے دشمنوں کو کتے کی طرح دور رکھا جائے۔ ان کے ساتھ دوستی و محبت خدا اور رسول کی دشمنی تک پہنچا دیتی ہے۔ (کلمہ وہ نماز کے سبب) آدمی گمان کرتا ہے کہ وہ مسلمان ہے خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہے، اسی لئے دوستی کرتا ہے، لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ



اس طرح کی بیہودہ حرکتیں اس کے اسلام کو برباد کر دیتی ہیں۔“

(مکتوب، صفحہ 163، ماخوذ از فتاویٰ فقیہ ملت، جلد 2، صفحہ 326، شبیر برادرز، لاہور)

بد مذہبوں کی صحبت کافر سے زیادہ نقصان دہ

بد مذہبوں کی صحبت کافر سے زیادہ نقصان دہ ہے کیونکہ مسلمان کافر کے مسئلہ میں

مخاطب رہتا ہے جبکہ گمراہ لوگ خود کو مسلمان کہتے ہیں اور بھولے بھالے لوگوں کو اپنے فرقہ میں

پھانتے ہیں۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: ”بدعتی کی صحبت سو کافروں

سے زیادہ بری ہے۔“ (مکتوبات امام احمد رضا، صفحہ 91، مطبوعہ، لاہور)

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احياء العلوم شریف میں فرماتے ہیں ”ان

كانت البدعة بحيث يكفر بها فامرہ اشد من الذمی لانه لا یقر بجزية ولا یسمع

بعقد ذمة وان كان مما لا يكفر به فامرہ بینہ و بین اللہ اخف من امر الكافر

لامحالة، ولكن الامر فی الانكار علیہ اشد منه علی الكافر لان شر الكافر غیر

متعد فان المسلمین اعتقدوا كفره فلا یلتفتون الی قوله اذ لا یدعی الاسلام

واعتقاد الحق اما المبتدع الذی یدعو الی البدعة ویزعم ان ما یدعو الیه حق فهو

سبب لغو اية الخلق فشره متعدد فالاستحباب فی اظهار بغضه ومعاداته

والانقطاع عنه وتحقیره والتشبیع علیہ یدعته وتنفییر الناس عنه اشد“ ترجمہ: وہ

بدعت جو مسلمان کو کفر میں مبتلا کر دے تو ایسا کافر بدعتی دارالاسلام میں ذمی کافر سے بدتر

ہے کیونکہ وہ جزیہ کا پابند نہیں بنتا اور نہ ہی وہ عقد ذمہ کی پروا کرتا ہے اور اگر بدعت ایسی ہو

جس کی وجہ سے بدعتی کو کافر نہیں کہا جاسکتا تو ایسے بدعتی کا معاملہ کافر کی نسبت سے اللہ تعالیٰ

کے ہاں ضرور خفیف ہے لیکن اس کی تردید کا معاملہ کافر کے مقابلہ میں زیادہ اہم ہے کیونکہ

کافر کا شر مسلمانوں کے لیے اتنا نقصان دہ نہیں کیونکہ مسلمان اس کے کافر ہونے کی وجہ سے اس کی بات کو قابل التفات نہیں سمجھتے کیونکہ وہ اسلام اور حق کا مدعی نہیں بنتا لیکن گمراہ بدعتی اپنی بدعت کو حق قرار دے کر لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیتا ہے اس لیے وہ عوام الناس کو گمراہ کرنے کا سبب بنتا ہے۔ لہذا اس کا شر زیادہ موثر ہے، ایسے شخص کو برا جاننا اس کی مخالفت کرنا، اس سے قطع تعلق کرنا، اس کی تحقیر کرنا، اس کا رد کرنا، اور لوگوں کو اس سے متنفر کرنا زیادہ باعث اجر و ثواب ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب آداب الألفة والأخوة والصحة والمعاشرة مع أصناف الخلق، جلد 2، صفحہ 169، دار المعرفة، بیروت)

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

صحبت صالح ترا صالح کند      صحبت طالح ترا طالح کند (1)

دور شواز اختلاط یاربند      یاربند بدتر از مارِ بد (2)

مارِ بد تنها ہمیں برجان زند      یاربند برجان و بر ایمان زند (3)

ترجمہ: اچھے آدمی کی مجلس تجھے اچھا کر دے گی اور بُرے کی مجلس تجھے برا بنا دے گی۔

جہاں تک ہو سکے برے ساتھی سے دور رہ کیونکہ برا ساتھی برے سانپ سے بھی برا ہے۔

برا سانپ صرف جان کو ڈستا ہے جبکہ برا ساتھی جان و ایمان دونوں پر ضرب لگاتا ہے۔

1- (مثنوی مولوی معنوی، منازعت کردن اسراء، بایکدیگر، صفحہ 22، نورانی کتب خانہ پشاور)

2- (گلدستہ مثنوی، بکھرے موتی، صفحہ 94، نذیر سنزاردو بازار لاہور)

3- (مثنوی مولوی معنوی، دفتر پنجم، جلد 5، صفحہ 67، نورانی کتب خانہ پشاور)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں ”ہر کہ با

بدعتیان انس و دوستی پیدا کند نور ایمان و حلاوت آن ازوے برگیرند“

ترجمہ: جو شخص بد عقیدہ لوگوں سے دوستی اور پیار کرتا ہے اس سے نور ایمان سلب ہو جاتا ہے۔

(تفسیر عزیز، آیۃ ود والو تدھن فیدھنوں کے تحت، صفحہ 56، افغانی دارالکتب لال کنواں، دہلی)

### بد مذہب کی عبادات نامقبول

کوئی بد مذہبوں کی عبادات اور بیان بازی سے ہرگز متاثر ہو کر ان سے محبت نہ کرے کیونکہ جس کا عقیدہ ہی درست نہ ہو اس کی عبادات قبول نہیں ہیں، یہ سچے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ ابن ماجہ کی حدیث ہے "عَنْ حُدَيْفَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَقْبَلُ اللَّهُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَوْمًا، وَلَا صَلَاةً، وَلَا صَدَقَةً، وَلَا حَجًّا، وَلَا عُمْرَةً، وَلَا جِهَادًا، وَلَا صَرْفًا، وَلَا عَدْلًا، يَخْرُجُ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا تَخْرُجُ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِينِ" ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل بدعتی (بدعت اعتقادی والے یعنی گمراہ) کا نہ روزہ قبول فرماتا ہے، نہ نماز، نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، نہ فرض، نہ نفل، ایسا شخص دین سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے آٹے میں سے بال۔

(سنن ابن ماجہ، باب اجتناب البدع والجدل، جلد 1، صفحہ 19، دار احیاء الکتب العربیہ، الحلبی)

بلکہ ایک حدیث میں کہا گیا کہ گناہوں کے معاملات میں اس کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ بد مذہب ہی سے توبہ نہ کر لے چنانچہ کنز العمال کی حدیث ہے "أَصْحَابُ الْبِدْعِ وَأَصْحَابُ الضَّلَالَةِ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ لَيْسَتْ لَهُمْ تَوْبَةٌ يَا عَائِشَةُ إِنَّ لِكُلِّ صَاحِبِ ذَنْبٍ تَوْبَةً إِلَّا أَصْحَابَ الْأَهْوَاءِ وَالْبِدْعِ أَنَا مِنْهُمْ بَرِيءٌ وَهُمْ مِنْنِي بَرَاءٌ" ترجمہ: اس امت میں سے بدعتی و گمراہ لوگوں کی توبہ قبول نہیں۔ اے

عائشہ! ہر گناہ گار کی توبہ قبول ہے، سوائے بدعتی اور گمراہوں کے۔ میں ان سے بری اور وہ مجھ سے بری ہیں۔

(کنز العمال، کتاب الایمان، التفسیر من الإكمال، جلد 2، صفحہ 37، مؤسسة الرسالة، بیروت)

الموسوعة الفقهية الكويتية "إن هجرة أهل الأهواء والبدع دائمة على مر الأوقات ما لم تظهر منهم التوبة والرجوع إلى الحق" ترجمہ: بے شک بدعتی اور گمراہ لوگوں سے ہمیشہ کے لئے قطع تعلقی کرنا درست ہے جب تک ایسے لوگوں سے توبہ ظاہر نہ ہو اور حق کی طرف رجوع نہ ہو۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية، جلد 42، صفحہ 166، طبع الوزارة)

بد مذہب سے سلام و مصافحہ

بد مذہب گمراہ شخص سے سلام و مصافحہ کرنا ناجائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "وَإِنْ لَقِيتُمُوهُمْ فَلَا تَسْلُمُوا عَلَيْهِمْ" ترجمہ: جب ان (بد مذہبوں) سے ملو تو ان سے سلام نہ کرو۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الایمان، باب فی القدر، جلد 1، صفحہ 35، دار إحياء الكتب العربية)

بد مذہب سے سلام کرنا شریعت کی نافرمانی کرنا ہے۔ تاریخ بغداد میں ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی (المتوفی 463ھ) رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں "عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَعْرَضَ عَنْ صَاحِبِ بِدْعَةٍ بُغْضًا لَهُ فِي اللَّهِ مَلَأَ اللَّهُ قَلْبَهُ أَمْنًا وَإِيمَانًا، وَمَنْ شَهَرَ بِصَاحِبِ بِدْعَةٍ أَمَّنَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ، وَمَنْ أَهَانَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ رَفَعَهُ اللَّهُ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ، وَمَنْ سَلَّمَ عَلَى صَاحِبِ بِدْعَةٍ، أَوْ لَقِيَهُ بِالْبِشْرِ، أَوْ اسْتَقْبَلَهُ بِمَا يَسْرُهُ، فَقَدْ اسْتَحَفَّ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی

ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بد مذہب سے اللہ عزوجل کی خاطر بغض رکھتے ہوئے اعراض کرے اللہ عزوجل اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا اور جو بد مذہب کو ذلیل و رسوا کرے اللہ عزوجل قیامت والے دن اسے امن دے گا۔ جو بد مذہب کی تحقیر کرے گا اللہ عزوجل جنت میں اس کے سو درجے بلند فرمائے گا۔ جو کسی بد مذہب کو سلام کرے یا اس سے بکشاہدہ پیشانی ملے یا ایسی بات کے ساتھ اس سے پیش آئے جس میں اس کا دل خوش ہو اس نے اس چیز کی تحقیر کی جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اتاری گئی۔

(تاریخ بغداد، جلد 11، صفحہ 545، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

بد مذہب اگر خط یا میسج یا میل میں سلام کرے تو اس کا جواب نہ دیا جائے اسی طرح اگر کسی کے ہاتھ سلام بھیجے تو جواب نہ دیا جائے۔ ترمذی شریف کی حدیث پاک میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں کسی نے ایک شخص کا سلام پہنچایا تو آپ نے فرمایا ”إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّهُ قَدْ أَحَدْتُ، فَإِنْ كَانَ قَدْ أَحَدْتُ فَلَا تُقْرِئُهُ مِنِّي السَّلَامَ“ ترجمہ: مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ وہ بد مذہب ہو گیا ہے اگر ایسا ہے تو اسے میرا سلام نہ کہنا۔

(جامع الترمذی، ابواب القدر، باب ماجاء فی الرضاء بالقضاء، جلد 4، صفحہ 456، مصطفى البابی الحلبي، مصر)

اگر کہیں مجبوری بن جائے کہ سلام نہ کرنے میں مشکلات پیش آئیں گے جیسے افسر بد مذہب ہے اور ماتحت سستی ہے، اب اگر افسر کو سلام نہیں کرے گا تو وہ اس کے خلاف کارروائی کرے گا، ایسی صورت میں سلام کہنے کے علاوہ ہاتھ یا دوسرے الفاظ بغیر تعظیم کہہ لئے جائیں۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”بد مذہب کو سلام کرنا حرام ہے۔ فاسق کو سلام کرنا جائز ہے۔ جو برہنہ ہو یا استنجا کر رہا ہو اسے سلام نہ کرے۔ جو کھانا

کھار ہا ہوا سے سلام نہ کرے۔ جو اذان یا تلاوت یا کسی ذکر میں مشغول ہو اسے سلام نہ کرے۔ کافر یا مبتدع یا فاسق کو سلام کرنے کی صحیح ضرورت پیش آئے تو لفظ سلام نہ کہے بلکہ ہاتھ اٹھانے یا کوئی لفظ کہ نہ سلام ہونہ تعظیم کہنے پر قناعت کرے یا مجبور ہو تو آداب کہے یعنی آ میرے پاؤں داب، یا آداب شریعت کہ تو نے اپنے فسق سے ترک کر دیئے ہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 22، صفحہ 378، رضافائونڈیشن، لاہور)

اگر ان طریقوں میں سے کوئی طریقہ کار آمد نہ ہو تو بہت آسان حل ایک یہ ہے کہ سلام کے تلفظ کو صحیح ادا نہ کرے جیسے ”السلام لیکم“ وغیرہ کہہ لے کہ بے معنی ہو جائے یا اس کے فرشتوں کو سلام کی نیت سے سلام کر لے۔

سلام و مصافحہ کے ساتھ ساتھ بد مذہب کی تعظیم کرنا، اس کی تعظیم میں کھڑے ہونا، ان سے خندہ پیشانی سے ملنا بھی جائز نہیں ہے۔ اگر بد مذہب سے ضرر پہنچنے کا صحیح اندیشہ ہو اور اس کے آنے پر کھڑے ہوئے بغیر چارہ نہ ہو تو پھر کھڑے ہو سکتے ہیں جبکہ دل سے تعظیم کا ارادہ نہ ہو۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا کہ کافر، مرتد، مبتدع، بد مذہب اور فاسق کو ابتداء سلام کہنا یا ان سے خندہ پیشانی سے پیش آنا، ہنسنا بولنا، ایسی دوستی رکھنا جیسے دنیا دار ہنسنے بولنے کے لئے رکھتے ہیں اس سلسلہ میں انہیں تحائف روانہ کرنا یا ان کی ایسی تعظیم کرنا کہ وہ آئیں تو کھڑے ہو گئے یا تحریراً تقریراً انہیں عنایت فرمایا کریم، مشفق مہربان، یا جناب صاحب لکھنا وغیرہ جائز ہے کہ نہیں؟ خلاصہ یہ کہ ایسے لوگوں سے ایسا برتاؤ کرنا جس سے وہ خوش ہوں یا اس میں اپنی تعظیم جائیں اگرچہ فاعل (کرنے والے) کی نیت اس تعظیم یا خوش کرنے کی ہو یا نہ ہو، کیسا ہے؟ (مختصراً)“

جواباً آپ فرماتے ہیں: ”ان لوگوں کو بے ضرورت و مجبوری ابتداً اسلام حرام اور بلاوجہ شرعی ان سے مخالفت اور ظاہری ملاطفت بھی حرام، قرآن عظیم میں قعود معہم سے نہی صریح موجود، اور حدیث میں ان سے بخندہ پیشانی ملنے پر قلب سے نور ایمان نکل جانے کی وعید، افعال تعظیسی مثل قیام تو اور سخت تر ہیں تو یوہیں کلمات مدح۔ حدیث میں ہے ”اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتزله عرش الرحمن“ جب کسی فاسق (مرتکب گناہ کبیرہ) کی تعریف کی جائے تو اللہ تعالیٰ غضبناک ہو جاتا ہے اور اس کی اس حرکت سے عرش رحمان لرز جاتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے ان میں فاسق کا حکم آسان ہے مطلقاً حرج نہیں اور مصالح دیدیہ پر نظر کی جائے گی اور مرتد مبتدع داعیہ سے بالکل ممانعت اور ضروریات شرعیہ ہر جگہ مستثنیٰ ”فان الضرورات تبيح المحظورات“ (اس لئے کہ ضرورتیں ممنوع کاموں کو مباح کر دیتی ہیں۔) رشتہ بتانے میں مطلقاً حرج نہیں جیسے ”عمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب مع ان الخطاب وابطالب لم يسلموا“ (حضرت عمر خطاب کے بیٹے اور حضرت علی ابوطالب کے فرزند حالانکہ خطاب اور ابوطالب دونوں مسلمان نہ تھے۔) ان کے ساتھ جو برتاؤ قولاً فعلاً ممنوع ہے بے ضرورت ان کا مرتکب عاصی ہے ان کا مثل نہیں جب تک ان کے کفر و بدعت و فسق کو اچھایا جائز نہ جانے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 327، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک جگہ سیدی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لکھتے ہیں ”دوم (موالات) صورت یہ کہ دل اس کی طرف اصلاً مائل نہ ہو مگر برتاؤ وہ کرے جو بظاہر محبت و میلان کا پتا دیتا ہو، یہ بحالت ضرورت و مجبوری صرف بقدر ضرورت و مجبوری مطلقاً جائز ہے۔ قال

تعالیٰ: ﴿إِلَّا أَنْ تَقُوا مِنْهُمْ تَقَةً﴾ (ترجمہ: مگر یہ کہ تمہیں ان سے پورا واقعی خوف ہو)۔ بقدر ضرورت یہ کہ مثلاً صرف عدم اظہار عداوت (دشمنی ظاہر نہ کرنے) میں کام نکلتا ہو تو اسی قدر پراکتفا کرے اور اظہارِ محبت کی ضرورت ہو تو حتی الامکان پہلو داریاں بات کہے صریح کی اجازت نہیں اور بے اس کے نجات نہ ملے اور قلبِ ایمان پر مطمئن ہو تو اس کی بھی رخصت اور اب بھی ترک عزیمت۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 14، صفحہ 466، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اگر مذہب کو سنی سمجھ کر سلام کر لیا اور بعد میں پتہ چلا کہ یہ گمراہ شخص ہے تو یہ کہا جائے میں نے اپنا سلام واپس لیا۔ شہزادہ اعلیٰ حضرت <sup>مصطفیٰ</sup> رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”اگر کسی کافر یا مبتدع کو سنی مسلمان سمجھ کر سلام کیا پھر اس کا کافر یا مبتدع ہونا معلوم ہوا تو کہہ دے کہ میں اپنے سلام سے باز آیا، کافر و مبتدعوں کی تحقیر کے لئے۔ اسی (حدیثۃ الندیہ) میں ہے ”لوسلم علی من ظن انه مسلم ثم ظهر انه ذمی او مبتدع یقول استرجعت عن سلامی تحقیرا لہم“

(فتاویٰ مصطفویہ، صفحہ 478، شبیر برادرز، لاہور)

### بد مذہب سے نکاح

جب بد مذہبوں سے نفرت کا حکم ہے اور ان کی صحبت سے بچنے کا حکم ہے تو اس سے باآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان سے نکاح کرنا اور زیادہ ناجائز و حرام ہے۔ سنی صحیح العقیدہ کو بد مذہب کے ساتھ نکاح کرنا ناجائز و گناہ ہے۔ کنز العمال کی حدیث پاک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”فلا تناکحوہم ولا توادکلوہم ولا تشاربوہم ولا تصلوا معہم ولا تصلوا علیہم“ ترجمہ: ان (یعنی بد مذہبوں) کیساتھ



نہ نکاح کرو، نہ ان کے ساتھ کھاؤ، نہ پیو، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھو۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، ذکر الصحابة وفضلهم، جلد 11، صفحہ 765، مؤسسة الرسالة، بیروت)

جس بد مذہب کی بد مذہبی حد کفر تک پہنچ چکی ہو اس کے ساتھ تو نکاح ہو ہی نہیں سکتا اور جس کی بد مذہبی حد کفر تک نہیں پہنچی اس سے نکاح بایں معنی تو درست ہے کہ نکاح کیا تو منعقد ہو جائے گا لیکن اس کے ساتھ ایسا رشتہ قائم کرنا ممنوع و گناہ ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح کے سوال کے جواب میں ہے: ”جو ان میں کوئی عقیدہ کفر رکھتا ہے... اس کے ساتھ کسی کا نکاح ہو ہی نہیں سکتا یہاں تک کہ خود اس کے ہم مذہب کا بھی، اور جو بد مذہب عقائد کفر سے بچا ہو اس کے ساتھ نکاح اگرچہ بایں معنی درست کہ کر لیں تو درست ہو جائے گا زنا نہ ہوگا مگر بد مذہبوں کے ساتھ ایسا بڑا علاقہ پیدا کرنے سے دور بھاگنا لازم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 368، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

فتاویٰ رضویہ میں ایک دوسرے مقام پر ہے ”لا جرم یہ ثابت ہوا کہ بد مذہب کو سنیہ کا شوہر بنانا گناہ و ناجائز ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 11، صفحہ 397، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

قادینانی، نیچری، چکڑالوی، پرویزی، گستاخ رسول سب مرتد ہیں ان سے نکاح باطل ہے۔ جس نے اپنی بیٹی یا بیٹے کا نکاح قصداً بد مذہب یا مرتد سے کیا اس سے تعلقات ختم کر دیئے جائیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا: ”(1) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے باجوہ اس علم کے کہ مرزائی دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ان کے کافر ملحد ہونے کا فتویٰ تمام علمائے اسلام دے چکے ہیں، پھر بھی اپنی لڑکی کا نکاح ایک مرزائی کے لڑکے کے ساتھ کر دیا اب زید کو گمراہ

اور بد عقیدہ سمجھا جائے یا نہیں اور زید کے ساتھ کھانا پینا اور اسکی شادی غمی میں شریک ہونا اپنے یہاں اس کو شریک کرنا جائز ہے یا نہیں اور جو لوگ ایسا کریں ان کے لئے کیا حکم ہے؟

(2) مرزائیوں کے لڑکوں کو جو ابھی سن شعور کو نہیں پہنچے اور اپنے ماں باپوں کے رنگ میں رنگے ہیں اور ہر امر میں انہیں کے ماتحت ہیں کیا سمجھنا چاہئے مرزائی یا غیر مرزائی؟“

جواب آپ فرماتے ہیں: ”(1) اگر وہ لڑکا اپنے باپ کے مذہب پر تھا اور اسے یہ معلوم تھا کہ اس کا یہ مذہب ہے اور دانستہ لڑکی اس کے نکاح میں دی تو یہ لڑکی کو زنا کے لئے پیش کرنا اور پر لے سرے کی دیوثی ہے، ایسا شخص فاسق ہے اور اس کے پاس بیٹھنا تک منع ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأَمَّا يَنْسِيكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدَ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

ورنہ اس کے سخت بے احتیاط اور دین میں بے پروا ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور اگر ثابت ہو کہ وہ واقعی مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہے اس بنا پر تقریب کی تو خود کافر مرتد ہے۔ علمائے کرام حرمین شریفین نے قادیانی کی نسبت بالاتفاق فرمایا کہ ”من شك في عذابه و كفره ففد كفر“ جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر۔

اس صورت میں فرض قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت حیات کے سب علاقے اس سے قطع کر دیں، بیمار پڑے پوچھنے کو جانا حرام، مر جائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام، اسے مسلمان کے گورستان میں دفن کرنا حرام، اسکی قبر پر جانا حرام۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَلَا تَصِلْ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور

ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔

(2) وہ سب مرزائی ہیں مگر وہ کہ عقل و تمیز کی عمر کو پہنچا اور اچھے برے کو سمجھا اور

مرزائیوں کو کافر جانا اور ٹھیک اسلام لایا وہ مسلمان ہے، یہ اس حالت میں ہے کہ ماں مرزائی

ہو، اور اگر ماں مسلمان ہو اگرچہ اپنی شامت نفس یا اپنے اولیاء کی حماقت یا ضلالت سے

مرزائی کے ساتھ نکاح کر کے زنا میں مبتلا ہے، اب جو بچے ہوں گے جب تک نا سمجھ رہیں

گے اور سمجھ کی عمر پر آ کر خود مرزائیت اختیار نہ کریں گے اس وقت تک وہ اپنی ماں کے اتباع

سے مسلمان ہی سمجھے جائیں گے۔ بچہ والدین میں سے اس کے تابع ہوتا ہے جس کا دین

بہتر ہو تو اس وقت کیا حال ہوگا جب اس کی صرف ماں ہی ہو کیونکہ ولد زنا کا باپ نہیں

ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 14، صفحہ 321۔، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نیز یہ بات ذہن نشین رہے کہ جس بد مذہب کی بد مذہب ہی حد کفر تک نہیں پہنچی وہ

سنیہ عورت کا کفو نہیں ہے لہذا جن صورتوں میں غیر کفو سے نکاح باطل ہوتا ہے ان صورتوں

میں ایسے بد مذہب سے بھی نکاح باطل ہوگا جیسے کوئی سنیہ عورت بھاگ کر کسی بد مذہب سے

نکاح کرے گی تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا یا کسی بد مذہب نے خود کو سنی ظاہر کیا اور نکاح کر لیا

بعد میں پتہ چلا کہ یہ غیر سنی ہے تو اس صورت میں بھی نکاح نہیں ہوگا۔ بہار شریعت میں ہے

”سنی عورت کا کفو وہ بد مذہب نہیں ہو سکتا جس کی بد مذہب ہی حد کفر کو نہ پہنچی ہو۔“

(بہار شریعت، جلد 2، صفحہ 54، مکتبہ المدینہ، کراچی)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”اب اگر عورت سنیہ بالغہ اپنا

نکاح کسی ایسے شخص سے کرے (جس کی بد مذہب ہی حد کفر تک نہیں پہنچی) اور اس کا ولی پیش از

نکاح اس شخص کی بد مذہب ہی پر آگاہ ہو کہ صراحتاً اس سے نکاح کئے جانے کی رضامندی ظاہر

نہ کرے خواہ یوں کہ اسے اس کی بد مذہبی پر اطلاع ہی نہ ہو یا نکاح سے پہلے اس قصد کی خبر نہ ہوئی یا بد مذہب جانا اور اس ارادہ پر مطلع بھی ہوا مگر سکوت کیا صاف رضا کا مظہر نہ ہوا، یا عورت نابالغہ ہو اور ولی مزوج اب وجد کے سوا یا اب وجد ایسے جو اس سے پہلے اپنی ولایت سے کوئی تزوج کسی غیر کفو سے کر چکے ہوں یا وقت تزوج نشے میں ہوں ان سب صورتوں میں یہ بھی نکاح باطل و زنائے خالص ہوگا کہ بد مذہب کسی سنیہ بنت سنی کا کفو نہیں ہو سکتا اور غیر کفو کے ساتھ تزوج میں یہی احکام مذکورہ ہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 11، صفحہ 383، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

بد مذہب اگر اپنی بد مذہبی سے توبہ کر لے اور تین چار سال اس کے کردار کو دیکھتے ہوئے اس کی توبہ پر اطمینان کافی ہو جائے تو اس سے نکاح کی اجازت ہوگی، چنانچہ فتاویٰ فیض الرسول میں بد مذہب کے ساتھ نکاح کی اجازت کے متعلق لکھا ہے: ”بعد توبہ فوراً... نکاح کی اجازت نہیں دی جاسکتی تا وقتیکہ تین چار سال دیکھ کر اطمینان نہ کر لیا جائے کہ واقعی وہ سنی مذہب پر قائم ہے۔“

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد 3، صفحہ 326، شبیر برادرز، لاہور)

بد مذہب عورت کو بیوی بنانا گویا اپنے بچوں کی بد مذہب کی تربیت میں دینا ہے اور بد مذہب شخص کو سنیہ عورت نکاح میں دینا گویا بد مذہبوں کی نسل بڑھانا ہے۔ پھر جب بد مذہب کو اپنا داماد بنالے گا تو مزید قباحت یہ ہے کہ بد مذہب کی توہین لازمی ہے نہ کہ اسے اپنا داماد بنا کر اس کی عزت و تکریم کی جائے۔ حدیث پاک میں ہے ”عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ وَقَرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلَى هَدْمِ الْإِسْلَامِ“ ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کسی بد مذہب کی توقیر کرے اس نے اسلام کے ڈھانے میں

مدردی۔ (المعجم الاوسط، باب المیم، من اسمه محمد، جلد 7، صفحہ 35، داز الحرمین، القاہرہ)  
 اس ذہن کے ساتھ بد مذہب سے نکاح کرنا کہ بعد میں اسے سنی کر لوں گا محض  
 حماقت ہے کہ نکاح والا رشتہ آپس میں محبت و مودت والا رشتہ ہے اور محبت انسان  
 کو اندھا، بہرا کر دیتی ہے اور خاص طور پر جب بد مذہب اپنے باطل دین پر تشدد ہو تو اب  
 معاملہ مزید خطرناک ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”انہی  
 آیات و احادیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ بد مذہب عورت کو نکاح میں لاتے وقت یہ خیال  
 کر لینا کہ ہم اس پر غالب ہیں اس کی بد مذہبی ہمیں کیا نقصان دے گی بلکہ اسے سنی کریں  
 گے محض حماقت ہے یہ رشتہ تو دوستی میل رغبت میل محبت مہر پیدا کرتا ہے اور محبت میں آدمی  
 اندھا بہرا ہو جاتا ہے... دل پلٹتے، خیال بدلتے کچھ دیر نہیں لگتی اللہ عزوجل اپنے حفظ  
 و امان ہی میں رکھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”ان القلوب بین  
 اصبعین من اصابع اللہ یقلبہا کیف یشاء، رواہ احمد و الترمذی و الحاکم عن  
 انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ و رجالہ رجال مسلم“ ترجمہ: دل اللہ تعالیٰ کے خاص تصرف  
 میں ہیں جس طرح چاہتا ہے ان کو پھیرتا ہے۔ اس کو حاکم نے، احمد اور ترمذی نے انس بن  
 مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور اس سند کے راوی رجال امام مسلم ہیں۔“  
 (فتاویٰ رضویہ، جلد 11، صفحہ 368، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

بد مذہب کا نماز جنازہ پڑھنا

جس کا عقیدہ درست نہیں یعنی جو سنی نہیں اس کا نماز جنازہ پڑھنا سنی کے لئے  
 جائز نہیں ہے۔ احادیث میں اس کی سخت ممانعت ہے۔ ابوداؤد شریف کی حدیث ہے حضور  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”الْقَدْرِیَّةُ مَجُوسٌ هَذِهِ الْأُمَّةُ إِنْ مَرَّضُوا فَلَا

تَعُوذُوهُمْ، وَإِنْ مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُوهُمْ“ ترجمہ: قدریہ (تقدیر کا منکر) فرقہ اس امت کا مجوسی ٹولہ ہے اگر بیمار پڑیں تو ان کی مزاج پر سی نہ کرو اور اگر مر جائیں تو انکے جنازوں میں

نہ جاؤ۔ (سنن ابو دائود، کتاب السنۃ، باب فی القدر، جلد 4، صفحہ 222، المكتبة العصرية، بیروت)

قدریہ فرقہ غیر مسلم فرقہ نہ تھا بلکہ گمراہ فرقہ تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کر دیا۔ اسی طرح موجودہ دور میں گستاخ رسول، گستاخ

صحابہ بکثرت ہیں جن کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے ”عَنْ

جَابِرٍ، قَالَ: أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةِ رَجُلٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَلَمْ

يُصَلِّ عَلَيْهِ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا رَأَيْتَكَ تَرَكَتَ الصَّلَاةَ عَلَى أَحَدٍ قَبْلَ هَذَا؟

قَالَ: إِنَّهُ كَانَ يَبْغِضُ عُمَانَ فَأَبْغَضَهُ اللَّهُ“ ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا تو آپ نے اس کی

نماز جنازہ نہ پڑھی۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے

اس سے پہلے آپ کو کسی کی نماز جنازہ ترک کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ تو حضور نبی کریم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ شخص عثمان غنی سے بغض رکھتا تھا تو اللہ عزوجل اس سے بغض رکھتا

ہے۔ (جامع ترمذی، باب فی مناقب عثمان، جلد 5، صفحہ 630، مصطفى البابی الحلبي، مصر)

دیکھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقط حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے بغض رکھن والے کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تو جو حضرت عثمان غنی کے ساتھ ساتھ دیگر صحابہ

کرام علیہم الرضوان کا گستاخ ہوا نہیں گالیاں دیتا ہو اس کی بدرجہ اولیٰ نماز جنازہ پڑھنا

ناجائز ہے۔

باقی یہ کہ اگر کسی بد مذہب و گستاخ کی کسی سنی نے نماز جنازہ پڑھ لی تو کیا اس کا

نکاح ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ تو اس میں تفصیل یوں ہے کہ مطلقاً بد مذہب و گستاخ کا نماز جنازہ پڑھنا ناجائز و حرام ہے جس پر توبہ لازم ہے۔ اگر اس کی بد مذہبی حد کفر تک پہنچ چکی ہے جیسے کوئی قرآن کو مکمل نہیں مانتا، حضرت علی المرتضیٰ کو نبی کی مثل مانتا ہے یا احادیث کا منکر ہے یا قادیانی، نیچری، گستاخ رسول وغیرہ کفریہ عقائد رکھتا ہے لیکن نماز جنازہ پڑھنے والے کو اس کے عقائد کا علم نہ تھا اس نے فقط اتنا ہی جانتا تھا کہ یہ سنی نہیں ہے تو اب بھی اس کا نکاح نہیں ٹوٹے گا بلکہ گناہ گار ہوگا۔ اگر اس کے کفریہ عقائد کا پتہ تھا لیکن اس کو مسلمان جان کر نہیں بلکہ دنیاوی مفاد کے لئے اس کی نماز جنازہ پڑھی تو اشد حرام کا مرتکب ہوا نکاح پھر بھی نہیں ٹوٹے گا اور اگر اس کے کفریہ عقائد کو جانتا تھا اور اسے مسلمان جانتے ہوئے نماز جنازہ پڑھی تو خود کافر ہو گیا اور نکاح بھی ٹوٹ گیا۔

لہذا بد مذہب گمراہ کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کی جائے اگرچہ جتنا مرضی قریبی رشتہ دار یا تعلق والا ہے۔ بلکہ کوشش کی جائے کہ کوئی بد مذہب بھی اہل سنت کے جنازہ میں نہ شریک ہو۔ مفتی نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سنی کے جنازہ میں بد مذہب کی شمولیت پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”نماز جنازہ بارگاہ ربانیہ میں میت کی شفاعت ہے تاکہ اس کی مغفرت ہو اور مورد رحمت بنے اور شفاعت اس شخص کی معتبر ہو سکتی ہے جو پسندیدہ بارگاہ ربانیہ ہو۔ لہذا جنازہ میں ہر ایسے شخص کو شامل کیا جاتا ہے جو پسندیدہ بارگاہ حقیقیہ ہو اور ہر وہ شخص جو شرعاً پسندیدہ نہیں بلکہ مردود و مغضوب ہے اس سے اجتناب کیا جائے۔“

(فتاویٰ نوریہ، جلد 1، صفحہ 688، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ، بصیر پور)

بد مذہب و مرتد سے خرید و فرخت و ملازمت

جس بد مذہب کی بد مذہبی حد کفر تک پہنچ چکی ہو اس سے لین دین، خرید و

فروخت، مکان و دکان کرایہ پر لینا دینا، اسے ملازم رکھنا یا اس کا ملازم بننا وغیرہ کے معاملات سب منع ہیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خاں علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”قادیانی مرتد ہیں، ان کے ہاتھ نہ کچھ بیچا جائے نہ ان سے خریداجائے، ان سے بات ہی کرنے کی اجازت نہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 23، صفحہ 598، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جس کی بد مذہبی حد کفر تک نہیں پہنچی اس سے یہ معاملات جائز ہیں جبکہ اس میں دین کا ضرر نہ ہو۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”دنیوی معاملات جس سے دین پر ضرر نہ ہو سوا مرتدین... کے کسی سے ممنوع نہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 331، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اگر کوئی بد مذہب ایسا ہے کہ وہ اپنے مذہب پر شدتی ہے اور مسلمانوں کو اس بد عقیدگی میں لانے کی کوشش کرتا ہے تو اس کو ملازم بنانا یا اس کا ملازم بننا منع ہے کیونکہ جو بد مذہب متصلب و مبلغ ہے اس سے دنیوی معاملات کرنے سے دین کا ضرر نہ ہونا بعید ہے کہ وہ شیطان ہے اور شیطان ہر وقت مؤمن کے ایمان کو ضائع کرنے کی طاق میں ہے۔

بد مذہبوں کو چندہ دینا

آج مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد بد مذہب تنظیموں اور ان کی مساجد و مدارس کو چندہ دیتی ہے، جس سے بد مذہبی کو فروغ ملتا ہے۔ شرعی طور پر مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان بد مذہبوں کو چندہ دیں یا ان سے کسی قسم کا کوئی تعاون کریں۔ مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اہل سنت و جماعت کے علاوہ دوسرے تمام لوگ یا تو کافر



مرتد ہیں اور یا تو گمراہ و بد مذہب اور ان میں سے کسی کو چندہ دینا جائز نہیں۔“

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد 1، صفحہ 511، شبیر بردارز، لاہور)

بد مذہبوں سے مسجد و مدرسہ کے لئے مالی امداد نہ لی جائے یونہی قربانی کی کھال و صدقے کا بکرا بھی نہ لیا جائے، خصوصاً ایسے بد مذہب سے جو آئندہ مسجد و مدرسہ میں دخل اندازی کرنے کی کوشش کرے کیونکہ بعض اوقات یہ لوگ زیادہ چندہ دے کر مسجد میں اپنا اثر رسوخ جماتے ہیں۔ پھر مرتد سے تو چندہ بالکل نہ لیا جائے۔ اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا: ”بخدمت شمس العلماء رأس الفقہاء اعنی جناب مولانا مولوی حاجی و مفتی اعلیٰ حضرت مدظلہ العالی! حضور کی خدمت اقدس میں دست بستہ عرض ہے کہ اگر کوئی قادیانی مسجد کے خرچ کے واسطے روپیہ وغیرہ دے یا کسی طالب علم یا اور شخص کو مکان پر بلا کر کھانا کھلائے یا بھیج دے، ان دونوں صورتوں میں کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ یا وہ روپیہ مسجد میں لگانا کیسا ہے؟ بیٹو! تو جروا۔“

جواب آپ فرماتے ہیں: ”نہ وہ روپے لئے جائیں، نہ کھانا کھایا جائے، اور اس کے یہاں جا کر کھانا سخت حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 329، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بد مذہبوں کو مساجد کی کمیٹی میں شامل کرنا

آج بد مذہبی عام ہونے کی ایک بڑی وجہ اہل سنت و جماعت والوں کا بد مذہبوں سے چندہ لینے کی خاطر مساجد کی کمیٹی میں شامل کر لینا بہت عام ہے۔ بد مذہب اسی سبب سے اہل سنت کی مساجد میں اپنا اثر رسوخ قائم کر کے اپنے عقیدے کا امام لے آتے ہیں اور مساجد پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ شرعی طور پر بد مذہبوں کو مساجد کمیٹیوں میں شامل کرنا ناجائز ہے چنانچہ مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”مذکورہ خزانچی کو بدلنے کی شریعت

صرف اجازت ہی نہیں دیتی بلکہ ضروری قرار دیتی ہے۔ اگر اہل محلہ خاموش رہیں گے اور اس بد مذہب کو خزانچی کے عہدہ سے ہٹا کر مسجد کی انتظامیہ کمیٹی سے الگ نہیں کر دیں گے تو سخت گنہگار مستحق عذاب نارہوں گے۔“

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد 2، صفحہ 640، شبیر بردارز، لاہور)

بد مذہبوں کو ویلفیئر سوسائٹیوں میں شامل کرنا

عام طور پر مسلمان اپنے علاقوں میں ویلفیئر کے کام کرتے ہیں اور دیکھا گیا ہے کہ وہ ان مستحب کاموں میں بد مذہبوں سے اتحاد کر لیتے ہیں جو فتنوں کا باعث ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے ایسے یتیم خانہ کے متعلق سوال ہوا جس کی انتظامیہ میں اہل سنت کے ساتھ ساتھ بد مذہب بھی شامل تھے تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا: ”اس میں احتمالاً دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ یتیموں و تربیت کا تمام انتظام صرف اہلسنت کے ہاتھوں میں رہے کسی بد مذہب کا اس میں دخل نہ ہو، نہ ان کی صحبت بچوں کو رہے کہ وہ انہیں اغوا کر سکیں صرف بالائی باتوں میں ان کی شرکت ہو، دوسرے یہ کہ ان امور میں بھی انہیں مداخلت دی جائے یا کم از کم ان کی صحبت بدر ہے جس سے بچوں کی گمراہی منظر ہو، صورت ثانیہ تو مطلقاً قطعی حرام و بدخواہی اسلام ہے اور اس میں چندہ دینا موجب عذاب و آثار، اور صورت اولیٰ شاید محض ایک خیالی ہو واقع کبھی نہ ہو کہ جب وہ برابر کے شریک ہیں ہر کام میں برابر کی شرکت چاہیں گے کیا وجہ ہے کہ وہ نرے غلام بن کر رہنے پر راضی ہوں اور بغرض باطل اگر ایسا ہو بھی تو ان کی صحبت بد سے کیونکر مفر اور علماء تصریح فرماتے ہیں ”ان الاحکام تبنی علی الغالب ولا یعتبر النادر فضلا عن الموهوم کما فی فتح القدیر وغیرہ“ احکام، غالب حالات پر مبنی ہوا کرتے ہیں لہذا

کسی نادر صورت کا اعتبار نہیں کیا جاتا چہ جائیکہ کسی رسمی اور فرضی صورت کا اعتبار ہو جیسا کہ فتح القدر وغیرہ میں مذکور ہے۔

لہذا حکم وہی ہے کہ ایسی کھجڑی مطلقاً حرام ہے اور اس کی اعانت ہر طرح ناجائز، معہذا اگر فرض کر لیں کہ صورت اولیٰ واقع ہو تو اس میں اہلسنت کو ان بے دینوں کی مجالست مصاحبت توقیر سے چارہ نہ ہوگا اور یہ خود حرام ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 23، صفحہ 131، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بد مذہب مولوی کے پیچھے نماز پڑھنا

جب بد مذہبوں سے کسی قسم کا تعلق رکھنے کی اجازت نہیں تو انہیں نماز جیسی عظیم عبادت میں اپنا امام بنانا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ سنن ابوداؤد شریف کی حدیث پاک ہے

”عَنْ أَبِي سَهْلَةَ السَّائِبِ بْنِ خَلَادٍ قَالَ أَعْتَبْتُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا مِمَّنْ قَوْمًا، فَبَصَقَ فِي الْقِبْلَةِ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ فَرَغَ: لَا يُصَلِّيْ لَكُمْ، فَأَرَادَ بَعْدَ ذَلِكَ أَنْ يُصَلِّيَ لَهُمْ فَمَنْعُوهُ وَأَخْبَرُوهُ بِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: نَعَمْ، وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّكَ آذَيْتَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ“ ترجمہ: حضرت سائب ابن خلاد سے مروی ہے وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک ہیں فرمایا ایک شخص نے قوم کی امامت کی تو اس نے قبلہ کی طرف تھوک دیا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قراعت پر اس کی قوم سے فرمایا کہ آئندہ یہ تمہیں نماز نہ پڑھائے۔ اس کے بعد اس نے نماز پڑھانا چاہی لوگوں نے روک دیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے

آگاہ کیا۔ اس نے یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ فرمایا ہاں۔ مجھے خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تو نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستایا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب فی کراہیۃ البزاق فی المسجد، جلد 1، صفحہ 130، المكتبة العصرية، بیروت)

صحابی رسول سے غیر ارادی طور پر قبلہ کی طرف تھوک پھینکی گئی تو حضور علیہ السلام ناراض ہوئے اور اس کو امامت سے معزول کر دیا تو جو قصد حضور علیہ السلام کی شان میں بے ادبیاں کرے، صحابہ کا گستاخ ہو، اولیاء کرام کا گستاخ ہو وہ کیسے امامت کے قابل ہو سکتا ہے؟ علمائے اسلاف نے صراحت کے ساتھ بد مذہبوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو گناہ کہا اور پڑھی گئی نماز کو دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ میں حضرت امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شعیب بن حرب رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا ”لا تصلی الا خلف من تثق بہ وتعلم انه من اهل السنة“ ترجمہ: کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھ جب تک تجھے یقین نہ ہو جائے کہ امام اہل سنت میں سے ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ، جلد 1، صفحہ 153، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

فتح القدیر میں ہے ”وَرَوَى مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ أَنَّ الصَّلَاةَ خَلْفَ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ لَا تَجُوزُ“ ترجمہ: امام محمد روایت کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ بد مذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

(فتح القدیر، کتاب الصلوٰۃ، باب الامۃ، جلد 1، صفحہ 350، دار الفکر، بیروت)

کبیری میں ہے ”ویکرہ تقدیم المبتدع ایضاً لانه فاسق من حیث الاعتقاد وهو اشد من الفسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق ویخاف

وَيَسْتَغْفِرُ بِخِلَافِ الْمُبْتَدِعِ وَالْمُرَادُ بِالْمُبْتَدِعِ مَنْ يَعْتَقِدُ شَيْئاً عَلَى خِلَافِ مَا يَعْتَقِدُهُ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ“ ترجمہ: بدعتی کو امام بنانا بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ اعتقاد کے لحاظ سے فاسق ہے اور ایسا آدمی عملی فاسق سے بدتر ہے کیونکہ عملی فاسق اپنے فسق کا اعتراف کرتا ہے اور ڈرتا ہے اور اللہ سے معافی کا خواست گار ہوتا ہے، بخلاف بدعتی کے اور بدعتی سے مراد وہ شخص ہے جو اہلسنت وجماعت کے عقائد کے خلاف کوئی دوسرا عقیدہ رکھتا ہو۔

(کبیری، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی الامامة، صفحہ 443، مکتبہ نعمانیہ، کوئٹہ)

بد مذہب مولوی کے پیچھے نماز پڑھنا دور کی بات جو مولوی بد مذہبوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہے اس کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں چنانچہ شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا، جو بد مذہبوں سے میل جول رکھتا تھا، تو آپ نے فرمایا: ”اس صورت میں وہ فاسق معلن ہے اور امامت کے لائق نہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 07، صفحہ 625، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مرتدین سے میل جول رکھنے والے امام کے متعلق امام اہل سنت رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ”اور ان لوگوں سے کسی دنیاوی معاملت کی بھی اجازت نہیں“ کما یناہ فی المحجة المؤمنہ“ (جیسا کہ ہم نے اسے اپنی کتاب الحجۃ المؤمنہ میں بیان کر دیا ہے۔) ان کے پاس بیٹھنے والا اگر ان کو مسلمان سمجھ کر ان کے پاس بیٹھتا ہے یا ان کے کفر میں شک رکھتا ہے اور وہ ان کے اقوال سے مطلع ہے تو بلاشبہ خود کافر ہے۔ فتاویٰ بزازیہ و مجمع الانہر ودر مختار وغیرہا میں ہے ”من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر“ جس نے ان کے عذاب اور کفر میں شک کیا تو بلاشبہ وہ بھی کافر ہو گیا۔

اور اگر ان کو یقیناً کافر جانتا ہے اور پھر ان سے میل جول رکھتا ہے تو اگرچہ اس

قدر سے کافر نہ ہوگا مگر فاسق ضرور ہے اور اسے امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی قریب حرام کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، اور معاذ اللہ بالآخر اس پر اندیشہ کفر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح الصدور میں فرماتے ہیں ایک شخص رافضیوں کے پاس بیٹھا کرتا تھا اس کے مرتے وقت لوگوں نے اسے کلمہ طیبہ کی تلقین کی، اس نے کہا نہیں کہا جاتا، پوچھا کیوں؟ کہا یہ دو شخص کھڑے ہیں یہ کہتے ہیں تو ان کے پاس بیٹھا کرتا تھا جو ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو برا کہتے تھے اب چاہتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر اٹھے نہ پڑھنے دیں گے۔

جب صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا کہنے والوں کے پاس بیٹھنے والوں کو یہ حالت ہے تو یہ لوگ تو اللہ جل و علا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برا کہتے ہیں ان کی تنقیص شان کرتے ہیں انھیں طرح طرح کے عیب لگاتے ہیں ان کے پاس بیٹھنے والے کو کلمہ نصیب ہونا اور بھی دشوار ہے۔ نسال اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت چاہتے ہیں۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 278، 279، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یہ یاد رہے کہ بد مذہب دنیا کے کسی بھی مقام پر ہے اگرچہ مکہ و مدینہ کی مساجد میں سے کسی مسجد کا امام ہو نماز ہر صورت اس کے پیچھے مکروہ تحریمی واجب الاعدادہ ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے والے باغی مسجد نبوی میں نمازیں پڑھاتے تھے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ جانتے تھے۔

بد مذہبوں کی اصلاح کی نیت سے ان سے تعلقات رکھنا

بعض لوگ صلح کلی ہوتے ہیں جو تمام فرقوں کو صحیح قرار دیتے ہوئے ان سے اتحاد

کرتے پھرتے ہیں اور مقصود ان میں ایسے لوگوں کا فقط اپنی سیاست چمکانا ہوتا ہے یا حب جاہ کے مریض ہوتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ تمام فرقے والے ہمیں اچھا سمجھیں گے اور ہماری تعریفیں کریں گے۔ جبکہ دیکھا یہ گیا ہے کہ ایسے لوگ ہر فرقے والوں سے لعنتیں لیتے ہیں اور اپنی دنیا و آخرت تو تباہ کرتے ہی ہیں ساتھ ساتھ اپنے مریدین و محبین کی بھی خراب کر دیتے ہیں۔ ایسے کلی لوگوں سے بھی قطع تعلقی کا حکم ہے۔ فتاویٰ بریلی میں ایسے شخص کے متعلق سوال ہوا جو بد مذہبوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہے ان سے اتحاد کئے ہوئے ہے تو جواب فرمایا گیا: ”اگر واقعی عمرو کلی کا فعل اپنائے ہوئے ہے جیسا کہ اس کے فعل سے معلوم ہوتا ہے تو ان سے تعلق رکھنا بحکم قرآن و احادیث حرام بد کام بد انجام ہے۔“

(فتاویٰ بریلی، صفحہ 270، شبیر برادرز، لاہور)

بعض لوگ ہوتے سستی ہی ہیں اور بد مذہبوں سے اس لئے تعلقات قائم رکھتے ہیں کہ ان بد مذہبوں کے اشکالات کا جواب دے کر دوبارہ انہیں اہل سنت میں لایا جائے یا یہ صورت ہوتی ہے کہ قریبی رشتہ داری ہوتی ہے، روزگار کا سلسلہ ہوتا ہے۔ ایسی صورتوں میں تفصیل یوں ہے:

اگر والدین میں سے کوئی بد عقیدہ ہے تو ان سے قطع تعلقی کی تو اجازت نہیں لیکن حکم یہ ہے کہ ان کی بد مذہبی کو بُداجانا جائے، بقیہ والدین کے حقوق پورے کئے جائیں۔ والدین کے علاوہ اگر بہن، بھائی یا دیگر رشتہ دار ہوں تو ان سے قطع تعلقی کی جائے، اگر یہ بد مذہب ملاقات کریں تو پیار و محبت سے نہ ملا جائے بلکہ روکھے انداز میں بات چیت کی جائے جبکہ بات چیت کی حاجت ہو ورنہ باع چیت سے بھی بچا جائے۔

اگر روزگار کا سلسلہ ہے جیسے بد مذہبوں سے کاروبار کرنا ہے یہ شرعاً جائز ہے جبکہ

صرف کاروباری کلام کیا جائے، کوئی دینی گفتگو نہ کی جائے، ایک دوسرے کو دعوتیں دینے کا سلسلہ نہ ہو۔ اگر بد مذہب ماتحت ہے تو بھی اس کے ساتھ پیار و محبت والا معاملہ نہ ہو فقط کام سے تعلق رکھا جائے۔ البتہ اگر افسر یا مالک بد مذہب ہے اور سنی ماتحت ہے تو پھر بہت احتیاط ضروری ہے۔ اگر سنی کا عقیدے کے متعلق مطالعہ نہیں اور خطرہ ہے کہ بد مذہب ہی میں چلا جائے گا تو پھر اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ بد مذہب کے پاس نوکری کرے یا اس کے ساتھ کاروبار کرے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”سینوں کو غیر مذہب والوں سے اختلاط میل جول ناجائز ہے خصوصاً یوں کہ وہ افسر ہوں یہ ماتحت۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَمَا يَنْسِيكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ اگر تجھے شیطان کبھی بھول میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔

وقال صلى الله تعالى عليه وسلم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) ”فایاکم وایاہم لایضلونکم ولا یفتنونکم“ تم ان سے دور رہو اور وہ تم سے دور رہیں کہیں تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 184، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

یہ سب اس صورت میں جب وہ صرف بد مذہب ہو اگر اس کی بد مذہبی حد کفر تک پہنچ چکی ہے تو نہ خرید و فروخت کرنے کی اجازت ہے اور نہ ہی ان کے پاس نوکری کرنے کی اجازت ہے کہ مرتد کے احکام بہت سخت ہیں۔

اگر بد مذہبوں سے اس لئے تعلق رکھا جائے کہ ان کی اصلاح کی جائے تو ہر کسی کو اجازت نہیں ہے، جاہل شخص کو تو ہرگز اجازت نہیں ہے اور دینی شخصیت کو بھی مطلقاً اجازت



نہیں ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”بد مذہبوں میں جس کی بدعت حد کفر تک پہنچی ہو وہ تو مرتد ہے اس کے ساتھ کوئی معاملہ مسلمان بلکہ کافر ذمی کے مانند بھی برتاؤ جائز نہیں، مسلمانوں پر لازم ہے کہ اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے وغیرہ تمام معاملات میں اسے بعینہ مثل سوئے کے سمجھیں اور جس کی بدعت اس حد تک نہ ہو اس سے بھی دوستی محبت تو مطلقاً نہ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی رکھے گا تو وہ یقیناً انہی میں سے ہوگا۔

اور بے ضرورت و مجبوری محض کے خالی میل جول بھی نہ رکھیں کہ بد مذہب کی محبت آگ ہے اور صحبت ناگ اور دونوں سے پوری لاگ۔ رب عزوجل فرماتا ہے ﴿وَإِنَّمَا يَنْسِيكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدَ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ اگر تجھے شیطان بھلا ڈالے تو یاد آجائے کہ بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔ جاہل کو ان کی صحبت سے یوں اجتناب ضرور ہے کہ اس پر اثر بد کا زیادہ اندیشہ ہے اور عام مقتدا، یوں بچے کہ جہاں اسے دیکھ کو خود بھی اس بلا میں نہ پڑیں بلکہ عجب نہیں کہ اسے ان سے ملنا دیکھ کر ان کے مذہب کی شاعت ان کی نظروں میں ہلکی ہو جائے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”یکره للمشهور المقتلای بہ الاختلاط الی رجل من اهل الباطل والشرا الا بقدر الضرورة لانه يعظم امره بين يدي الناس ولو كان رجل لا يعرف يداريه ليدفع الظلم عن نفسه من غير اثم فلا باس به كذا في الملتقط“ مشہور پیشوا کے لئے ایسے شخص سے میل جول رکھنا جو اہل باطل اور اہل شر میں سے ہو مکروہ ہے مگر ضرورت کی حد تک جائز ہے (یہ ممانعت اس لئے ہے کہ) کہ لوگوں میں اس کا چرچا ہو جائے گا (جس کے بُرے اثرات مرتب ہوں گے) اور اگر غیر معروف شخص ان میں محض

اپنے دفاع اور ظلم سے بچاؤ کے لئے گھومے پھرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ الملتقط میں یونہی مذکور ہے۔

ابن حبان عقیلی انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”ان اللہ اختارنی واختار لی اصحابا واصهارا و سیاتی قوم لیسبونہم وینتقصونہم فلا تجالسوہم ولا تشاربوہم ولا توادکلوہم ولا تناکحوہم“ بیشک اللہ عزوجل نے مجھے چن لیا اور میرے لئے یار اور سرال کے رشتہ دار پسند فرمائے اور عنقریب کچھ لوگ آئیں گے کہ انہیں برا کہیں گے اور ان کی شان گھٹائیں گے تم ان کے پاس نہ بیٹھنا نہ ان کے ساتھ پانی پینا نہ کھانا کھانا نہ شادی بیاہ کرنا۔ یہ حدیث نص صریح ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق عمل بخشے۔ آمین! واللہ تعالیٰ

اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 321، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اگر کوئی نیا نیا بد مذہب ہوا ہے یا کوئی پرانا بد مذہب اپنے مذہب کے متعلق پختہ نہیں ہے اور امید ہے کہ اگر اس کی اصلاح کی جائے گی تو یہ اہل سنت میں آجائیں گے تو اس صورت میں اس کے ساتھ نرمی کی جائے اور اصلاح کی کوشش کی جائے لیکن یہ سب جاہل نہ کرے بلکہ عالم دین کرے، جاہل اسے عالم کے پاس لے جائے تاکہ وہ اسے دلائل سے مطمئن کر سکے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے جب ایک بد مذہب کی اصلاح فرمائی تو بعد میں فرمایا: ”دیکھو نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے، اگر اس شخص سے سختی برتی جاتی تو ہرگز یہ بات نہ ہوتی۔ جن لوگوں کے عقائد مذہب (یعنی ڈانواں ڈول) ہوں ان سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں۔“

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ 1، صفحہ 90، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

جو بد عقیدہ اپنی گمراہی پر پختہ ہیں ان سے برتاؤ کے متعلق اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”رَبِّ عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ اے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو۔ اور مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے ﴿وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً﴾ لازم ہے کہ وہ تم میں درشتی (یعنی سختی) پائیں۔“

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ 1، صفحہ 90، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

جو شخص بد مذہبوں سے تعلقات قائم رکھے ہو ایسے شخص سے بھی حکمت عملی کے ساتھ قطع تعلقی کرنے کی اجازت ہے تاکہ وہ باز آئے اور بد مذہبوں سے دوری اختیار کرے۔ مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے گمراہوں اور مرتدوں سے میل جول رکھنے والے لوگوں کے متعلق پوچھا کہ ایسوں سے قطع تعلقی کرنی چاہئے کہ نہیں؟ تو آپ جواب فرماتے ہیں: ”جو لوگ ان مرتدین کے عقائد کفریہ پر مطلع ہوتے ہوئے ان سے میل جول رکھتے ہیں حرام کارگنہ گار ہیں۔ جس بد مذہب کی بد مذہبی حد کفر کو نہ پہنچی ہو جب اس سے بھی میل جول ناجائز تو ان مرتدین سے رسم راہ کے کیا معنی۔ بلکہ فاسق العقیدہ ہی نہیں فاسق العمل شخص کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں جب تک وہ توبہ نہ کرے۔۔۔۔۔ پھر بھی انہیں مرتدوں سے میل جول کی ممانعت کی تبلیغ اس انداز سے کرتے رہیں کہ وہ برانہ مائیں جوش غضب میں آکر انہیں کسی مصیبت میں نہ پھانس دیں۔“

(فتاویٰ مصطفویہ، صفحہ 477، 478، شبیر برادرز، لاہور)

اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عمرو سنی ہونے کے ساتھ بد مذہب کی بد مذہبی سے تو نفرت کرتا ہے لیکن بد مذہب کے یہاں کھانا پیتا ہے، اس عمرو سے بکر کی بھی دوستی ہے تو ایسی صورت میں بکر بھی کیا بد مذہب ہو جائے گا؟ تو اس کے

جواب میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”صورت مذکورہ میں عمرو بکر دونوں سنی مسلمان ہیں ان میں کوئی کافر یا گمراہ نہیں مگر عمرو فاسق گنہگار ہے کہ مرتد سے میل جول رکھتا ہے۔ وقد قال اللہ تعالیٰ ﴿وَلَا تَرَ كُنُوفَ الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾“ اور ”وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فایاکم وایاہم لا یضلونکم ولا یفتونکم“ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) ظالموں کی طرف مائل نہ ہو ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ان سے بچو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

اور بکر کا عمرو سے ملنا اگر بر بنائے مصلحت شرعیہ ہو کہ اس سے امید ہے کہ اس کی نصیحت مانے اور زید سے ملنا چھوڑ دے تو حرج نہیں ورنہ نامناسب ہے خصوصاً اس حالت کہ بکر کوئی اعزاز علمی و دینی رکھتا ہو کہ ایسے کو فاسق سے بے ضرورت اختلاف مکروہ ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 259، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”قادیانی اپنے کفریات قطعیت کی بنا پر علمائے اہلسنت کے نزدیک متفقہ طور پر کافر و مرتد ہیں۔ قادیانی کے بھائی کا اعتقاد اگر مذہب اہل سنت و جماعت کے مطابق ہے تو وہ بہر حال سنی ہے لیکن اپنے قادیانی بھائی سے میل جول اور آمد و رفت رکھتا ہے تو سخت گنہگار ہے، ایسے سنی کا بائیکاٹ کیا جائے لیکن بائیکاٹ کرنے میں اگر اس کے قادیانی ہو جانے کا اندیشہ ہو تو عوام سنی بائیکاٹ نہ کریں لیکن خواص سنی ضرور اس سے ترک تعلق کریں۔“

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد 2، صفحہ 590، شبیر بردارز، لاہور)

المنفصر یہ کہ بد مذہبوں کی صحبت زہر قاتل ہے۔ آج بھی اگر مسلمان ان گمراہ فرقوں والوں کی صحبت چھوڑ دیں اور اہل سنت عقائد کو جانیں تو یہ امت مسلمہ مزید تفرقہ

سے بچ سکتی ہے۔ جتنے بھی فرقے ہیں ان سب کی نظر اہل سنت و جماعت کے لوگوں پر ہوتی ہے اور ان کا یہی مقصد ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو اپنے فرقے میں لایا جائے کیونکہ دیگر فرقے والے اپنے اپنے مذہب میں پکے ہوتے ہیں، وہ اپنے مولویوں کی تقاریر سنتے ہیں، ان کی کتابیں پڑھتے ہیں۔ جبکہ اہل سنت و جماعت کے لوگ عموماً علم کی طرف توجہ نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ باپ دادا سنی ہوتے ہیں اور وہ اپنی اولاد کے عقائد کی پرواہ نہیں کرتے اور اولاد گمراہ ہو جاتی ہے۔ اسی فتنے سے دور رہنے کی نصیحت کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری وقت میں فرمایا تھا: ”تم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھولی بھیریں ہو، بھیرے تمہارے چاروں طرف ہیں یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکائیں، تمہیں فتنے میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔ ان سے بچو اور دور بھاگو۔“

(وصایا شریف، صفحہ 7)

بد مذہبوں سے قطع تعلقی کی صورتوں پر جتنا کلام کیا گیا ہے اس کا خلاصہ اعلیٰ حضرت کے اس کلام میں موجود ہے۔ ”احیاء العلوم میں یہ بھی ہے کہ اہل سنت کے عقیدے کا مخالف یا تو بدعتی ہے یا کافر ہے اور بدعتی یا اپنی بدعت کی طرف بلانے والا ہے ہوگا یا خاموش، یہ خاموشی یا تو اس کے عجز کی وجہ سے ہوگی یا اختیاری ہوگی تو فساد عقیدہ کی تین قسمیں ہیں: پہلی کفر ہے، اب کافر اگر اہل اسلام سے جنگ کرتا ہے، تو وہ قتل اور غلام بنائے جانے کا مستحق ہے، اور ان دونوں کے بعد توہین کا کوئی درجہ نہیں۔۔۔ اور دوسری قسم: وہ بدعتی جو اپنی بدعت کی طرف بلاتا ہو اب اگر بدعت اس حیثیت کی ہو کہ اس کے سبب وہ شخص کافر ہو، تو ایسے بدعتی کا معاملہ ذمی کافر سے سخت تر ہے (جیسا کہ اوپر میرے فتویٰ میں گزرا۔)۔۔۔ اور اگر بدعت اس قبیل سے ہو جس کی وجہ سے وہ شخص کافر نہ ٹھہرے تو اس

کا معاملہ اس کے نفس اور اللہ کے درمیان لامحالہ کافر سے خفیہ تر ہے لیکن اس پر انکار کا حکم کافر پر انکار سے زیادہ سخت ہوگا اس لئے کہ کافر کا شر متعدی نہیں اور بے شک مسلمان اس کو کافر جانتے مانتے ہیں تو اس کے قول کی طرف التفات نہیں کرتے، اور کافر اپنے لئے اسلام اور اعتقاد حق کا مدعی نہیں رہا۔ رہا وہ بدعتی جو اپنی بدعت کی طرف دوسروں کو بلائے اور یہ گمان رکھے کہ جس کا وہ داعی ہے وہ حق ہے، تو وہ شخص خلق کی گمراہی کا سبب ہے، تو اس کی شر متعدی ہے، تو اس سے بغض کو ظاہر کرنا شرعاً پسندیدہ ہے۔۔۔ اور اگر بدعتی تنہائی میں سلام کرے تو اس کے جواب میں حرج نہیں۔ اور اگر تم یہ جانو کہ اس سے روگردانی اور اس کے سلام کے جواب میں تمہارا خاموش رہنا اس کے جی میں اس کی بدعت کو برا ٹھہرے گا اور اس کو باز رکھنے میں موثر ہوگا تو جواب نہ دینا اولیٰ ہے، اس لئے کہ سلام کا جواب دینا اگرچہ واجب ہے پھر بھی اس صورت میں مصلحتاً وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔۔۔ تیسرا وہ عاصی بدعتی جو اپنی بدعت کی طرف بلانے کی قدرت نہیں رکھتا، لوگوں پر اس کی اقتداء کا اندیشہ نہیں تو اس کا معاملہ اگلے سے ہلکا ہے تو اولیٰ یہ ہے کہ ابتداء اس کے ساتھ سختی اور اہانت کا برتاؤ نہ کیا جائے بلکہ اس کے ساتھ نصیحت کے ذریعے مہربانی کی جائے اس لئے کہ عام لوگوں کے دل جلدی پھر جاتے ہیں۔ پھر اگر اس کو نصیحت نفع نہ دے اور اس سے روگردانی کرنے میں اس کی نظر میں اس کی بدعت کی برائی ظاہر ہوتی ہو تو اس صورت میں اس سے روگردانی کا استحباب مؤکد ہے۔ اور اگر وہ جانے کہ اس اعراض کا اس پر اس کی سخت طبیعت کی وجہ سے اور اس بدعت کے اعتقاد کا اس کے دل میں راسخ ہونے کی وجہ سے اثر نہ ہوگا تو اس سے روگردانی اولیٰ ہے اس لئے کہ اگر بدعت کی برائی ظاہر کرنے میں مبالغہ نہ کیا جائے تو وہ مخلوق میں پھیل جائے گی اور اس کی خرابی عام ہوگی۔“

(المعتقد المنتقد مترجم، صفحہ 344، مکتبہ برکات المدینہ، بہادر آباد، کراچی)

بد مذہبوں کے متعلق ان احکامات میں ایک شرعی حکم ہمیشہ پیش نظر رہے کہ ان سے لڑائی جھگڑا اور قتل و غارت کرنے کی اجازت نہیں۔ یہ حاکم کا کام ہے کہ بد مذہبوں و گستاخوں کو سزا دے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زکوٰۃ کے منکرین کے خلاف جہاد کیا اور حضرت علی المرتضیٰ نے خارجی فرقہ کے خلاف جہاد کیا۔ عوام کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں۔ ہاں جو مسلمان عشق رسول میں کسی گستاخ رسول کو واصل جہنم کر دے تو اس نے کوئی ناجائز و حرام فعل نہیں کیا۔

عوام کے لئے یہی شرع کا حکم ہے کہ ان گمراہوں سے قطع تعلقی اختیار کی جائے۔ اہل سنت و جماعت ملک و معاشرے میں قتل و غارت کرنے کو ناپسند کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کا کسی بھی کالعدم تنظیم میں نام نہیں ہے۔ دین و ملک کے لئے شہید ہونے والوں میں اہلسنت و جماعت ہمیشہ پیش پیش رہی ہے۔

### فاسق و فاجر سے قطع تعلقی

فاسق و فاجر شخص سے قطع تعلقی کرنے کا حکم ہے۔ فاسق و فاجر سے مراد شریعت پر نہ چلنے والا جیسے زانی، شرابی، ظالم وغیرہ۔ ایسے شخص سے قطع تعلقی کرنا قرآن پاک سے ثابت ہے ﴿وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَمَا تَمْسُكُمُ النَّارُ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ (سورۃ ہود، سورۃ 11، آیت 113)

علامہ صاوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ”(قوله الى الذين ظلموا) ای بالكفر او المعاصی۔۔۔ (قوله فتمسکم النار) ای لان المرء يحشر مع من احب“ ترجمہ: ظالم سے مراد عام ہے کافر ہوں یا فاسق ہے۔ اللہ عزوجل فرمان: تمہیں

آگ چھوئے گی، اس لئے کہ آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے محبت رکھے۔

(حاشیہ الصاوی علی الجلالین، فی تفسیر سورة ہود، سورة 11، آیت 113، جلد 3، صفحہ 936، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

تفسیر احمدی میں ہے ”ہم المبتدع والفسق والکافر والقعود مع کلہم ممتنع“ ترجمہ: ظالم لوگ بد مذہب اور فاسق اور کافر ہیں۔ ان سب کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

(التفسیرات الاحمدیہ، زیر آیت واماینسک الشیطن فلا تقعد، صفحہ 388، مطبعہ کریمیہ، بمبئی)

فاسق و فاجر قسم کے لوگوں سے قطع تعلقی کرنے کے متعلق تین احکام ہیں:

(1) اگر غالب گمان ہو کہ قطع تعلقی کرنے سے یہ راہ راست پر آجائے گا تو قطع

تعلقی کرنا واجب ہے۔

(2) اگر غالب گمان ہو کہ قطع تعلقی کرنے سے الٹا نقصان ہوگا یا فتنہ ہوگا تو قطع

تعلقی نہ کرنے کی اجازت ہے جبکہ اس کے فسق سے دلی طور پر نفرت کی جائے۔

(3) اگر پتہ ہے کہ قطع تعلقی کرنے سے یہ اپنے ناجائز فعل سے باز نہیں آئے گا

لیکن کوئی فتنہ بھی نہیں ہوگا تو ایسی صورت میں قطع تعلقی کرنا افضل عمل ہے، خصوصاً دینی

شخصیت کو ایسے لوگوں سے دور رہنا چاہئے۔

ظالم سے قطع تعلقی کرنے کا حکم

جو شخص لوگوں پر ظلم کرتا ہو اس سے قطع تعلقی کی جائے تاکہ وہ اپنے ظلم سے باز

آئے۔ امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل

میں کہ زید شخص تارک صوم و صلوة، غاصب، سخت جابر و ظالم زبردست قابو یافتہ ہے وہ چاہے



جس کا مال جبراً خرید لیتا ہے اور پورا روپیہ نہیں دیتا ہے، ہزار ہا روپیہ لوگوں کا مار رکھا ہے، عام لوگ نالاں ہیں اور سخت ظلم یہ ہے کہ جن بندگان خدا کو اپنی مرضی کے خلاف پاتا ہے تو اپنے میل کے دس پانچ اشخاص جمع کر کے چاہے جس کا کاروبار بازار نکاح شادی برادری سے خارج کر کے سب بند کر دیتا ہے کہ جو باعث اشد ایذا رسانی و آبروریزی بدنامی تنگی گرسنگی ہتک حرمت کا ہوتا ہے چونکہ جس شخص کا جو پیشہ ہوتا ہے وہ اپنے گزراوقات اس پیشہ سے کرتا ہے۔ جب پیشہ بند ہو جاتا ہے تو وہ مظلوم مع اپنے متعلقین کے فاقہ کشی کر کے تباہ و برباد ہو جاتا ہے حالانکہ تمام برادری کے لوگ اس سے نالاں ہیں لیکن بخوف دم نہیں مارتے خاموش ہیں اس لئے کہ سوال یہ ہے کہ:

(1) یہ کہ ایسا شخص ظالم جابر جہول بحکم خدا و رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ

و سلم کس کس سزا کا سزاوار ہے؟

(2) یہ کہ جابر ظالم کے مددگار انکہ جن کے زور ظلم ظالم کرتا ہے کس کس حکم کے

لائق ہیں؟

(3) دیگر اہل برادری ایمان داران کو ظالم جابر کا ناحق ماننا چاہئے یا اس کا حکم

بجرم زنا و شراب خوری و جبر و ظلم کے اس کو برادری اسلام سے خارج کرنا اور اس سے سلام

میل جول خوردنوش لین دین ترک کرنا واجب تھا یا کیا اور اس کے ساتھی و مددگار ان کو ظالم

سے توبہ کر کے حقارت واجب ہے یا کیا؟

(4) جو لوگ فتویٰ سن کر عمل نہ کریں ضد و ہت کریں مظلوم کی دادرسی نہ کریں حکم

ظالم کو خدا و رسول پر ترجیح دیں ان کے واسطے کیا حکم ہے؟

جواب امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”(1) جس شخص میں امور

مذکورہ سوال ہوں وہ مستحق عذاب نار و غضب جبار و لعنت پروردگار و العیاذ باللہ تعالیٰ، وہ اللہ و رسول کو ایذا دیتا ہے اور اللہ و رسول کا ایذا دینے والا فلاح نہیں پاتا۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے ﴿ان الذین فتنوا المؤمنین و المؤمنات ثم لم یتوبوا فلهم عذاب جہنم و لهم عذاب الحریق﴾ بیشک جن لوگوں نے مسلمان مردوں عورتوں کو فتنے میں ڈالا پھر توبہ نہ کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے آگ کا عذاب۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”من اذی مسلماً فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ“ جس نے ناحق کسی مسلمان کو ایذا دی بیشک اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عز و جل کو ایذا دی۔

اللہ عز و جل فرماتا ہے ﴿اللعنة الله على الظلمین﴾ سنتا ہے اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”الظلم ظلمات یوم القیمة“ ظلم اندھیریاں ہے قیامت کے دن۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(2) ظلم کے مددگار ظالم ہیں اور اس سے بڑھ کر عذاب و غضب و لعنت کے سزاوار۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے ﴿لا تعاونوا علی الاثم و العداوان﴾ تم پر حرام ہے کہ گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”من مشی مع ظالم لبعینہ و هو یعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر و الضیاء فی صحیح المختارۃ عن اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ جو دیدہ و دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اسے مدد دینے چلا وہ اسلام سے نکل گیا۔ اس کو

طبرانی نے معجم کبیر میں اور ضیاء نے صحیح المختارہ میں اوس بن شریبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(3) ہاں مددگاروں پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور اس کی مدد سے جدا ہوں، اللہ عزوجل قرآن کریم میں کسی مسلمان کے ساتھ مسخرگی کرنے، اس پر طعن کرنے، اس کا برا لقب رکھنے سے منع کر کے فرماتا ہے ﴿وَمَنْ لَّمْ يَتَّبِعِ فَاوْلٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ جو ان باتوں سے توبہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔

ان باتوں کو افعال مذکورہ سوال سے کیا نسبت، جو ان میں مدد سے توبہ نہ کریں کیسے سخت درجے کے ظالم ہوں گے، اہل برادری یا کسی مسلمان کو ظالم کا حکم اس کے ظلموں میں ماننا جائز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”لا طاعة لاحد فی معصية الله تعالى“ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔

اور ظالم باز نہ آئے تو مسلمانوں کو چاہئے اسے برادری سے نکال دیں اس سے میل جول چھوڑ دیں اس کے پاس نہ بیٹھیں کہ اس کی آگ انہیں بھی نہ پھونک دے۔ اور فرماتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ ﴿وَاٰمٰنِیْنِکَ الشَّیْطٰنُ فَاَلْتَقِعْ دَیْمًا مَعِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

(4) جو مظلوم کی دادی پر قادر ہو اور نہ کرے تو اس کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”من اغتیب عندہ اخوہ المسلم فلم ینصرہ وهو لیستطیع نصرہ ادرکہ اللہ تعالیٰ فی الدنیا والآخرۃ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبة وابن عدی فی الکامل عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ جس کے سامنے مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور یہ اس کی مدد پر قادر ہو اور نہ

کرے اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت دونوں میں ذلیل کرے گا۔ اس کو محدث ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبة میں اور ابن عدی نے الکامل میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اور حکم سن کر گناہ پر ہٹ کرنا استحقاق عذاب نار ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ جب اس سے کہا جائے اللہ سے ڈرتو اسے گناہ کی ضد چڑھے ایسے کو جہنم کافی ہے اور کیا برا ٹھکانا۔ ابلیس کی پیروی سے حکم خدا و رسول پر نہ چلنا اور ظالم کے حکم پر چلنا گناہ ہے کبیرہ ہے استحقاق جہنم ہے مگر کوئی مسلمان کیسا ہی فاسق فاجر ہو یہ خیال نہیں کرتا کہ اللہ و رسول کے حکم پر اس کے حکم کو ترجیح ہے ایسا سمجھے تو آپ ہی کافر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 346۔۔ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

### زانی اور ناچ گانے والے سے تعلقات رکھنا

زانی اور ناچ گانے والوں سے تعلقات رکھنا منع ہے۔ ایسے لوگوں سے نہ سلام و مصافحہ کیا جائے اور نہ دوستی کی جائے اور نہ ان کے ہاں سے کھانا کھایا جائے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا: ”جنھوں نے زنا کاری اور ناچنا گانا اپنا پیشہ بنا رکھا ہے بلکہ پیشہ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اور اس فعل شنیع پر اصرار کئے بیٹھے ہیں اور اسی پر ان کی عمر گزرتی ہے اور اس زنا کی آمدنی پر ان کا کھانا پینا پہننا اور تمام امور ہوتے ہیں اہل اسلام کو ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے؟ ان کے ساتھ میل جول بات چیت کرنا ان کے یہاں سے کچھ کھانا پینا یا ان کی خیرات صدقات سے کچھ حاصل کرنا یا ان کا کوئی کام کرنا اس کی اجرت لینا یا ان کا جنازہ پڑھنا یا شریک جنازہ ہونا یا انھیں غسل دینا یا ان کے ہاتھ کوئی

چیز اس آمدنی کے عوض فروخت کرنا یا ان سے خریدنا وغیرہ وغیرہ شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟“  
 جواباً آپ فرماتے ہیں: ”ان سے میل جول نہ چاہئے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَمَا يَنْسِيكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہیں شیطان کسی بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آ جانے کے بعد کبھی ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

بلکہ اور بہت فاسقوں سے اس بارے میں ان کا حکم اشد ہے کہ ان سے ملنے میں آدمی متہم ہوتا ہے اور موضع تہمت سے بچنے کا حکم مؤکد ہے۔ حدیث میں ہے ”مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَقْفَنُ مَوَاقِعَ التَّهْمِ“ جو کوئی اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ مقامات تہمت میں نہ ٹھہرے۔

زنا وغنا پر جو مال حاصل کیا جاتا ہے وہ ان لوگوں کی ملک نہیں ہوتا ان کے ہاتھ میں مثل منصوب ہوتا ہے ”کَمَا صَرَحَ بِهِ فِي الْفَتَاوَى الْعَالَمَكِيَّةِ وَغَيْرِهَا“ (جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری اور دوسرے فتاویٰ میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے۔) نہ اس کا اجرت میں لینا جائز نہ کسی چیز کی قیمت میں لینا جائز، صدقہ و ہدیہ تو دوسری بات ہے بلکہ وہ جو کچھ کسی فقیر کو دے اسے خیرات کہنا حرام ہے۔ اس پر امید ثواب رکھنے کو علماء نے کفر لکھا ہے۔ اور جو مال بعینہ انہوں نے ان حرام افعال کے عوض حاصل کیا اس کا خریدنا بھی حرام اس کا کھانا بھی حرام۔۔۔ ان کے یہاں کھانا پینا ویسے ہی ممنوع ہے۔ رہا جنازہ اور اسکی نماز، اگر یہ لوگ مسلمان ہوں تو ضرور فرض ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا ”الصلوة واجبة علیکم علی کل مسلم یموت براکان او فاجرا وان هو عمل الكبائر“ تم پر ہر مسلمان کے جنازے کی نماز فرض ہے وہ نیک ہو یا بد اگرچہ اس نے کبیرہ گناہ کئے ہوں۔

مگر اس قسم کے جو پیشہ ور لوگ ہیں ان کا ایمان سلامت رہنا بہت دشوار معلوم ہوتا ہے ان کے یہاں کی رسم سنی گئی ہے کہ جب لڑکی سے اول بار زنا کراتے ہیں اسے دلہن بناتے ہیں اور نیاز دلاتے ہیں اور مبارک سلامت ہوتی ہے ایسا ہے تو یقیناً وہ سب کافر ہو جاتے ہیں ان پر نماز حرام ان کے جنازہ کی شرکت حرام "نَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ" (ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد 23، صفحہ 328، 329، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

### فاحشہ سہیلی سے دوستی رکھنا

عصر حاضر میں بُری عورتوں سے دوستی نیک شریف عورتوں کو ورغلا دیتی ہے۔ اس لئے عورت کا آوارہ و فاحشہ عورت سے دوستی رکھنا مناسب نہیں پھر اگر اس کی صحبت سے خرابی کا اندیشہ ہو تو اور زیادہ ممانعت ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا: "کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک فاحشہ مسلمہ سے پردہ جو آیا ہے وہ جس مصلحت سے معلوم ہے مگر ایسا موقع ہو کہ باہم فاحشہ اور غیر فاحشہ مسلمہ قرابت اخت عینی کی رکھتے ہوں تو وہ بھی اس حکم میں داخل ہے یا نہیں؟ اور اگر کبھی کبھی بتقاضائے محبت خون اسے اپنے سے مل لینے دے تو کیا مرتکب کبیرہ ہوگی؟" بینوا تو جروا" بیان فرماؤ اجر و ثواب پاؤ۔"

جواب آپ فرماتے ہیں: "قول علماء (علماء کا فرمان ہے) "لا ینبغی للمرأة"

الصالحة ان تنظر الیہ المرأة الفاجرة کما فی السراج الوہاج والہندیة و رد المحتار" یہ مناسب نہیں کہ نیک اور پارسا عورت کی طرف بدکار عورت دیکھے جیسا کہ سراج وہاج فتاویٰ ہندیہ اور رد المحتار میں ہے۔

اور اسی طرح ارشاد الہی عزوجل ﴿وَأَمَّا يَنْسِيكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ  
الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ اگر تجھے شیطان (بری مجلس سے اٹھ کر چلے  
جانا) بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔

ہر صورت کو عام ہے اور مصلحت بھی عام بلکہ ایسی قرابت قریبہ میں برا اثر پڑنے کا  
زیادہ احتمال کہ اجنبیہ سے نہ اتنا میل ہوتا ہے نہ اس کی طرف اتنا میل ”والمہاجرۃ لامثال  
هذا لا یعد من القطع المنہی عنہ فقد صح مثله عن الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ  
عنہم فی اقل من هذا منہم عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما“ اس قسم کے  
چھوڑنے کو اس انقطاع میں شمار نہیں کیا جاتا کہ حدیث میں جس کی نہی وارد ہوئی ہے کیونکہ  
اس سے کم درجہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس نوع کی کارروائی بصحت  
ثابت ہے ان میں سے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں۔

ہاں یہ حکم احتیاطی ہے اگر نادرا کبھی کچھ دیر کو اسے مل لینے دے تو کبیرہ نہیں ”کما  
یدل علیہ قولہم لا ینبغی“ (جیسا کہ اس پر ان کے قول ”یہ مناسب نہیں“ سے دلیل دی  
جاسکتی ہے۔) مگر احتیاط ضروری ہے جب دیکھے کہ اب کچھ بھی برا اثر پڑتا معلوم ہوتا ہے  
فورا انقطاع کلی کرے اور اس کی صحبت کو آگ جانے، اور انصاف یہ ہے کہ برا اثر پڑتے  
معلوم نہیں ہوتا اور جب پڑ جاتا ہے تو پھر احتیاط کی طرف ذہن جانا قدرے دشوار ہے لہذا  
امان و سلامت جدار بننے ہی میں ہے ”وبالنسبۃ التوفیق“ اور اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے توفیق  
میسر آتی ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 22، صفحہ 204، 205، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

جو عورت شوہر کو چھوڑ کر غیر مرد کے ساتھ بھاگ جائے

مرد عورت گھر سے بھاگ جائیں تو ان دونوں سے قطع تعلقی کی جائے تاکہ وہ

اپنے حرام فعل سے باز آئیں، اگر عورت شادی شدہ ہو تو شوہر کا ایسی عورت کو طلاق دینا بھی جائز ہے، اگر طلاق نہ دے اور واپس رکھ لے تو بھی اجازت ہے۔ مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا: ”ہندہ کا نکاح زید سے ہوا تھا کچھ دن کے بعد ہندہ مدخول بہا بغیر طلاق لئے بکر کے گھر چلی گئی، بلا نکاح دو سال سے زائد گزر گئے، نا جائز بچے بھی جنم لے لئے، تو کیا ہندہ اور بکر کا بائیکاٹ کر دیا جائے؟ بائیکاٹ کرنے کی حالت میں اگر کسی نے اس کے گھر کھاپی لیا اس مصلحت سے کہ سنیت میں کچھ مدد ملے گی، کیا اس کا کھاپی لینا بکر کے گھر بالکل حرام ہے؟ گنہگار ہوگا؟ اور بائیکاٹ کیوں کیا جائے گا؟ کیا مصلحت ہے؟“

جواب آپ فرماتے ہیں: ”ہندہ اور بکر سخت گنہگار، لائق عذابِ قہار، مستحق عذابِ نار ہیں۔ بے شک ان کا بائیکاٹ کرنا مسلمانوں پر لازم ہے، ان کے ساتھ اسلامی تعلقات رکھنا گناہ ہے۔ سنیت میں کچھ مدد ملنے کا بہانہ کر کے اس کے گھر کھانے والے گنہگار تو بہ کریں، اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو ہندہ اور بکر زنا کاری کی صورت میں سو کوڑے مارے جاتے یا سنگسار کئے جاتے۔ موجودہ صورت حال میں زجر و توبیح کے لئے ان کا بائیکاٹ کرنا مسلمانوں پر لازم ہے۔ اگر مسلمان ایسا نہ کریں تو وہ بھی سخت گنہگار مستحق عذابِ نار ہوں گے۔“

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد 1، صفحہ 646، 647، شبیر برادرز، لاہور)

تین طلاقوں کے باوجود بغیر حلالہ کے سابقہ بیوی کو پاس رکھنا

جس شخص نے تین طلاقیں اپنی بیوی کو تحریری یا زبانی دیں اگرچہ ایک ہی وقت

میں اکٹھی تین دیں تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے اب بغیر حلالہ کے رجوع ممکن نہیں

ہے۔ اگر مرد بغیر حلالہ کے اسے اپنے پاس رکھے تو سخت گناہ گار ہے ایسے شخص سے قطع تعلقی



کی جائے۔ مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”طلاق دینے کے باوجود اگر وہ پہلی بیوی سے کسی قسم کا ناجائز تعلق رکھتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ سختی کے ساتھ اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔“

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد 1، صفحہ 595، شبیر بردارز، لاہور)

زانی اور زانیہ کی حمایت کرنے والوں سے قطع تعلقی کرنا

جو لوگ زانی اور زانیہ کی کسی طرح بھی حمایت و مدد کریں وہ بھی گناہ گار ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں سے بھی قطع تعلقی کا حکم ہے۔ مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”شرعی حد قائم کرنا ممکن نہ ہو تو کم از کم زانی اور زانیہ اور ان کے ہر حمایتی کا بائیکاٹ کیا جائے۔۔۔ عورت کے سر پرستوں نے اسے آزاد رکھا، بے پردہ باہر نکلنے سے نہ روکا اور غیر محرم کی مخالفت سے منع نہ کیا تو وہ بھی سخت گنہگار ہیں، ان سب کا بائیکاٹ کیا جائے۔ اور مرد کے سر پرستوں کو اس کی غلط روی کا علم نہ تھا یا علم تھا مگر اسے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی تو وہ بری الذمہ ہیں۔“

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد 1، صفحہ 623، شبیر بردارز، لاہور)

بیٹا زانی ہو تو باپ کیا کرے؟

اگر اولاد زانی ہو تو والدین ان سے قطع تعلقی کر سکتے ہیں، اسے گھر سے نکال سکتے ہیں۔ اگر ایسی صورت ہو کہ اولاد کو منع کرنے کی طاقت نہیں تو والدین زبان سے منع کریں، یہ بھی ممکن نہیں تو دل میں بُرا جائیں اور دعا کریں کہ اللہ عز و جل انہیں ہدایت دے۔ مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”زید کے بیٹے خالد نے اگر چہ مارن سے زنا کیا اور زید اس سے راضی رہا، پھر بکرنے اس گھر کا کھانا لیا یا کسی قسم کا اسلامی تعلق رکھا تو زید و بکرنے دونوں بالا اعلان توبہ کریں اور لڑکے خالد پر علانیہ توبہ کرنا فرض ہے۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو

زید پر واجب ہے کہ ایسے لڑکے کو گھر سے نکال باہر کرے اور ہرگز کوئی تعلق و رواداری اس سے نہ رکھے۔“

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد 2، صفحہ 600، شبیر بردارز، لاہور)

جن لوگوں کی عورتیں زانیہ ہوں ان سے میل جول رکھنا

اگر کسی کی بیٹی یا بہن وغیرہ معاذ اللہ بد کردار ہو اور یہ شخص اس کو منع نہ کرتا ہو تو اس سے قطع تعلقی کی جائے، اگر صورت یہ ہے کہ وہ منع کرتا ہے لیکن بیٹی یا بہن مانتی نہیں اور یہ روکنے کی استطاعت نہیں رکھتا تو قابل گرفت نہیں ہے، ایسے شخص کے لئے حکم ہے کہ دل میں بُرا جانے اور اس سے تعلق قائم رکھنا جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورات طوائف پیشہ خواہ بلا نکاح ایک کی پابند ہوں یا نہ ہوں ان سے اور ان کے ذکور سے اختلاط و اتحاد رکھنا اور شادی اور مجلسوں میں اپنے مکانات پر ان کو بطور برادرانہ بلانا اور اپنی عورتوں کو بے پردہ طوائفوں کے سامنے کرنا اور جو لوگ شامل و شربکا۔ ان طوائفوں کے رہتے ہیں ان کو بہ نیت ترقی اعزاز و افتخار ایک دسترخوان پر اور دیگر اہل اسلام کو بھی ان کے ساتھ کھلانا پلانا اور ایسے ذکور رواناٹ کے یہاں خود جا کر کھانا اور دوسروں کو طوائفوں کی دعوتوں میں لے جانا اور جو مسلمان ایسے برتاؤ کو اچھا نہ سمجھتا، اس کو برا کہنا بلکہ اس رواج کے قائم دائم اپنی کوشش کرنا یہ سب جائز ہے یا ناجائز؟ اور ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟ اور موروثوں کو نابالغ بچوں کو فحش گیت گانے یا فحش کلام کرنے سے منع نہ کرنا کس درجہ کا گناہ ہے؟ کتاب سے بیان فرماؤ و رحمٰن سے ثواب پاؤ گے۔“

جواب آپ فرماتے ہیں: ”ایسی حرکات نہایت شنیع و ناپاک اور ایسے اشخاص سراسر

خطا کار و بیباک اور ایسے برتاؤ معاذ اللہ باعث عذاب و ہلاک ہیں۔ رنڈی اگرچہ بلا نکاح

ایک کی پابند ہو علانیہ فاحشہ زانیہ اور اس کے مرد قلتبان و دیوث ہیں، یہ سب کے سب ہر وقت اللہ عزوجل کے غضب میں ہیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "تفتح ابواب السماء نصف الليل فينادي مناد هل من داع فيستجاب له هل من سائل فيعطى هل من مكروب فيفرج عنه لا يبقى مسلم يدعوا لله بدعوة الاستجاب الله عزوجل له الا زانية تسعى بفرجها او عشار، رواه احمد بسند مقارب والطبراني في الكبير واللفظ له عن عثمان بن ابي العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ" آدھی رات کو آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور منادی ندا کرتا ہے کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول فرمائی جائے، ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے عطا کریں، ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اس کی مشکل کشائی ہو۔ اس وقت جو مسلمان اللہ عزوجل سے کوئی دعا کرتا ہے مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ قبول فرماتا ہے، مگر زانیہ کہ اپنی شرم گاہ کی کمائی کھاتی ہے، یا لوگوں سے بے جا ٹیکس لینے والا۔ امام احمد نے اس کو سند مقارب کے ساتھ روایت کیا۔ اور امام طبرانی نے "الكبير" میں روایت کی اور الفاظ اسی کے ہیں حضرت عثمان بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمائی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ثلاثة لا يدخلون الجنة ابدا النديوث و الزجلة من النساء و مدمن الخمر. رواه الطبراني عن عمار بن ياسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند حسن" تین شخص کبھی جنت میں نہ جائیں گے دیوث اور مردانہ وضع بنانے والی عورت اور عادی شرابی۔ امام طبرانی نے اس کو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "ثلاثة لا يدخلون الجنة العاق لوالديه و"

الديوث ورجلة النساء. رواه الحاكم في المستدرک و البيهقي في الشعب بسند صحيح عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما "تین شخص جنت میں نہ جائیں گے ماں باپ کو ایذا دینے والا اور دیوث اور مرد بننے والی عورت۔ حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے شعب میں صحیح سند کے ساتھ اسے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

یہ لوگ کہ ان بدکار عورتوں دیوث مردوں سے دوستی رکھتے ہیں روز قیامت انھیں کے ساتھ اٹھیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لا یحب رجل قوما الا جعله الله معهم، رواه النسائی عن امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ" جو جس قوم سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے انھیں کے ساتھ کر دے گا۔ اسے نسائی نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "من احب قوما حشره الله في زمرةهم رواه الطبرانی فی الكبير والاضیاء فی المختارہ عن ابی قرصافة رضی اللہ تعالیٰ عنہ" جو جس قوم سے دوستی کرے گا اللہ تعالیٰ انھیں کے گروہ میں اٹھائے گا۔ طبرانی نے معجم کبیر میں اور ضیاء نے مختارہ میں حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "المرء مع من احب: رواه الشيخان عن ابن مسعود عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، هو متواتر" آدمی اپنے دوست کے ساتھ ہوگا۔ اس کو امام بخاری و مسلم نے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعالیٰ عنہ سے انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا یہ حدیث متواتر ہے۔

ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے کا حال بھی سن لیجئے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم فرماتے ہیں ”ان اول ما دخل النقص علی بنی اسرائیل کان الرجل یلقى الرجل فیقول یا هذا اتق اللہ ودع ما تصنع فانہ لا یحل لک ثم یلقاہ من الغد وہو علی حالہ فلا یمنعہ ذلك ان ینکون اکیلہ وشریبہ و قعیدہ فلما فعلوا ذلك ضرب اللہ لوب بعضهم ببعض ثم قال لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسیٰ ابن مریم ذلك بما عصوا وکانوا یعتدون ○ کانوا لا یتناہون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون ○ الحدیث. رواہ ابو داؤد و اللفظ لہ و الترمذی و حسنہ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ بنی اسرائیل میں پہلی خرابی جو آئی وہ یہ تھی کہ ان میں ایک شخص دوسرے سے ملتا اس سے کہتا اے شخص! اللہ سے ڈر اور اپنے کام سے باز آ کہ یہ حلال نہیں۔ پھر دوسرے دن اس سے ملتا اور وہ اپنے اسی حال پر ہوتا تو یہ مرد اس کو اس کے ساتھ کھانے پینے پاس بیٹھنے سے نہ روکتا۔ جب انہوں نے یہ حرکت کی اللہ تعالیٰ نے ان کے دل باہم ایک دوسرے پر مارنے کہ منع کرنے والوں کا حال بھی انہیں خطا والوں کے مثل ہو گیا۔ پھر فرمایا بنی اسرائیل کے کافر لعنت کے گئے داؤد و عیسیٰ بن مریم کی زبان پر۔ یہ بدلہ ہے ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کو برے کام سے نہ روکتے تھے۔ البتہ یہ سخت بری حرکت تھی کہ وہ کرتے تھے۔ امام ابو داؤد نے حدیث مذکور کو روایت کیا اور یہ الفاظ انہیں کے ہیں۔ امام ترمذی نے اس کی تحسین فرمائی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿و اما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکر ای مع القوم الظلمین﴾ اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھ۔

تفسیر احمدی میں ہے ”ہم المبتدع والفساق والکافر والقعود مع کلہم ممتنع“ ظالم لوگ بد مذہب اور فاسق اور کافر ہیں ان سب کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

مروئی ہوا اللہ عزوجل نے یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی میں تیری بستی سے چالیس ہزار اچھے اور ساٹھ ہزار برے لوگ ہلاک کروں گا۔ عرض کی الہی! برے تو برے ہیں اچھے کیوں ہلاک ہوں گے۔ فرمایا ”انہم لم یغضبوا بغضبی واکلوہم وشاربوہم رواہ ابن ابی الدنیا و ابو الشیخ عن ابراہیم عن عمر الصنعانی“ اس لئے کہ جن پر میرا غضب تھا انہوں نے ان پر غضب نہ کیا اور ان کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رہے۔ ابن ابی الدنیا اور ابو الشیخ نے ابراہیم سے انہوں نے عمر صنعانی سے اس کو روایت کیا۔

ایسے لوگ شرعاً مستحق تذلیل و اہانت ہیں اور نماز کی امامت ایک اعلیٰ درجہ کی تعظیم و تکریم ہے۔ شرعاً مطہر جس کی اہانت کا حکم دے اس کی تعظیم کیونکر روا ہوگی، ولہذا علماء کرام فرماتے ہیں کہ فاسق اگرچہ سب موجود میں سے علم میں زائد ہو اسے امام نہ کیا جائے کہ امامت میں اس کی تعظیم ہو حالانکہ شرعاً اس کی توہین واجب ہے۔ مراقی الفلاح و فتح اللہ المعین و طحاوی علی الدر المختار میں ہے ”اما الفاسق الا علم فلا یقدم لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً“ امام کے طور پر کسی فاسق کو برائے امامت آگے کرنا جائز اور درست نہیں خواہ وہ بڑا عالم ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے اور فاسق کی تعظیم نہیں بلکہ از روئے شرع اس کی توہین ضروری ہوتی ہے۔

اپنی عورتوں کو رنڈیوں کے سامنے بے پردہ حجاب کرنے والے ان سے میل ملاقات کرانے والے یا سخت احمق مجنون بد عقل ہیں یا نرے بے حیا بے غیرت بے شرم۔ عورت موم کی ناک بلکہ رال کی پڑیاں بلکہ بارود کی ڈبیا ہے آگ ایک ادنیٰ سے لگاؤ میں

حقیقت سے ہو جانے والی ہے عقل بھی ناقص اور دین بھی ناقص اور طینت میں کجی اور شہوت میں مرد سے سو حصہ بیشی، اور صحبت بد کا اثر مستقل مردوں کو بگاڑ دیتا ہے۔ پھر ان نازک شیشوں کا کیا کہنا، جو خفیف ٹھیس سے پاش پاش ہو جائیں۔ یہ سب مضمون یعنی عورات کا ناقصات العقل والدین اور کج طبع اور شہوت میں زائد اور نازک شیشیاں ہونا صحیح حدیثوں میں ارشاد ہوئے ہیں۔ اور صحبت بد کے اثر میں تو بکثرت احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ ازاں جملہ یہ حدیث جلیلہ کہ مشکوٰۃ حکمت نبوت کی نورانی قندیل ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 22، صفحہ 208۔ برضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جو بد فعلی کرنے والا ہو اس سے میل جول رکھنا اور اسے امام بنانا

شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی مصطفیٰ رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا: ”ایک شخص نے مسجد کے اندر لونڈا بازی کی مسلمانوں کو معلوم ہونے پر توبہ استغفار کرایا۔ یہی شخص محلہ کے اندر چوری کی جس کی وجہ سے جرم قائم ہو کر کے سزا یافتہ ہوا۔ یہی شخص نے غیر عورت سے زنا کیا دونوں شادی شدہ تھے، دوبارہ توبہ استغفار کرایا اور قرآن ہاتھ میں لے کر قسم کھائی کہ آئندہ زنا ہرگز نہ کروں گا۔ پھر شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا کرتے وقت دیکھا اور ہر قوم میں وہر جگہ اس شخص کی شہرت پھیل گئی بعدہ محلہ کے تمام مسلمان اکٹھے ہو کر مشورہ کیا کہ یہ شخص اپنے محلہ کے اندر بارہا زنا کیا ہے۔ اس لئے اقرار نامہ لکھا کہ آئندہ کے لئے اس شخص کو محلہ کے اندر نہ آنا چاہئے ترک موالات کرایا۔ یہ شخص غیر محلہ کا رہنے والا ہے اور چھ سال تک ہمارے محلہ کے اندر نہ آنے پائے۔ بعضے شخص نا اتفاقی کی وجہ سے اس شخص کو مسجد کے اندر لائے اور اس شخص کے آنے سے محلہ کے اندر فتنہ فساد پھیل گئے ہیں، اس شخص کے مسجد میں آنے کی وجہ سے ہمارے محلہ کے اندر نا اتفاقی پھیل کر پنج وقتہ نمازوں کی

جماعت ٹوٹ گئی۔ یہی شخص ہنود کے ساتھ خنزیر کا شکار کھیلنے کو جایا کرتا ہے اور کئی کئی روز شکار گاہ میں رہ جاتا ہے۔ اس شخص کا شرعاً مسجد و محلہ کے اندر آنا جائز ہے یا نہیں اور یہ مسجد محلہ کے اندر ہے؟ اور یہی شخص امامت کے قابل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اوپر لکھے ہوئے سوالوں کا جواب ساتھ دلیل دے کر ثواب دارین حاصل فرمائیں اندیشہ خوزری کا ہے، جواب جلد مرحمت فرمائیں؟

جوابا آپ فرماتے ہیں: ”وہ شخص سخت شدید گنہگار مستحق تار ہے، اس سے میل جول ناجائز ہے، اس کے اس حال بد حال پر مطلع ہو کر جو اس کے ساتھی ہیں وہ بھی گنہگار ہیں، اس ظالم کی رسی میں گرفتار ہیں، ان پر بھی توبہ لازم۔ یہ لوگ اگر توبہ نہ کریں تو اس کی طرح ان کا بھی حقہ پانی بند کر دینا چاہئے۔ ان سے بھی میل جول موقوف کیا جائے۔ وہ ہرگز امامت کا اہل نہیں، اسے ہرگز امام نہ بنایا جائے، اس کے پیچھے نماز مکروہ اسے امام بنانا گناہ۔ غنیۃ تبیین الحقائق وغیرہما میں ہے ”لو قدموا فاسقا یا ثمون“ در مختار میں ہے ”کل صلوة ادیت مع کراہة التحريم تجب اعدتها“ جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں، ان کا اعادہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ مصطفویہ، صفحہ 210، 211، شبیر برادرز، لاہور)

جوزانی اور زانیہ سے میل جول رکھے

جس طرح زانی اور زانیہ سے قطع تعلقی کا حکم ہے اسی طرح جوزانیوں سے میل جول رکھے اس سے بھی قطع تعلقی کی جائے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ایک مسئلہ کے جواب میں فرماتے ہیں: ”اگر ان لوگوں نے زانی و زانیہ کی توبہ کے بعد ان سے میل جول کیا ہے تو ان پر اس سے کچھ الزام نہیں اور اس بنا پر ان کا حقہ پانی بند کرنا ناجائز ہے، اور



اگر بغیر توبہ کے میل جول کر لیا تو بیجا کیا اس حالت میں بطور تنبیہ انکا حقہ پانی بند کرنے میں حرج نہیں، توبہ کے لئے اولیاء کا مواجہہ ضرور نہیں، ہاں بنظر حق العبدان کی معافی کی ضرورت ہے مگر بغیر اس کے جتنی توبہ کی ہے وہ بھی نامعقول سمجھی جائے، یہ محض باطل ہے۔

یہاں ترکِ تعلق کے سوا کوئی سزا جاری نہیں ہو سکتی اور زنائے زن سے شوہر پر کچھ الزام نہیں جبکہ وہ اس پر راضی نہ ہو۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کوئی جان دوسرے کا بوجھ (گناہ) نہ اٹھائے گی۔ اگر وہ زنا میں سماعی تھے یا بعد زنا بلا توبہ انکے حامی ہوئے تو بھی مستحق سزائے شرع ہیں ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 13، صفحہ 619، رر ضافاؤنڈیشن، لاہور)

جو شخص اپنی بیوی پر ظلم کرے

جس شخص کے بارے میں پتہ ہو کہ وہ بیوی کو بیجا مارتا ہے، اس کے حقوق پورے نہیں کرتا، اس کو بھوکا یا قید میں رکھتا ہے تو ایسے ظالم شخص سے قطع تعلقی کی جائے۔ مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”نان و نفقہ نہ دینا اور طلاق بھی نہ دینا عورت پر ظلم ہے، جس کے سبب زید ظالم سخت گنہگار اور حق العبد میں گرفتار ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿ و علی المولود له رزقهن و کسوتهن بالمعروف ﴾ لہذا زید پر لازم ہے کہ اس کو اپنے پاس رکھے اور اس کے حقوق ادا کرے اور یا تو طلاق دے۔ اگر دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں نہ اس کے پاس بیٹھیں اور نہ اس کو اپنے پاس بیٹھنے دیں۔ اگر مسلمان ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔“

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد 2، صفحہ 225، شبیر پبلشرز، لاہور)

## سود خور سے میل جول رکھنا

آج کل سود خوری بہت عام ہے بینک میں رکھ کر سود لیا جاتا ہے، انشورنس کروائی جاتی ہے، کسی کو قرض دے کر اس پر ماہانہ کچھ پیسے لئے جاتے ہیں، سودی نوکریاں کی جاتی ہے جس میں لوگوں کو سودی قرض لینے کا ذہن دیا جاتا ہے، سود کی لکھت پرت، گواہی اور حساب و کتاب کا کام کرنا پڑتا ہے، یہ سب کچھ ناجائز و حرام ہے۔ ایسے لوگوں سے میل جول نہ رکھا جائے اور نہ ان کے ہاں سے کچھ کھایا جائے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سود خور کے ساتھ میل جول کرنا اور شادی اور پنچایت میں بلا ناجائز ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب و بادلیل جواب عنایت فرمائیں۔ بینواتو جروا۔“

جواب آپ فرماتے ہیں: ”سود خور کہ علانیہ سود کھائے اور تو بہ نہ کرے، باز نہ آئے، اس کے ساتھ میل جول نہ چاہئے اسے شادی وغیرہ میں نہ بلایا جائے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأَمَّا يَنْسِيكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدَ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالم قوم کے ساتھ مت بیٹھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“ (فتاویٰ رضویہ، جلد 17، صفحہ 380، رضا فاؤنڈیشن، لاہور) یاد رہے کہ جس طرح سود لینا حرام ہے اسی طرح سود دینا بھی جائز نہیں ہے۔ جو شخص سود کو حلال سمجھے

آج کل بعض سود خور خصوصاً بینک اور انشورنس والے سود کو حیلے بہانوں سے جائز ثابت کرتے ہیں جیسے کہتے ہیں کہ جو رقم بینک یا انشورنس کمپنی میں جمع کروائی جاتی ہے، بینک، انشورنس والے اس سے کاروبار کرتے ہیں اور جو نفع ہوتا ہے وہ لوگوں کو دیتے

ہیں۔ جبکہ یہ بالکل باطل و مردود ہے اور حدیث پاک کی تصدیق ہے جس میں قیامت کی ایک نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ لوگ سود کو حلال جانیں گے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اذا استحللت هذا لامة الخمر بالنبيذ والربا بالبيع والسحت بالهدية واتجروا بالزكوة فعند ذلك هلاكهم ليزدادوا اثما“ ترجمہ: جب یہ امت شراب کو نبیذ اور سود کو کاروبار کی طرح حلال بنا لے گی اور رشوت کو تحفہ بنا لے گی اور تجارت کو زکوٰۃ بنا لے گی تو اس وقت ان بڑھتے ہوئے گناہوں کی سبب ان کی ہلاکت ہوگی۔

(کنز العمال، کتاب الفتن، فصل فی متفرقات الفتن، جلد 11، صفحہ 329، مؤسسة الرسالة، بیروت)

سود کو حلال جاننا کفر ہے۔ اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا: ”زید کہتا ہے کہ سود کے معنی اور ہیں اور بیاج کے معنی اور ہم بہت نہیں لیتے ہیں اور کھلم کھلا سود کھاتا ہے اور اوروں کو کہتا ہے کہ تم سود کے معنی نہیں جانتے، اور جائز کہتا ہے، اس کے اصرار پر شرع کا کیا حکم ہے؟“

جواب آپ فرماتے ہیں: ”سود مطلقاً حرام ہے بہت ہو یا تھوڑا۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وحرّم الربو﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور حرام کیا سود۔

زید کا اسے حلال کہنا اس کی حلت پر اصرار کرنا صحیح کفر ہے، اس پر توبہ فرض ہے، از سر نو مسلمان ہو پھر اگر عورت راضی ہو تو اس سے نکاح جدید کرے، اور اگر نہ مانے تو مسلمان اسے قطعاً چھوڑیں اس کے پاس بیٹھنا اٹھنا حرام ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 14، صفحہ 379، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جو شخص والدین کا نافرمان ہو

والد کے نافرمان کے متعلق مفتی اعظم ہند مفتی مصطفیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وہ شخص اگر توبہ نہ کرے مسلمان اس سے میل جول ربط و ضبط نشست برخاست، سلام

کلام چھوڑ دیں، یہاں تک کہ وہ توبہ کرے اور اپنے اس شدید جرم نافرمانی ایذا رسانی گستاخی کی معافی والد سے چاہے۔ والد تو والد ہے کسی مسلمان کو ناحق ستانا ایذا دینا اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دینا ہے کما فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں ہے۔)

(فتاویٰ مصطفویہ، صفحہ 550، شبیر برادرز، لاہور)

جو گمراہ یا کافر کے جنازے میں شریک ہو

آج کل ہر دوست و رشتہ دار کی نماز جنازہ پڑھ لی جاتی ہے یہ بھی دیکھا اور سوچا نہیں جاتا کہ میت صحیح العقیدہ بھی تھی یا نہیں؟ کسی گمراہ یا کافر کے جنازہ میں شریک ہونا ناجائز و حرام ہے اور جو قصد ایسے فعل کا مرتکب ہو اس سے قطع تعلق کرنا جائز ہے، اگر امام ہو تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے مسلمانوں کے متعلق سوال ہوا جو ہندوؤں کے جنازوں میں تو شرکت کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے متعلق کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا: ”اس شخص کا کافروں کے جنازہ میں شریک ہونا اور مسلمانوں کے جنازہ میں نہ شریک ہونا ظاہر کرتا ہے کہ کافروں کی طرف اس کا میلان ہے۔ اور قرآن کا ارشاد ہے ﴿وَلَا تَرْكَبُوا السَّبِيلَ الِی الدِّینِ ظَلَمُوا فَمِنْكُمْ الظَّالِمُونَ﴾۔ ظالموں کی طرف میلان نہ کرو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ اس شخص سے توبہ کرائیں اگر وہ اپنی ان حرکتوں سے باز نہ آئے تو اسے علیحدہ کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ امجدیہ، جلد 1، صفحہ 316، مکتبہ رضویہ، کراچی)

اگر کافر و مرتد کو باوجود علم کے مسلمان جانتے ہوئے نماز جنازہ پڑھی تو خود مسلمان

نہ رہا۔

جو شخص کافروں کے خوشی و غمی میں شریک ہوتا ہو

وہ شخص فاسق ہے جو کافروں سے میل جول رکھے اور ان کی خوشی و غمی میں شریک ہوتا ہو۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید چند بار اہل ہنود کی برات میں شریک ہوا ہے اور ہر ایک غمی شادی میں شریک ہوتا ہے، اب زید کے یہاں شادی ہے بہت ہنود شامل برات ہوں گے اور زید کے یہاں عورات ڈھول بجائیں گی اور ناچ بھی برات میں ہوگا تو زید کے لئے کیا حکم ہے اور سائل کو کھانے میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟ بیٹو اتو جروا۔“

دیگر عمر دریافت کرتا ہے اہل ہنود مزدوری میں لیا اس کو مزدوری خوراک دینا جو کہ رسم مزدوری کی ہے۔

دیگر عمر دریافت کرتا ہے کہ میرے کھیت کے پاس ہنود کا کھیت ہے اور اکثر ایسا بھی ہے ایک کھیت کے درمیان ایک کھیت ہے اور کام کا شتکاری میں بضرورت کسی کام کے کچھ کہنا پڑتا ہے اور بغیر ضرورت کے نہیں۔

دیگر کسی ہنود سے کوئی میل کھانے سے نکلتا ہو تو انسیت پیدا کرے یا نہیں؟ فقط۔

بیٹو اتو جروا۔“

جواب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اس صورت میں ظاہر ہے کہ زید فاسق فاجر ہے، سائل اگر اس پر ایسا دباؤ رکھتا ہے کہ اسے روک سکے گا تو ضرور شریک ہو کر روکے، اور اگر اسے اتنا عزیز ہے کہ اس کا شریک نہ ہونا اسے گوارا نہ ہوگا اور اس کی شرکت کی غرض سے وہ ناجائز باتیں اٹھادے گا تو سائل پر لازم ہے کہ شرکت سے صاف انکار کر دے جب تک وہ ان ناپاکیوں سے باز نہ رہے، اور اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو سائل

اگر قوم کا پیشوا ہے تو ہرگز ہرگز شریک نہ ہو، اور اگر عوام میں سے ہے اور وہ حرام جلسہ جلسہ طعام کے مکان میں کھانے والوں کے سامنے ہوگا جب بھی ہرگز نہ جائے، اور اگر حرام جلسہ الگ ہے اور کھانے کا مکان الگ تو اختیار ہے اور بہتر یہی ہے کہ کوئی مسلمان شریک نہ ہو۔ ہندو کو مزدوری میں لینا اور مزدوری کی خوراک دینا جائز ہے۔ ضرورت کے سبب کوئی بات ہندو سے کر لینے میں حرج نہیں جبکہ وہ بات خود ایک جائز امر ہو۔ دلی انس کسی کافر سے کرنا حرام ہے، اور ظاہر میل جس میں نہ کافر کی تعظیم ہو نہ مسلمان کی ذلت نہ کوئی طریقہ ناجائز برتا جائے کسی جائز کام کے سبب ہندو سے کر لینے میں حرج نہیں، بلا ضرورت اس سے بھی بچے کہ آپس میں راہ و رسم بڑھ کر اکثر ناجائز باتوں تک پہنچا کرتے ہیں ”ومن ارتع حول الحمی اوشك ان يقع فیہ“ جو شخص کسی چراگاہ کے آس پاس جانور چرائے تو ہو سکتا ہے کہ اس کے اندر گھسے اور چلا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 326، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

جو فاسق توبہ کرے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کی توبہ قبول فرمائیں جو کوئی فاسق ہو جیسے زانی، چور، ڈاکو، ظالم، رشوت و سود خور، فلمی ایکٹر، ناچ گانے والا وغیرہ اور وہ اللہ عزوجل کی توفیق سے توبہ کر لے تو اب ان سے تعلق قائم رکھ سکتے ہیں اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ان کی توبہ کو مانیں، بعد توبہ اس پر طعن نہ کریں، یہ نہ محاورہ نہ بولیں ”سوچو ہے کھا کر بلی حج کو چلی“ اللہ عزوجل اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا: ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ایک مسلمان سنی حنفی مسمی گلزار خاں نے ایک عورت قوم مہتر سے تعلق ناجائز پیدا کر لیا، عرصہ تک اس عورت کے مکان پر رہ کر اکل و شرب اس کے ساتھ کرتا رہا، کچھ عرصہ بعد بوجہ تائید غیبی یا

شرم دنیاوی عورت سے اس نے قطع تعلق کر کے پانے افعال سابقہ سے ایک مجمع عام میں تائب ہو گیا، تائب ہونے کے بعد مسلمانان قرب و جوار نے مسکی گلزار کے ساتھ برابر بلا اکراہ مواکلت و مشاربت جاری کر دی، متعدد لوگ ایسے ہیں جو گلزار اور اس کے ساتھ شریک مسلمانوں کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں اور جہلا کو اپنا ہم خیال کرتے اور بیان کرتے کہ گلزار خاں کسی طرح مسلمان نہیں رہ سکتا اور توبہ کوئی چیز نہیں۔“

جو ابا آپ فرماتے ہیں: ”یہ متعدد لوگ محض خطا و ظم پر ہیں، مسلمان بھائی کی توبہ قبول کرنی واجب ہے، اللہ عز و جل خود اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے، قرآن عظیم میں ہے ﴿هُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ﴾ اللہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے۔

اور فرماتا ہے ﴿وَالَّذِينَ يَتَّبِعُوا الرَّسُولَ مِنْكُمْ وَاللَّهُ يَخْتَارُ﴾ ان اللہ هو يقبل التوبة عن عباده ﴿کیا انھیں خبر نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”من اتاه اخوة متنصلا فليقبل ذلك منه محقا كان او مبطلا فان لم يفعل لم يرد على الحوض رواه النحاكم عن ابی ہزیرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ جس کے پاس اس کا مسلمان بھائی معذرت کرتا ہوا آئے اس پر لازم ہے کہ اس کا عذر قبول کرے چاہے وہ حق پر ہو یا ناحق پر۔ اگر عذر قبول نہ کرے گا تو روز قیامت حوض کوثر پر میرے حضور حاضر ہونا نصیب نہ ہوگا۔ اسے حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

ان لوگوں کا کہنا کہ توبہ کوئی چیز نہیں اگر اس سے خاص گلزار کی یہ توبہ مقصود ہے یعنی اس نے دل سے توبہ نہیں کی تو مسلمان پر بدگمانی ہے اور وہ سخت حرام ہے، اللہ عز و جل

فرماتا ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”ایاکم والظن فان الظن اکذب

الحدیث رواہ الاثمة مالک و البخاری و مسلم و ابو داؤد و الترمذی عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ گمان سے دور رہو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔ اسے امام مالک، بخاری، مسلم، ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اور اگر یہ مراد ہو کہ سرے سے توبہ کوئی چیز نہیں تو معاذ اللہ صریح کفر ہے۔ نیز گلزار اور اس کے شریک مسلمانوں کو اسلام سے خارج سمجھنا کا فرانہ خیال ہے اور یہ کہنا کہ گلزار خاں کسی طرح مسلمان نہیں ہو سکتا اللہ عزوجل و شرع مطہر پر افتراء ہے ان لوگوں پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور گلزار اور اس کے ساتھی مسلمانوں سے معافی چاہیں۔ پھر ان کو چاہئے کہ تجدید اسلام کے بعد اپنی عورتوں سے تجدید نکاح کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 14، صفحہ 609، رر ضافاؤنڈیشن، لاہور)

### خلاصہ بحث

المختصر یہ ہے کہ جو فاسق و فاجر ہوں یا جو فاسق و فاجر قسم کے لوگوں سے میل جول رکھنے والے ہوں ان سے قطع تعلقی کرنا واجب ہے جبکہ یہ گمان ہو کہ وہ اپنے فعل سے باز آجائیں گے۔ اگر گمان ہو کہ قطع تعلقی سے بھی باز نہیں آئے گا تب بھی افضل ہے کہ قطع تعلقی کریں۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں ”فاسقوں کے ساتھ سلوک میں سلف صالح کا عمل مختلف رہا ہے اور اس کا بنی مصلحت شرعیہ ہے جسے یہ جانے کہ نرمی سے راہ



پر آئے گا اس سے ہدایت کے لئے میل جول کرے اور جسے یہ جانے کہ میرے قطع تعلق سے اس پر اثر پڑے گا اور گناہ چھوڑے گا اس سے ہدایت کے لئے قطع کرے مگر ماں باپ سے کہ ان سے قطع کی کسی طرح اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 659، رضاؤنڈیشن، لاہور)

پھر دیندار شخص کو چاہئے کہ ایسے لوگوں سے عوام کی بہ نسبت زیادہ دور رہیں کہ کہیں عوام اس دین دار پر طعن نہ کریں یا اس کے ملنے کی وجہ سے دوسرے بھی ان فاسقوں سے ملنا نہ شروع کر دیں۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا: ”ایک شخص نے زنا و شراب و سود وغیرہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے اور نماز و روزہ و زکوہ وغیرہ افعال نیک بھی کرتا ہے اور علماء و مشائخ سے محبت رکھتا ہے تو اگر بہ سبب افعال نیک کے ایسے شخص سے محبت و دوستی و میل جول رکھا جائے تو ان آیات اور احادیث کا خلاف لازم آتا ہے جس میں فاسق سے بچنے اور دور رہنے اور بغض رکھنے کا حکم ہے اور اگر بسبب افعال بد کے ایسے شخص سے پرہیز کیا جائے تو ان احادیث اور آیات کا خلاف لازم آتا ہے جس میں مسلمانوں سے میل جول رکھنے اور اچھا برتاؤ کرنے کا حکم ہے تو ایسے شخص سے کیسا برتاؤ کیا جائے؟“

جواباً آپ فرماتے ہیں: ”دو وجہ سے محبت و بغض جمع ہو سکتے ہیں بلکہ فاسق سے بغض حقیقہ اس کے فعل کی طرف راجح ہے، نہ ذات کی طرف۔ ایسے شخص سے برتاؤ میں طریقہ سلف مختلف رہا اس کا مبنی اختلاف احوال ہے جس فاسق کو یہ جانے کہ نرمی و ایستلاف سے رو براہ ہو جائے گا وہاں یہی چاہئے جسے یہ جانے کہ شدت و اعراض سے متاثر ہو کر افعال قبیحہ چھوڑ دے گا وہاں یہی چاہئے اور جس سے کسی طرح امید نہ ہو اس سے مطلقاً

احترام چاہئے خصوصاً دو شخصوں کو، ایک وہ جو اس کی صحبت بد سے متاثر ہونے کا اندیشہ رکھے دوسرا وہ کہ عالم و مقتداء ہو کہ اسے اس سے میل جول کرنا ہو اور دیکھ کر قلوب عوام سے فسق کی شناخت کم ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“ (فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 328، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے ”يُكْرَهُ لِلْمَشْهُورِ الْمُقْتَدَى بِهٖ الْاِخْتِلَاطُ اِلَى رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْبَاطِلِ وَالشَّرِّ اِلَّا بِقَدْرِ الضَّرُورَةِ لِاَنَّهُ يَعْظُمُ اَمْرُهُ بَيْنَ اَيْدِي النَّاسِ“ ترجمہ: کسی مشہور مقتداء اور پیشوا کو اہل باطل اور اہل شر سے میل جول اور آمد و رفت رکھنا مکروہ ہے مگر بقدر ضرورت، کیونکہ (اہل علم حضرات کے ملنے سے) یہ (بد مذہب و فاسق) لوگوں کے سامنے معظّم ہو جائینگے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الرابع عشر، جلد 5، صفحہ 346، دارالفکر، بیروت)

اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا ”کیا قوم کے سردار اور علماء فرض ہے کہ ان مراسم کے مٹانے میں کوشش کریں۔ اگر لوگ نہ مانیں تو برادری ترک کر دیں ترک برادری میں جو خرابیاں ہیں وہ بھی ملحوظ رہیں:

- (1) برادرانہ پابندی میں مظلوم کی داد رسی اور ظلم کا تدارک ہوتا ہے۔
- (2) حق ناحق کا فیصلہ آسانی کے ساتھ ہو جاتا ہے۔
- (3) محلہ میں اگر کوئی شخص عورت سے ناجائز تعلق رکھتا ہے تو بیچ اُسے برادری سے خارج کر دیتے ہیں اور اس کی شادی غمی میں شریک نہیں ہوتے، بچوں اور سرداروں کی عبرت سے۔ بالآخر وہ تائب اور نادام ہوتا ہے اور لوگ اس کو برادری میں شامل کر لیتے ہیں، ترک برادری سے یہ فوائد جاتے رہیں گے، ہر شخص آزاد و مختار ہو جائے گا، ہاں یہ واضح رہے اگر کوئی شخص تاڑی شراب پیئے، بازاری عورتوں سے زنا کرے، جو اکیلے، اپنے یہاں

ناج کرائے، مگر برادرانہ طرف سے اس کی باز پرس نہیں ہوتی اور نہ سردار یا بیچ اس کو برادرانہ طریق سے بند کرتے ہیں، آیا ایسی برادری کرنا چاہئے؟“

جواب آپ فرماتے ہیں: ”علماء اور سرداران پر ہدایت و نصیحت فرض ہے اور اہل معاصی کے ساتھ قطع تعلقی میں سلف صالحین کے مسلک مختلف رہے ہیں اور مصالح دینیہ کی رعایت سے دونوں صورتیں جائز ہیں جس میں مصلحت دیکھیں اور ایسی برادری کہ شراب و زنا سے منع نہ کرے اور اپنے ساختہ قانون کی ذرا خلاف ورزی پر سزا دے بہت بیہودہ برادری ہے وہ اگر روک سکتے ہیں تو معاصی پر روکنا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 138، رضاؤنڈیشن، لاہور)

یہ حکم فاسقوں کے متعلق ہے باقی بد مذہبوں کے ساتھ قطعاً میل جول کی اجازت نہیں ہے، اگر کوئی اپنی بد مذہبی میں پختہ نہیں امید ہے کہ نرہی کی جائے تو واپس سنی بن سکتا ہے تو اس سے نرہی کی جائے اور کسی مستند سنی عالم کے پاس لے جایا جائے تاکہ وہ اس کی اصلاح کر سکے۔ جاہل خود بحث مباحثہ نہ کرے کہ ہو سکتا ہے وہ مطمئن نہ ہو اور پکا بد مذہب بن جائے۔

ہمارے معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ یہ اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں سے انتہائی بد سلوکی کرتے ہیں لیکن فاسق و فاجر اور بد مذہبوں سے ان کے گھرے مراسم ہوتے ہیں۔ اپنوں کے ساتھ انہیں شرعی احکام کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی لیکن بے دین، ظالم، زانی، رشوت خور اور بد معاش لوگوں کے ساتھ ان کی ہمدردیاں ختم نہیں ہوتیں۔ وہاں یہ جملے بولے جاتے ہیں اسلام بھائی چارے کا نام ہے لاجول ولاقوۃ الا باللہ۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دن بدن دین سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ بد مذہبی، ظلم و زیادتی بے حیائی عام ہو رہی

ہے۔ ہماری زندگی میں، گھر میں معاشرے میں سکون نہیں۔ اگر آج بھی ہم شریعت کے احکام کو بغیر کسی چوں چراں کے مان لیں تو ہماری آخرت کے ساتھ ساتھ ہماری دنیا بھی بہتر ہو جائے گی۔

فاسق فاجر اور حرام کمانے والے کی دعوت پر جانا

صلہ رحمی اور قطع تعلقی کے موضوع میں دعوت قبول کرنے یا نہ کرنے کا بہت زیادہ عمل دخل ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جس کی دعوت قبول نہ کی جائے تو وہ ناراض ہو کر تعلق توڑ لیتا ہے یا ایسا ہوتا ہے کہ شرعی طور پر اس دعوت میں شرکت کرنا اور اس میں کھانا درست نہیں ہوتا۔ یہاں شرعی طور پر وضاحت کی جاتی ہے کہ کس شخص کی دعوت قبول نہ کرنا شرعا درست ہے۔ جس کی دعوت قبول کرنے کی اجازت نہیں اگر وہ دعوت دینے والا اس وجہ سے تعلقات ختم کر لے تو دعوت قبول نہ کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

فاسق و فاجر اور حرام کمانے والے سے جس طرح قطع تعلقی کا حکم ہے اسی طرح ان کی دعوت قبول کرنے سے بھی منع کیا ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے ”لَا يُجِيبُ دَعْوَةَ الْفَاسِقِ الْمُعْلَنِ لِيَعْلَمَ أَنَّهُ غَيْرُ رَاضٍ بِفِسْقِهِ، وَكَذَا دَعْوَةَ مَنْ كَانَ غَالِبُ مَالِهِ مِنْ حَرَامٍ مَا لَمْ يُخْبِرْ أَنَّهُ حَلَالٌ وَبِالْعَكْسِ يُجِيبُ مَا لَمْ يَتَبَيَّنْ عِنْدَهُ أَنَّهُ حَرَامٌ، كَذَا فِي التُّمْرَتَا شِيءٍ“ ترجمہ: فاسق معلن کی دعوت قبول نہ کی جائے تاکہ فاسق کو معلوم ہو کہ لوگ اس کی فسق سے راضی نہیں ہیں اسی طرح اس کی دعوت بھی قبول نہ کی جائے جس کا غالب مال حرام سے ہے جب تک وہ اس دعوت کے حلال ہونے کی خبر نہ دے۔ اس کے برعکس مسلمان کی دعوت قبول کی جائے جب تک اس کے مال کے حرام ہونے کی وضاحت نہ ہو جیسا کہ تمر تاشی میں ہے۔

(الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب النکاحیۃ، الباب الثانی عشر فی الہدایا والاضیافات، جلد 5، صفحہ 343، دارالفکر، بیروت)

سود خور، شرابی، بے حیاء کی دعوت پر جانا

چور ڈاکو، سود خور، رشوت خور جیسے لوگ فاسق بھی ہیں اور حرام خور بھی، جس طرح ان سے میل جول نہیں رکھنا چاہئے اسی طرح ان کی دعوت میں بھی نہیں جانا چاہئے اور ان کا یہاں کا کھانا بھی نہ کھایا جائے۔ خصوصاً دیندار شخصیت کو زیادہ بچنا چاہئے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا: ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سود خوار، بے نمازی، شرابی، ہجرت اور جس کی بی بی سر بازار باہر نکلتی ہوں ان کے ساتھ کھانا کیسا ہے؟ ایک شخص دوسرے کی بی بی کو زبردستی لے آیا ہے تین برس بعد نکاح کیا پہلے شوہر نے اب تک طلاق نہ دی یہ نکاح اور اس کے ساتھ کھانا کیسا ہے؟“

جواب آپ فرماتے ہیں: ”سود خوار، بے نمازی، شرابی، مخنث کسی کے ساتھ کھانا نہ چاہئے خصوصاً شرابی کہ اس کے ہاتھ اور منہ پاک ہونے کا کچھ اعتبار نہیں۔ جس کی بی بی سر عام بے پردہ پھرتی ہو اگر بستر کامل نہیں کرتی مثلاً سر کے بالوں یا گردن یا پیٹ یا بازو یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ کھلا ہو یا باریک کپڑے سے چمکتا ہو اور وہ اس پر مطلع ہے اور منع نہیں کرتا تو دیوث ہے اس کے ساتھ بھی کھانا نہ چاہئے، جو پرانی عورت کو بھگالایا ہے اور شوہر زندہ ہے اور طلاق نہ دی اور نکاح کر لیا وہ اس نکاح کے بعد بھی زانی ہے۔ اور یہ نکاح باطل محض ہوا ایسے شخص سے میل جول اصلاً نہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 674، رضا فائو نڈیشن، لاہور)

طوائف کے کھانے پر فاتحہ پڑھنا

طوائف کے کھانے پر فاتحہ پڑھنے پر صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں: ”وہ چیز اگر حرام لعینہ ہے تو اس پر فاتحہ پڑھنا اور اس کا ثواب پہنچانا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے ”ولا یقبل اللہ الا الطیب“ حرام چیز کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔ تو نہ اس کا کوئی ثواب ہے نہ ثواب پہنچایا جاسکتا ہے۔ اگر وہ چیز حرام لعینہ نہیں ہے تو فاتحہ پڑھنے اور ایصال ثواب کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ جب یہاں دو صورتیں ہیں تو مطلقاً گناہ کا بھی حکم نہیں دیا جاسکتا چہ جائیکہ کفر۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ رنڈیوں کے یہاں ہرگز نہ جائے کہ ایسے لوگوں کے پاس جانے کی ممانعت ہے۔“

(فتاویٰ امجدیہ، جلد 1، صفحہ 364، مکتبہ رضویہ، کراچی)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا: ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک رنڈی سے نکاح کر لیا ہے اور اس رنڈی کا مال اسباب بھی اپنے مکان پر لے آیا ہے اب وہ مال طیب ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کے گھر میں کھانا پینا کیسا ہے؟ اور اس شخص نے اپنا مال بھی اس رنڈی کے مال میں ملا دیا ہے۔ بیان کرو ثواب پاؤ گے۔“

جواب آپ فرماتے ہیں: ”وہ مال یوں ہرگز طیب نہیں ہو سکتا اور اس نے اپنا مال اس سے ملا کر یہ بھی خبیث کر دیا اس کے یہاں کھانا پینا نہ چاہئے جبکہ رنڈی کا مال غالب ہو اور اگر معلوم ہو کہ یہ مال جو سامنے آیا ہے رنڈی کا مال ہے جب تو اس کا کھالینا عین حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 654، رضا فائونڈیشن، لاہور)

حرام کمانے والے کے یہاں کھانا حرام ہے یا نہیں؟

فاسق و فاجر اور حرام خور کی دعوت قبول کرنا تو منع ہے ہی اور حرام ذریعہ سے کمانا بھی حرام ہے، باقی ایسے شخص کے گھر سے جو کھایا جائے تو کیا وہ کھانا بھی حرام ہے یا نہیں

تو اس کی تین صورتیں ہیں:

(1) اگر تو معلوم ہو کہ جو چیز سامنے پیش کی ہے وہ بعینہ حرام ہے مثلاً کسی شخص نے سود یا رشوت میں آنا، چاول یا کوئی پھل وغیرہ لیا تھا پھر اسی کو کھانے کیلئے پیش کر دیا تو اس کا کھانا حرام ہے۔

(2) اگر جوا، رشوت وغیرہ جیسے حرام کاموں پر بعینہ کھانا نہیں ملا بلکہ پیسے ملے اور ان پیسوں سے کھانے پینے کی کوئی چیز خریدی تو اس میں دیکھا جائے گا کہ حرام روپیہ دکھا کر اگر چیز خریدی تو اس چیز کو کھانا بھی حرام ہے۔ اگر حرام روپیہ نہیں دکھایا بلکہ پہلے چیز خریدی اور چیز خریدنے پر جو رقم دینی لازم آئی وہ رقم حرام مال سے دے دی تو اس چیز میں حرمت نہیں آئے گی اگرچہ حرام کمائی کی نحوست ضرور رہے گی اور حرام کمانے پر سزا کا بھی مستحق رہے گا۔

(3) اگر اس چیز کا حلال و حرام ہونا کچھ معلوم نہ ہو جیسے معلوم نہیں کہ حرام روپیہ دکھا کر کھانا خریدا ہے یا نہیں یا ایک شخص حلال بھی کماتا ہے اور حرام بھی تو اس کا کھانا اگرچہ جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کو نہ کھائے خصوصاً جبکہ اس کا اکثر مال حرام کا ہو بلکہ ایسے شخص کے ہاں جانا ہی نہیں چاہئے، خصوصاً عالم، امام مسجد، پیر اور نمازی پرہیزی جیسے لوگوں کو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”جو مال اس نے بعینہ چوری یا جوئے سے حاصل کیا اس پر ختم و فاتحہ پڑھنا حرام ہے اور اس کا کھانا حرام ہے۔ مگر اسے جس سے وہ مال لیا گیا یا وہ معلوم نہ ہو تو فقیر کو بحیثیت مال لاوارثی نہ بحیثیت ایصال ثواب سمجھ کر کھایا وہ قابل امانت نہیں جب تک تائب نہ ہو بلکہ اسے جدید اسلام کا حکم ہے۔ عالمگیریہ میں ہے ”لو تصدق علی فقیر بشیء من مال الحرام یرجوا

الثواب يكفر ولو علم الفقير بذلك فدعاه وامن المعطى فقد كفر. كذا في المحيط "اگر کسی محتاج پر حرام مال میں سے کچھ خیرات کرے اور ثواب کی امید رکھے تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اگر محتاج کو اس مال کے حرام ہونے کا علم ہو پھر اسے مال دینے کے لئے کوئی بلائے اور وہ اس کے لئے دعا کرے اور دینے والا آمین کہے تو فقیر نے بھی کفر کیا۔ محیط میں یہی مذکور ہے۔

اور اگر اس کے پاس مال حلال بھی تھا اور اس کا خاص حرام سے ہونا معلوم نہیں یا زر حرام سے خریدی ہوئی کوئی چیز ہے جس کی خریداری میں زر حرام پر عقد و نقد جمع نہ ہوئے یعنی یہ نہ ہو کہ حرام روپیہ دکھا کر کہا ہو کہ اس کے عوض دے دے پھر وہی روپیہ اس کے ضمن میں دیا ہو تو اس پر فاتحہ پڑھنے اور کھانے میں حرج نہیں اگرچہ صورت مذکورہ میں خلاف احتیاط ضرور ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 23، صفحہ 113، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے "أَهْدَى إِلَى رَجُلٍ شَيْئًا أَوْ أَضَافَهُ إِنْ كَانَ غَالِبُ مَالِهِ مِنَ الْحَلَالِ فَلَا بَأْسَ إِلَّا أَنْ يَعْلَمَ بِأَنَّهُ حَرَامٌ، فَإِنْ كَانَ الْغَالِبُ هُوَ الْحَرَامُ يَنْبَغِي أَنْ لَا يَقْبَلَ الْهَدِيَّةَ، وَلَا يَأْكُلَ الطَّعَامَ إِلَّا أَنْ يُخْبِرَهُ بِأَنَّهُ حَلَالٌ وَرِثَتُهُ أَوْ اسْتَقْرَضَتْهُ مِنْ رَجُلٍ" ترجمہ: کسی شخص کو تحفہ دیا گیا یا اسے کسی نے دعوت دی اگر اس کا غالب مال حلال ہے تو (تحفہ لینے اور ضیافت قبول کرنے) میں کوئی حرج نہیں جب تک اس شے کا حرام ہونا معلوم نہ ہو جائے، اور اگر اس کا غالب مال حرام ہے تو مناسب یہ ہے کہ تحفہ قبول نہ کرے اور کھانا نہ کھائے جب تک اسے بتایا نہ جائے کہ یہ حلال ہے اسے وراثت میں ملا ہے یا اس نے کسی شخص سے قرض لیا ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثانی عشر فی الہدایا والضیافات، جلد 5،

صفحہ 342، دار الفکر، بیروت)



امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا: ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص تمار باز جس کا پیشہ سوائے جوا کے اور کچھ نہ ہو، یا کوئی طوائف ناچنے گانے والی یا کوئی کسی حرام پیشہ بارہویں شریف یا گیارہویں شریف میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت غوث اعظم قدس سرہ کی نیاز کرے اس کا کھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب معتبرہ ارشاد فرمائیں ”ینسوا تو جروا“ بیان فرمائیے اجر پائیے۔“

جواباً آپ فرماتے ہیں: ”جس کا پیشہ محض حرام کا ہو اس سے مخالفت ویسے ہی نہ چاہئے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَمَا يَنْسِيكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر شیطان تمہیں بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ہرگز ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔“

اس کے یہاں کھانا اور زیادہ معیوب ہے مگر مذہب صحیح میں نفس طعام حرام نہیں سوا اس صورت کے کہ وہ خود اسے وجہ حرام میں ملا ہو مثلاً اجرت غنایا زنا یا رشوت زانیہ میں ناج دیا گیا وہ ناج اس کھانے میں ہے یا اس نے اسے زر حرام سے خریدا اور خریداری میں عقد و نقد اسی مال حرام پر جمع ہوئے مثلاً وہ زر حرام دکھا کر کہا اس کے عوض دے دو یہ تو حرام پر عقد ہوا پھر جب اس نے دے دیا وہی زر حرام ٹمن میں دیا یہ حرام کا نقد ہوا ان دونوں صورتوں میں وہ کھانا حرام ہے ورنہ نہیں۔ ”بہ ناخذ مالہم نعرف شیئا حرام بعینہ ہندیۃ عن الذخیرۃ عن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ ہم اس کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین شے کے متعلق حرام ہونے کو نہ جانیں، فتاویٰ ہندیہ بحوالہ ذخیرہ، حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 653، رضا فائو لنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا: ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: ایک شخص مسلمان سود و رشوت وغیرہ حرام کھاتا ہے اور تجارتی وغیرہ حلال پیشہ بھی اس کا ہے یعنی مال مختلط حرام و حلال شے ہے۔ اور وہ نماز پڑھتا نہیں اس کے مکان پر کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟“ ”بینوا توجروا“ بیان فرماتا کہ اجر پاؤ۔“

جواب آپ فرماتے ہیں: ”جائز بایں معنی تو ہے کہ کھائے گا تو کوئی شے حرام نہ کھائی جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ شے جو میرے سامنے آئی بے عینہ حرام ہے۔“ ”به ناخذ مالم تعرف شیئا حراما بعینہ نص علیہ محرم المذہب الامام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کما فی الذخیرۃ وغیرھا“ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین شے کے حرام ہونے کو پہچان نہ لیں چنانچہ مذہب قلمبند کرنے والے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی صراحت فرمائی ہے جیسا کہ ذخیرہ وغیرہ کتب میں مذکور ہے۔

مگر احتراز اولیٰ خصوصاً جب کہ غالب حرام ہو ”خروجاً عن الخلاف و کما فی ردالمحتار عن الذخیرۃ عن الامام ابی جعفر احب الی فی دینہ ان لایاکل ویسعه حکما ان لم یکن (ذلک الطعام) غصبا و رشوة الخ“ تاکہ اختلاف سے نکل جائیں جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ذخیرہ کے حوالے سے امام ابو جعفر سے روایت کیا ہے کہ آدمی کے دین کے معاملے میں یہ بات مجھے زیادہ پسند ہے کہ وہ نہ کھائے جبکہ حکم میں اس کی گنجائش ہے بشرطیکہ طعام مال غصب شدہ اور رشوت وغیرہ سے نہ ہو الخ۔

خصوصاً جب کہ یہ شخص سود اور رشوت لینے کے باعث نہ صرف فاسق بلکہ عباد اللہ پر ظالم ہے ایسے فاسق سے اظہار بغض و نفرت پر سلف صالح اجماع قائم ہے۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احواء العلوم شریف میں فرماتے ہیں ”طریق السلف قد

اختلف فی اظهار البغض مع اهل المعاصی و کلهم اتفقوا علی الظهار البغض للظلمة والمبتدعة و کل من عصی الله تعالی بمعصية متعدية منه الی غیره الخ“  
علمائے سلف کی روشن گناہ کرنے والے کے ساتھ اظهار بغض میں مختلف رہی ہے لیکن ظالموں اور بدعتیوں کے خلاف بغض کرنے پر سب کا اتفاق ہے۔ اور جو کوئی گناہ کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اس کی یہ کارروائی دوسروں تک متجاوز ہوتی ہے۔

تو اس کے یہاں کھانے سے اور زیادہ احترام چاہئے خصوصاً اس کے ساتھ کھانے سے، واللہ تعالیٰ اعلم۔“ (فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 627، 628، رضا فائو نڈیشن، لاہور)

فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ سوال ہوا: ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید سود خوار کے یہاں کھانا کھانا مسلمانوں کو اور وعظ مولود شریف پڑھ کر اسے سود خوار سے کچھ لینا اور اس کا پیسہ مسجد میں لگانا گیارہویں، مولود شریف میں مٹھائی تقسیم کرنا اور کپڑا وغیرہ خیرات کرنا حالانکہ اسی زید سود خوار کے یہاں تجارت چمڑہ فروشی وغیرہ زمینداری مالگزاری بھی ہوتی ہے ان سب صورتوں میں کیا حکم ہے؟“

جواب آپ فرماتے ہیں: ”جب اس کے یہاں رزق حلال کے ذرائع تجارت زراعت بھی موجود ہیں تو امور مذکور میں کچھ حرج نہیں جب تک کسی خاص روپیہ کی نسبت معلوم نہ ہو کہ یہ وجہ حرام سے ہے۔ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”بہ نأخذ مالہم نعرف شیئا حراما بعینہ کما فی الہندیۃ عن الذخیرۃ“ ہم اس کو لیتے ہیں جب تک کسی معین چیز کا حرام ہونا واضح نہ ہو جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ذخیرہ سے نقل کیا گیا ہے۔  
ہاں بنظر مصالح شریعہ اس کی زبرد تو بیخ اور نگاہ مسلمانان میں اسی کے فعل کی یہ تقبیح کے لئے اس کی دعوت سے احترام خصوصاً مقتداء عالم کو انب و اولیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 633، 634، رضا فائو نڈیشن، لاہور)

سود خور اور ہندوں کے کھانے کے متعلق آپ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: ”کیا

فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(1) چند سوداگر مسلمان ایسے ہیں کہ تجارت بھی کرتے ہیں اور سود بھی کھاتے

ہیں اور زمیندار بھی ہیں ایسوں کے یہاں کا کھانا پینا اور لڑکی لڑکوں کا بیاہنا جائز ہے یا نہیں؟

(2) ہنود عام طور پر سود کھاتے اور زمینداری و دکانداری بھی کرتے ہیں ان کے

یہاں کا کھانا جو بسبب رسم بھیجتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ اگر ہر دو شخصوں کے یہاں کا کھانا

آئے اور نہ کھایا جائے تو کس کو دیا جائے؟

(3) ایک شخص بسبب اپنی ضرورتوں کے روپیہ لے کر سود دیتا ہے اس کے

یہاں کا کھانا کیسا ہے؟ بیوا تو جروا۔“

جواباً آپ فرماتے ہیں: ”(1) اگر معلوم ہو کہ یہ کھانا جو ہمارے سامنے آیا بعینہ

سود کا ہے مثلاً سود میں چاول لئے تھے یا چاولوں کی کٹوتی بغیر شرائط شرعی کی تھی وہی چاول

پکائے ہیں تو اس کا کھانا جائز نہیں۔ اور اگر مال خریدا ہوا ہے اگرچہ سودی روپے سے تو اس کا

کھانا حرام نہیں کہ اس کا وہ روپیہ حرام تھا خریدنا حرام نہ تھا اور کچھ معلوم نہ ہو جب بھی حکم

حلت ہے۔ یہ تو اصل اس کھانے کا حکم تھا باقی ایسے لوگوں سے اتحاد میل جول خلا ملانا

چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَمَا يَنْسِيكَ الشَّيْطَانُ فَلِ اتَّقِعْهُ بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ

الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ اگر تمہیں شیطان بھلا دے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد

ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ ان سے شادی بیاہ کا رشتہ ہرگز نہ کیا جائے کہ اس سے

بڑھ کر میل جول اور کیا ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(2) ہندو کے یہاں کا گوشت حرام ہے۔ یونہی اگر گھی میں چربی ملی ہوئی ہو تو ہندو سے خریدنا بھی حرام ہے اور اگر ان کی پوجا کا کھانا ہو تو مطلقاً لینا منع ہے۔ اور اگر مفاسد سے خالی ہو تو لے لینے بھی حرج نہیں اوزنہ لینا بہتر۔ اور اگر لینے میں اسلام کی طرف اس کی رغبت کی امید ہے تو لینا بہتر، جو کھانا ان دونوں جوابوں میں ناجائز بتایا اس کا لینا ہی منع ہے لے لیا ہو تو واپس دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(3) جو خود سود نہیں کھاتا صحیح ضرورت کے سبب سودی قرض لیتا ہے اس کے یہاں کھانے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 650، 651، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے ”رجل دخل عیلى سلطان فقدم علیه شیء من المأكولات قالوا ان اكل منها لا بأس به اشتراه بالثمن اولم يشتر الا ان هذا الرجل ان كان يعلم انه غصب بعينه فانه لا يحل له ان يأكل من ذلك“ ترجمہ: ایک آدمی بادشاہ کے پاس گیا اس کے آگے کھانے کی کچھ چیزیں لائی گئیں، فقہاء نے فرمایا اگر وہ ان میں سے کھائے تو اس میں کوئی حرج نہیں خواہ اس نے قیمت سے خریدی ہوں یا نہ خریدی ہوں، مگر جب یہ شخص جانتا ہوں کہ یہ بعینہ غصب ہے تو پھر اس کے حلال نہیں کہ انہیں کھائے۔

(فتاویٰ قاضی خان، کتاب الحظر والاباحت، جلد 3، صفحہ 301، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”اگر جو چیز اس نے حرام کاری یا قمار بازی سے حاصل کی بعینہ اسی شے پر نیاز دلائی مثلاً جوئے میں چاول جیتے تھے انہیں کا پلاؤ پکایا، زانیہ کو اس کے آشنا نے گوشت بھیجا اسی پر فاتحہ دلائی جب تو وہ نیاز و فاتحہ یقینی

مردود اور اس کھانا قطعی حرام اور فاتحہ دینے والے کو اگر معلوم تھا کہ بعینہ یہ وہی شے ہے تو وہ بھی سخت عظیم شدید گناہ میں گرفتار، یہاں تک کہ فاتحہ دینے والے دونوں پر معاذ اللہ خوف کفر ہے دونوں پر لازم کہ کلمہ اسلام نئے سرے سے پڑھیں اور نکاح کی تجدید کریں۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 23، صفحہ 531، رضافاتونڈیشن، لاہور)

اس طرح کے اور بھی کئی دلائل کتب فقہ میں موجود ہیں بلکہ صحابی رسول رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے بھی ایک ایسا مسئلہ مروی ہے چنانچہ شعب الایمان میں ہے ”عَنْ رَيْعِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، سَمِعَ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ: إِنْ لِي جَارًا يَأْكُلُ الرَّبَا، أَوْ قَالَ: خَبِيثُ الْكَسْبِ، وَرَبِّمَا دَعَانِي لِطَعَامِهِ أَفَأَجِيبُهُ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ الشَّيْخُ: وَهَذَا عَلَى الْإِبَاحَةِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي، الَّذِي أَطْعَمَهُ مِنْ كَسْبِهِ الْخَبِيثِ، أَمْ لَا، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ حَقٌّ“ ترجمہ: حضرت ربیع بن عبد اللہ نے ایک آدمی سے سنا کہ اس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا کہ میرا ایک ہمسایہ ہے جو سود کھاتا ہے یا اسکی کمائی خبیث ہے، وہ مجھے کھانے کی دعوت دیتا ہے کیا میں اس کی دعوت قبول کروں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ یہ دعوت قبول کرنا اباحت پر محمول ہے کہ یہ نہیں جانتا کہ جو کھانا اسے کھلایا جا رہا ہے وہ بعینہ خبیث کمائی سے ہے یا نہیں اور دعوت قبول کرنا حق ہے۔

(شعب الایمان، الفصل الثالث فی طیب المطعم، جلد 7، صفحہ 527، مکتبۃ الرشید، الرياض)

رشوت خور اور سود خوروں سے دینی کاموں کے لئے چندہ لینا

بعض لوگ علماء کرام پر اعتراض کرتے ہیں کہ اگر فاسق و فاجر سے قطع تعلق کا حکم ہے تو پھر آپ لوگ مساجد اور دیگر دینی کاموں کے لئے ان جیسوں سے چندہ کیوں لیتے ہیں؟ اس لئے یہاں اس کی بھی وضاحت ضروری ہے۔

جو لوگ مکمل حرام کماتے ہیں یعنی ان کی آمدنی میں حلال نہیں صرف حرام ہی ہے ان سے چندہ نہیں لینا چاہئے۔ جن کی آمدنی میں حلال و حرام مخلوط ہو ان سے چندہ لینا جائز ہے۔ البتہ اگر معلوم ہو جائے کہ یہ جو چندہ دے رہا ہے یہ بعینہ حرام کمائی ہے تو لینا جائز ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”جب تک ہمیں معلوم نہ ہو کہ یہ خاص روپیہ جو ہم کو دیتا ہے وجہ حرام سے ہے اس کا لینا اور مسجد میں صرف کرنا جائز ہے کچھ حرج نہیں ”بہ ناخذ ما لم نعرف شیئاً حراماً بعینہ“ ترجمہ: ہم اسی چیز کو لیتے ہیں جب تک کسی معین چیز کا حرام ہونا واضح نہ ہو۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 16، صفحہ 343، رضا فائونڈیشن، لاہور)

ایک اور جگہ حامی سنت ماحی بدعت امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”جب اس کے یہاں رزق حلال کے ذرائع تجارت، زراعت بھی موجود ہوں تو امور مذکورہ میں کچھ حرج نہیں جب تک کسی خاص روپیہ کی نسبت معلوم نہ ہو کہ یہ وجہ حرام سے ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 633، رضا فائونڈیشن، لاہور)

ایسا نہیں ہوتا کہ دینی لوگ ان لوگوں سے چندہ مانگتے ہیں جن کی کمائی مکمل حرام ہو جیسے جو اکروانے والے، ڈاکو وغیرہ بلکہ وہ کاروباری لوگوں سے چندہ لیتے ہیں جن میں بعض کاروباری لوگ اپنے کاروبار میں سودی قرض بھی لگائے ہوتے ہیں۔ لہذا ان کی کمائی مخلوط ہے، جن کا لینا جائز ہے۔ یہ دونوں صورتیں صرف چندے کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہدیہ، اجرت وغیرہ میں بھی ان کا لحاظ ضروری ہے۔ کسی کے پاس نوکری کریں اور وہ اپنی مخلوط کمائی سے اجرت دے تو لینا جائز ہے چنانچہ امام اہلسنت مجددین و ملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ”اس کے یہاں نوکری کرنا، تنخواہ لینا، کھانا کھانا جائز ہے جبکہ وہ

چیز جو اسے دے یعنی مال حرام ہونا معلوم نہ ہو۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 23، صفحہ 544، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

کفار کے ساتھ کھانا اور ان کی دعوت قبول کرنا

غیر مسلم سے دنیاوی معاملات تو کئے جاسکتے ہیں جیسے خرید و فروخت، ملازمت، ضرورتاً ایک جگہ اکٹھے رہنا وغیرہ، لیکن ان سے دلی دوستی و محبت کا تعلق قائم کرنا جائز نہیں ہے۔ کافروں کا جھوٹا کھانا یا ان کے ساتھ بیٹھ کر ایک ہی برتن میں کھانا منع ہے۔ مفتی وقار الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: ”کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ وہ مسلمان جو ہندوؤں اور دیگر غیر مسلموں کے ساتھ رہتے ہیں ان کی رہائش بھی ایک جگہ ہے اور کھانے پکانے کا انتظام بھی ایک ساتھ ہے۔ کھانا کبھی ہندو اور کبھی مسلمان تیار کرتے ہیں، تو اس صورت میں مسلمانوں کا ہندوؤں اور غیر مسلموں کے ساتھ ایک برتن میں ایک ساتھ کھانا کیسا ہے؟“

جواب آپ فرماتے ہیں: ”مسلمان کو کسی غیر مسلم کے ساتھ دوستی اور محبت کے تعلقات رکھنا جائز نہیں ہے۔ لہذا صورت مسئلہ میں ایک ساتھ کھانا پکانا اور محبت کے تعلقات رکھنا جائز نہیں۔ اگر غیر مسلم کھانا وغیرہ فروخت کرتا ہے تو اس سے وہ چیزیں خرید کر کھانا جائز ہیں جن میں گوشت کی ملاوٹ نہ ہو، گوشت غیر مسلم کا پکایا ہوا مسلمان خرید کر بھی نہیں کھا سکتا۔ لہذا سب لوگ جب ایک مکان میں رہتے ہیں تو مسلمانوں کو اپنے کھانے پینے کا انتظام علیحدہ کرنا چاہئے۔“

(وقار الفتاویٰ، جلد 1، صفحہ 445، بزم وقار الدین قادری، کراچی)

غیر مسلموں کو نہ دعوت دی جائے اور نہ ان کی دعوت قبول کی جائے خصوصاً کفار



کے گھر سے گوشت کھانا اصلاً جائز نہیں ہے۔ مفتی وقار الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا ”میں ہسپتال میں ڈاکٹر ہوں اور ڈیوٹی کے دوران غیر مسلم ڈاکٹرز کے ساتھ کام کرنا ہوتا ہے۔ ہم لوگ یعنی مسلم اور غیر مسلم ساتھ ملکر ہوٹل میں کھانا کھاتے ہیں اور دعوت میں شریک ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ غیر مسلم کے ساتھ تعلقات قائم کرنا درست ہے یا نہیں؟“

جوابا آپ فرماتے ہیں: ”غیر مسلموں کے ساتھ دوستی اور محبت کے تعلقات قائم کرنا ناجائز ہیں۔ ہوٹل میں اگر اپنا اپنا کھانا ایک ٹیبل پر ساتھ بیٹھ کر کھاتے ہیں، اس سے محبت کا ثبوت نہیں ہوتا۔“ (وقار الفتاویٰ، جلد 3، صفحہ 238، بزم وقار الدین قادری، کراچی)

جب ایک مسلمان فاسق کی دعوت قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے تو کافر جو فاسق مسلمان سے ہزار درجہ بدتر ہے اس کی دعوت قبول کرنا بدرجہ اولیٰ منع ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: ”ایک شخص کہتا ہے کہ عیسائیوں کے ساتھ کھانا پینا، اپنے برتنوں میں کھلانا، ان کے برتنوں میں کھانا اور ان کا حقہ پینا اور ان کو اپنا پلانا جائز ہے۔ دلیل جواز میں یہ آیت پیش کرتا ہے ﴿احل لکم الطیب و طعام الذین اوتوا الکتب حل لکم و طعامکم حل لہم﴾ (لوگو!) تمہارے لئے ستھری اشیاء حلال کر دی گئی اور ان لوگوں کا کھانا جنہیں کتاب دی گئی تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔“

جوابا آپ فرماتے ہیں: ”امور مذکور ممنوع ہیں۔ اس میں ان کے ساتھ مجالست ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکر ای مع القوم الظلمین﴾ اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر پاس نہ بیٹھ بے انصافوں کے۔“

علماء فرماتے ہیں۔ اس میں قباحت تک ہر کافر و بد مذہب داخل ہے ”والقعود

مع کلہم ممتنع“ (ہر کافر کے ساتھ بیٹھنا ممنوع ہے۔) یہ ان کی طرف میل کا موجب ہے۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار﴾ بے انصافوں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں جہنم کی آگ چھوئے گی۔

بد مذہب کے لئے حدیث میں ارشاد ہے ”لا تؤاکلوہم ولا تشاربوہم“ نہ

ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ پیو۔

نہ کہ جو مسلمان ہی نہیں، اس میں مسلمانوں کو اپنے سے نفرت دلانا ہے۔ اور

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”بشروا ولا تنفروا“ بشارت دو اور نفرت نہ

دلاؤ۔

آیہ کریمہ میں طعام سے مراد ذبیحہ ہے گیہوں، چاول، دودھ، دہی تو مشرک کے

یہاں کا بھی حلال ہے جبکہ نجس نہ ہو، اہل کتاب کی کیا تخصیص، ابن جریر و ابن المنذر و ابن

ابی حاتم تفاسیر اور بیہقی سن میں حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ ابن حمید حضرت مجاہد اور

عبدالرزاق مصنف میں حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی فرماتے ہیں ”طعام

الذین اوتوا الکتب ذبائحہم“ طعام اہل کتاب سے ان کے ذبیحہ حرام مراد ہے۔

شرع مطہر میں ہر غیر مسلم کافر ہے یہودی ہو یا نصرانی یا مجوسی یا مشرک، جو اہل

کتاب کو کافر نہ جانے خود کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے ﴿ان الذین کفروا من

اہل الکتب والمشرکین فی نار جہنم خلدین فیہا﴾ بیشک وہ جو کافر ہیں کتابی

اور مشرک، سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

اور فرماتا ہے ﴿لقد کفر الذین قالوا ان اللہ هو المسیح بن مریم﴾

بیشک کافر ہیں وہ جو مسیح ابن مریم کو خدا کہتے ہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 664۔۔۔، رضا فائونڈیشن، لاہور)

ایک جگہ آپ سے سوال ہوا: ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین

ان مسائل میں:

(1) اہل ہند کی اشیاء خوردنی کا استعمال ایک مسلمان کے لئے کہاں تک جائز

ہے؟

(2) یونہی اہل ہند کے ہمراہ کھانا کھانا۔

(3) کیا اوپر کے مسائل کے جواب ہر غیر مسلم پر عائد ہو سکتے ہیں اگر نہ تو غیر

مسلم کے بارے میں اوپر کے ہر دو مسائل کا کیا جواب ہوگا؟“

جواباً آپ فرماتے ہیں: ”(1) ایشائے خوردنی جو شریعت نے حلال فرمائی ہیں

حلال ہیں، ہند کی کوئی تخصیص نہیں کہ وہ چیزیں خاص ہندوؤں کے کھانے کی ہیں ہاں ہندو

کے یہاں کا کھانا اگر گوشت ہے حرام ہے اور اس کے سوا اور چیزیں مباح ہیں، جب تک

ان کی حرمت یا نجاست تحقیق نہ ہو، اور بچنا اولیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(2) ہندو کے ساتھ کھانا کھانے کا سوال بے معنی ہے۔ ہندو کب اسی کے ساتھ

کھائے گا۔ اور ایسا ہوتا ہے نہ چاہئے۔ حدیث میں ہے ”لا توادوا کلہم ولا

تشاربوہم“ نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ ان کے ساتھ پانی پیو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(3) غیر مسلم چار قسم ہیں: کتابی، مجوسی، مشرک، مرتد، کتابی اگر کتابی ہو طہر نہ ہو

تو اس کا ذبیحہ اور اس کے یہاں کا گوشت بھی حلال ہے اور باقیوں کے یہاں کا گوشت

حرام۔ اور مرتدان میں سب سے خبیث تر ہے اس کے پاس نشست برخواست مطلقاً ناجائز

ہے۔ اور ساتھ کھانا ہر کافر کے ساتھ برا ہے۔ پھر اگر اس میں بد مذہبی کی تہمت ہو جیسے نصرانی

کے ساتھ کھانا مسلمانوں کے لئے زیادہ باعث نفرت ہو تو اس کا حکم اور سخت تر ہوگا ورنہ اس اصل حکم میں کہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ پانی نہ پیو سب برابر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 668، رضا فائو نڈیشن، لاہور)

اگر کفار کے کھانے میں حرام چیز شامل ہو جیسے خنزیر، شراب وغیرہ تو اس کھانے کو کھانا حرام ہے۔ اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا: ”مخدومی مکرمی جناب مولانا صاحب دام اقبالہ، بعد آداب کے معلوم ہو کہ میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیریت و عافیت کا خواہاں، باعث تکلیف یہ ہے کہ برائے نوازش ذیل سوالوں کا جواب بھیج دیں گے تو بندہ بہت مشکور ہوگا۔“

(1) اہل کتاب کے ساتھ کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اہل کتاب عیسائی ہو یا انگریز، ان کا باورچی مسلمان ہو یا عیسائی یہ بات ضرور ہے کہ یہ لوگ شراب پیتے ہیں اور بد جناور کھاتے ہیں۔

(2) اہل ہنود کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا جائز ہے یا نہیں؟“

جواب آپ فرماتے ہیں: ”(1) یہاں عیسائیوں کا خصوصاً انگریزوں کے ساتھ کھانا کھانا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے ”لا توائکلو ہم ولا تشاربو ہم“ نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ ان کے ساتھ پانی پیو۔“

ان کے برتن نجاست سے خالی نہیں ہوتے، اور ان کا باورچی اگرچہ مسلمان ہو ناپاک گوشت پکاتا ہے ”ومن یرتع حول الحمی یوشک ان یقع فیہ“ جو کوئی چراگاہ کے آس پاس اپنے جانور چرائے تو قریب ہے کہ چراگاہ میں جا پڑے۔ وہو تعالیٰ اعلم۔“

(2) ہندوؤں کے ہاتھ پکا ہوا گوشت حرام ہے مگر اس صورت میں کہ مسلمان

نے ذبح کیا اور اپنی آنکھ سے غائب ہونے نہ دیا یا اس کے سامنے پکایا اور باقی کھانے اس کے پکائے ہوئے جائز ہیں۔ جبکہ پانی یا برتن میں خلط نجاست معلوم نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 651، رضا فائونڈیشن، لاہور)

جو کفار نجس چیزیں کھاتے ہیں ان کے برتن میں کھانا نہیں کھانا چاہئے۔ امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: ”کیا فرماتے ہیں علمائے دی و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر موضع میں بدجانور کا گوشت کھاتے ہیں ان کے یہاں کا کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟“

(1) مسلمانوں کو قصد اشکار سور کا کرنا اور بلم سے مارنا اور کتے سے اور اہل ہنود کو

کھلانا جائز ہے یا نہیں؟

(2) سود لینے والے کے یہاں کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب

نے کہا کہ اگر اس کی آمدنی اور جگہ سے بھی ہے تو اس کے یہاں کھانا کھانا جائز ہے۔ ”بینوا توجروا“ بیان فرماؤ اور اجر و ثواب پاؤ۔“

جو اب آپ فرماتے ہیں: ”جو کفار اس بدجانور کو کھاتے ہیں جیسے ٹھا کر وغیرہ، بہتر یہ ہے کہ ان کے یہاں کی روٹی سے بھی احتراز کیا جائے کہ ظاہر یہی ہے کہ ان کے برتن اور بدن سب نجس ہوتے ہیں، اور یہی حال ان کے بامنون و غیرہ اقوام کا بھی ہے کہ وہ سور نہ کھائیں تو گوبر اور پچھیا کا موت تو ان سب کے نزدیک پاک بلکہ بہتر ہے وہ سب نجس ہیں مگر شریعت آسان ہے جب تک کسی خاص شے میں حرمت یا نجاست کا حال معلوم نہ ہو ہمارے لئے پاک و حلال ہے ورنہ بازار کا دودھ، گھی، مٹھائی سب کا یہی حال ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”بہ نأخذ مالہ نعرف شیئاً حراماً بیعینہ“ ہم اسی کو

لیتے ہیں (یعنی عمل کرتے ہیں) جب تک کسی شئی کے حرام ہونے کو پہچان نہ لیں۔

(1) سوڑا گر کھیتی وغیرہ کو ضرر دے یا اس سے انسان یا مویشی پر حملہ آوری

کا اندیشہ ہو تو اسے کتے سے شکار کرنا خواہ بلم یا بندوق سے مارنا جائز بلکہ مستحب، بلکہ بعض

اوقات میں فرض و واجب ہے۔ مگر ہندو وغیرہ کسی کافر کو اس کا کھلانا یا اس کے پاس بھجوانا

سخت حرام ہے۔ کہ کھانے اور کھلانا ایک حکم ہے۔ اشباہ میں ہے ”ما حرم اخذہ حرم

اعطاؤہ“ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔

(2) سو د خوار کے یہاں نہ کھانا بہتر ہے خصوصاً عالم و مقتداء کو اور فتویٰ وہی ہے

کہ جب تک کسی خاص مال کی حرمت معلوم نہ ہو منع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 640، 641، رضا فائو نڈیشن، لاہور)

### کافر سے تحفہ لینے اور نہ لینے کی صورتیں

دعوت کے ساتھ ساتھ کافر سے تحائف کا لین دین نہیں کرنا چاہئے کہ تحفہ لینے

دینے سے دلوں میں ایک دوسرے کے متعلق محبت پیدا ہوتی ہے اور اسلام کے علاوہ دیگر

ادیان سے نفرت و بیزاری لازم ہے۔ البتہ اگر تحفہ لینے دینے سے وہ کافر اسلام کی طرف

مائل ہوگا تو لینا جائز ہے اور اگر یہ صورت ہے کہ کافر کا تحفہ لینے سے مسلمان کا اس کی طرف

قلبی میلان ہوگا یا اس کے دین کے متعلق نرمی پیدا ہوگی تو لینا جائز نہیں ہے۔ امام احمد

رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کافروں

کے ہدیے قبول بھی فرمائے اور رد بھی فرمائے۔ کسریٰ بادشاہ ایران نے ایک نخر نذر کیا، قبول

فرمایا۔۔۔ یونہی بادشاہ فدک نے چار اونٹنیاں پر بار نذر کیں۔ قبول فرمائیں اور بلال رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کو بخش دیں۔۔۔۔۔

یہ حدیثیں تو جواز کی ہیں اور عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیش از اسلام کوئی ہدیہ یا ناقہ نذر کیا، فرمایا: تو مسلمان ہے؟ عرض کی نہ۔ فرمایا "انسی نہیت عن زید المشرکین رواہ عن احمد و ابو داؤد و الترمذی و قال حسن صحیح" میں کافروں کی دی ہوئی چیزیں لینے سے منع کیا گیا ہوں۔ امام احمد، ابو داؤد اور ترمذی نے اس کو روایت کیا اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حسن صحیح ہے۔

یونہی ملاعب الاسنہ نے کچھ ہدیہ نذر کیا۔ فرمایا: اسلام لا۔ انکار کیا۔ فرمایا "انسی لا اقبل ہدیۃ مشرک رواہ الطبرانی فی الکبیر عن کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح" میں کسی مشرک کا ہدیہ قبول نہیں فرماتا۔ امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بسند صحیح اسے روایت کیا ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا "انالا نقبل شیئا من المشرکین رواہ احمد والنحاکم عن حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح" ہم مشرکوں سے کوئی چیز قبول نہیں فرماتے۔ اس کو امام احمد اور حاکم نے صحیح کے ساتھ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اسی طرح اور بھی حدیثیں رد و قبول دونوں میں وارد ہیں "فمنہم من زعم ان الرد نسخ القبول ورد بجهل التاريخ ومنہم من وفق بان من قبلہ منہم فاهل کتاب لا مشرک کما فی مجمع البحار اقول قد قبل عن کسری ولم یکن کتابیا الا ان یتمسک فی المنجوس سنوا بہم سنۃ اهل الکتاب غیر ناکحی نسألہم ولا اکل ذبائحہم" ان میں کچھ وہ لوگ ہیں جن کا خیال ہے کہ ہدیہ رد کرنے سے اس کا قبول کرنا منسوخ ہوا اور یہ غلط ہے کیونکہ تاریخ معلوم نہیں۔ اور بعض نے دونوں

میں مطابقت اور موافقت پیدا کی کہ جن کا ہدیہ قبول فرمایا وہ اہل کتاب تھے مشرک نہ تھے جیسا کہ مجمع البحار میں ہے۔ اقول: (میں کہتا ہوں) کہ آپ نے کسریٰ شاہ ایران کا ہدیہ قبول فرمایا حالانکہ وہ اہل کتاب میں سے نہ تھا بلکہ مجوس سے تھا۔ مگر یوں استدلال کیا جائے کہ مجوسی نے اہل کتاب کی روش اختیار کی البتہ ان کی عورتوں سے نکاح اور ان کے ذبیحہ کا کھانا جائز نہیں۔

اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ یہ امر مصلحت وقت وہ حالت ہدیہ آرنده و ہدیہ گیرندہ پر ہے اگر تالیف قلب کی نیت ہے اور امید رکھتا ہے کہ اس سے ہدایا و تحائف لینے دینے کا معاملہ رکھنے میں اسے اسلام کی طرف رغبت ہوگی تو ضرور لے اور اگر حالت ایسی ہے کہ نہ لینے میں اسے کوفت پہنچے گی اور اپنے مذہب باطل سے بیزار ہوگا تو ہرگز نہ لے، اور اگر اندیشہ ہے کہ لینے کے باعث معاذ اللہ اپنے قلب میں کافر کی طرف سے کچھ میل یا اس کے ساتھ کسی امر دینی میں نرمی و مدہانت راہ پائے گی تو اس ہدیہ کو آگ جانے اور بیشک تحفوں کا رغبت و محبت پیدا کرنے میں بڑا اثر ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”تہادوا تحابوا۔ رواہ ابو یعلیٰ بسند جید عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زاد ابن عساکر و تصافحوا یذهب الغل عنکم و عنده عن ام المؤمنین الصدیقة رفعتہ تہادوا تزادوا احبا الحدیث“ ایک دوسرے کو ہدیہ دے دیا کرو تا کہ آپس کی محبت میں اضافہ ہو۔ ابو یعلیٰ نے اس کو جید سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور ابن عساکر نے یہ اضافہ کیا کہ ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کیا کرو۔ (یعنی ہاتھ ملایا کرو) اس سے تمہارا باہمی کینہ دور ہوگا اور اسی نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے ہدیہ دیا کرو تا کہ



تمہاری باہمی محبت میں اضافہ اور ترقی ہو الخدیث۔

ایک حدیث میں ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”الهدیۃ تذهب بالسمع والقلب والبصر۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسنہ السیوطی وضعفہ الہیشمی وغیرہ“ ہدیہ آدمی کو اندھا، بہرا، دیوانہ کر دیتا ہے۔ امام طبرانی نے اس کو معجم کبیر میں عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام سیوطی نے اس کی تحسین فرمائی جبکہ بیہمی وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا۔

نیز حدیث میں ہے۔ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”الهدیۃ تعور عین الحکیم، اخرجہ الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند ضعیف“ ہدیہ حکیم کی آنکھ اندھی کر دیتا ہے۔ دیلمی نے بسند ضعیف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے اس کی تخریج فرمائی۔

اور اگر نہ کچھ مصلحت ہو نہ کچھ اندیشہ تو مباح ہے چاہے لے چاہے نہ لے۔ ”وقد بنی الامر فی ذلك علی المصالح علماؤنا الکرام کما نقلہ فی الباب الرابع عشر من کراہیۃ الہندیۃ عن المحیط عن الامام الفقیہ ابی جعفر وغیرہ فراجعہ“ ہمارے علماء کرام نے اس معاملہ میں مختلف مصالح پر بنیاد رکھی ہے جیسا کہ اس کو فتاویٰ ہندیہ کی بحث کراہت چودھویں باب میں بحوالہ محیط امام فقیہ ابو جعفر وغیرہ نے نقل کیا ہے لہذا اس کی طرف رجوع کیا جائے۔

پھر ان کا پکایا ہوا یا ہدیہ دیا ہوا گوشت تو حرام ہے جب تک اپنے سامنے جانور ذبح ہو کر بغیر نگاہ سے غائب ہوئے سامنے نہ پکا ہو اور اس کے سوا پکائی ہوئی چیزیں اور بازار کی

مٹھائی دودھ وہی گھی ملائی سب کا ایک حکم ہے کہ فتویٰ جواز اور تقویٰ احتراز۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 622۔، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

### بد مذہب اور مرتد کی دعوت

دعوت کرنے والے کے بارے میں عمومی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ بد مذہب ہے یا نہیں، اگر معلوم نہ ہو تو معلومات کر لی جائیں اور اگر وہ بد مذہب ہو تو پھر اس کی دعوت میں جانا نہیں چاہئے کہ حدیث پاک میں ان سے دور ہنے کا حکم دیا گیا ہے اور جس کی بد مذہبی حد کفر تک ہو اس کی دعوت قبول کرنا تو دور کی بات ہے اس کے پاس بیٹھنا بھی نہیں چاہئے۔ امام اہلسنت سیدی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن بد مذہبوں کے بارے فرماتے ہیں: ”جس کی بدعت حد کفر تک پہنچی ہو وہ تو مرتد ہے اسکے ساتھ کوئی معاملہ مسلمان بلکہ کافر ذمی کے مانند بھی برتاؤ جائز نہیں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے وغیرہ تمام معاملات میں اسے بعینہ مثل سور سمجھیں اور جس کی بدعت اس حد تک نہ ہو اس سے بھی دوستی محبت تو مطلقاً نہ کریں..... اور بے ضرورت و مجبوری محض کے خالی میل جول بھی نہ رکھیں کہ بد مذہب کی محبت آگ ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 320، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جو بد مذہب حد کفر تک نہیں پہنچا اس کی بھی بلا وجہ و بلا مصلحت دعوت نہ کی جائے اور نہ ہی قبول کی جائے۔ ہاں اگر وہ بد مذہب اپنی گمراہی پر شدت نہیں کرتا، بحث مباحثہ نہیں کرتا، نہ اسے اپنے گمراہ فرقے کی خرابیوں کا علم ہے، بس والدین یا بیوی بچوں کے بد مذہب ہونے پر خود کو بھی گمراہ فرقے سے منسوب کرتا ہے تو ایسے بد مذہب کی دعوت قبول کی جائے تاکہ اس کی اصلاح ممکن ہو سکے۔ امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”مرتد کی نہ دعوت کرے نہ اس کی دعوت میں جائے نہ اس سے کوئی معاملہ میل جول کا رکھے،

یونہی کفار خصوصاً وہ جو ذمی یعنی سلطنت اسلامیہ میں رہ کر مطیع الاسلام نہ ہوں ان سے بھی کوئی برتاؤ محبت و دوستی کا نہ کرے ہاں مصلحت شرعیہ ہو تو اس کی دعوت کرے بھی اور کھائے بھی جس کی بد مذہبی حد کفر تک نہ پہنچی ہو اور بلا مصلحت اس سے کیا فاسق معین بیباک سے بھی بچے خصوصاً مضرت دینی کا خوف ہو جب تو احترام و سخت لازم ہوگا۔ مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے یہاں شادی میں ناچ یا ناچا جائز با جا ہے وہ اسے بلاتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ میں جاؤں گا تو اسے روک سکوں گا اسے میرا کہنا ضرور ماننا ہوگا تو بالقصد جائے اور اگر سمجھے کہ میں اپنا شریک ہونا ممنوعات کے نہ ہونے پر موقوف کر دوں کہ اگر یہ باتیں نہ کروں تو آؤں گا تو اسے میری ایسی خاطر ہے کہ ان باتوں سے باز رہے گا تو ہرگز نہ جائے جب تک وہ منہیات ترک نہ کر دے۔ دوسری مثال اس سے میل جول نرم برتاؤ رکھنے میں امید ہے کہ یہ راہ پر آجائے اس کا دل نرم ہے حق قبول کر لے گا تو حد جائز تک آشتی برتے اور جانے کی میل جول میں مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی محبت اثر کر جائے تو آگ سمجھے دور بھاگے عام لوگوں کو اسی اخیر صورت کا لحاظ چاہئے۔ ولہذا حدیث میں صاف فرمایا "ایاکم وایہم لایضلونکم ولا یفتنونکم والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم" ان سے دور ہو اور ان کو اپنے سے دور رکھوں کہیں وہ تم کو بہکانہ دیں کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی پناہ اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا عالم ہے اور اس کا علم (جس کی بزرگی سب سے بڑھ کر ہے) سب سے زیادہ کامل اور سب سے

زیادہ بخشنے ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 644، 645، رضا فائو ندیشن، لاہور)

جس دعوت میں خلاف شرع افعال ہوں اس میں شرکت کرنا اگر دعوت دینے والا مسلمان صحیح العقیدہ حلال رزق کمانے والا ہے لیکن جو دعوت

دی ہے اس میں گانے باجے، ناچ وغیرہ ممنوع شرعی افعال کروا رہا ہے تو ایسی دعوت کو بھی قبول نہ کرنا شرعا جائز ہے۔ لہذا دعوت ولیمہ ہو یا کوئی اور دعوت وہاں جانے کیلئے یہ معلومات کر لی جائیں کہ وہاں پر کوئی ممنوع کام مثلاً گانا، باجا، ناچ، مردوں و عورتوں کا اختلاط وغیرہ تو نہیں ہوگا، اگر وہاں کوئی خلاف شرع کام نہ ہو تو دعوت میں جانا جائز و درست ہے۔

فسق و فجور والی محافل میں جانے اور نہ جانے والی صورتیں

اگر وہاں کوئی خلاف شرع کام ہو تو وہاں جانے نہ جانے کی مختلف صورتیں ہیں:

(1) اگر یہ جانتا ہے کہ میں دعوت میں شریک ہونے سے انکار کر دوں گا تو وہ مجھے بلانے کیلئے خلاف شرع امور ترک کر دیں گے تو اس پر واجب ہے کہ جانے سے انکار کر دے۔

(2) اگر جانتا ہے کہ میرے وہاں پر ہونے کی وجہ سے وہ خلاف شرع کام نہیں کریں گے تو واجب ہے کہ دعوت میں شریک ہو۔

(3) اگر یہ دونوں صورتیں نہیں اور معلوم ہے کہ جس جگہ پر دعوت ہے وہیں خلاف شرع کام ہوں گے تو اس صورت میں نہ جائے۔

(4) اگر خلاف شرع کام کسی اور جگہ پر ہوں اور دعوت اس سے جدا کسی جگہ پر ہو تو جانے میں حرج نہیں لیکن اگر کسی عالم دین کو معلوم ہو کہ لوگ ایسی دعوت میں شرکت کرنے کی وجہ سے اس پر ظعن کریں گے تو نہ جائے۔ امام اہلسنت سیدی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”دعوت ولیمہ کا قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے جبکہ وہاں کوئی معصیت مثل مزا میر وغیرہ نہ ہو، نہ اور کوئی مانع شرعی ہو، اور اس کا قبول وہاں جانے میں

ہے، کھانے نہ کھانے کا اختیار ہے۔ باقی عام دعوتوں کا قبول افضل ہے جبکہ نہ کوئی مانع ہونہ کوئی اس سے زیادہ اہم کام ہو، اور خاص اس کی کوئی دعوت کرے تو قبول کرنے نہ کرنے کا اسے مطلقاً اختیار ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 655، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے ”رَجُلٌ اِتَّخَذَ ضَيْافَةً لِّلْقَرَابَةِ اَوْ وَلِيْمَةً اَوْ اِتَّخَذَ مَجْلِسًا لِاهْلِ الْفَسَادِ فَدَعَا رَجُلًا صَالِحًا اِلَى الْوَلِيْمَةِ قَالُوا اِنْ كَانَ هَذَا الرَّجُلُ بِحَالٍ لَوْ اِمْتَنَعَ عَنِ الْاِجَابَةِ مَنَعَهُمْ عَنِ فِسْقِهِمْ لَا تَبَاحُ لَهُ الْاِجَابَةُ بَلْ يَجِبُ عَلَيْهِ اَنْ لَا يُجِيبَ لِاِنَّهُ نَهَى عَنِ الْمُنْكَرِ“ ترجمہ: ایک شخص نے اپنے رشتہ داروں کے لئے عام دعوت طعام یا دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا اور ساتھ ہی فساد یوں کیلئے (کھیل تماشے لہو ولعب کی) مجلس بھی آراستہ کی اور ایک نیک شخص کو بھی دعوت نامہ بھیجا۔ ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ اگر اس شخص کا مقام ان کے نزدیک اتنا ہو کہ اگر وہ دعوت قبول کرنے سے منع کر دے تو وہ اپنے فسق بھرے کاموں سے باز آجائیں گے تو اس کے لئے اس دعوت کو قبول کرنا مباح نہیں بلکہ اس پر دعوت کو قبول نہ کرنا واجب ہے کیونکہ یہ گناہ سے روکنا ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثانی عشر، جلد 5، صفحہ 343، دارالفکر، بیروت)

حاشیہ شلمی میں ہے ”اِنْ عَلِمَ قَبْلَ الدُّخُولِ اِنْ كَانَ مُحْتَرَمًا يَعْلَمُ اَنَّهُ لَوْ دَخَلَ عَلَيْهِمْ يَتْرُكُونَ ذَلِكَ اِحْتِرَامًا لَهُ فَعَلَيْهِ اَنْ يَذْهَبَ لِاَنَّ فِيهِ تَرْكُ الْمَعْصِيَةِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاِنْ عَلِمَ اَنَّهُ لَوْ دَخَلَ عَلَيْهِمْ لَا يَتْرُكُونَ فَلَا يَدْخُلُ عَلَيْهِمْ“ یعنی اگر دعوت میں جانے سے پہلے معلوم ہو جائے کہ وہاں پر خلاف شرع امور ہوں گے اور وہ محترم شخصیت ہے کہ اسے پتہ ہے اگر وہ ان کے پاس جائے گا تو وہ لوگ اس کے احترام کی وجہ سے گناہ کے کاموں کو ترک کر دیں گے تو اس پر لازم ہے کہ وہ جائے

کیونکہ یہ معصیت کا ترک اور نہی عن المنکر ہے اور اگر اسے معلوم ہے کہ اس کے جانے سے وہ معصیت والے کام ترک نہیں کریں گے تو وہ نہ جائے۔

(حاشیہ شلہی مع تبیین الحقائق، کتاب الکراہیۃ، جلد 6، صفحہ 13، المطبعة الکبریٰ، القاہرہ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا: ”کیا فرماتے ہیں

علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک برات یہاں سے پہلی بھیت جائے گی، میزبان وعدہ کرتا ہے کہ کوئی ممنوع شرعی برات کے ساتھ راہ میں نہ ہوگا، اسٹیشن ریل پہلی بھیت پر پہنچ کر سب ہمراہیوں کو کھانا کھلایا جائے گا اور ان میں جو لوگ ممنوعات شرعیہ سے پرہیز رکھتے ہیں۔ انھیں کھانا کھلاتے ہی دلہن کے مکان پر معاً بھیج دیا جائے گا کہ وہ علیحدہ مکانوں میں قیام کریں اور ممنوعات کے جلسہ سے بچیں انھیں بھیجنے کے بعد برات ہمراہ باجہ وغیرہ کے دلہن کے گھر جائے گی اور وہاں دوسرے مکان میں ناچ اور آتشبازی وغیرہ ہوگی، اس صورت میں ایسی برات کی شرکت درست ہے یا نہیں؟ اور کچھ لوگوں نے عہد نامہ لکھا تھا کہ جو اپنی شادیوں میں ناچ گانا کریں گے ہم ہرگز ان سے نہ ملیں گے انھیں بھی شرکت چاہئے یا نہیں؟ ”بینوا تو ہجروا“ بیان فرماؤ اور اجر و ثواب پاؤ۔“

جواب آپ فرماتے ہیں: ”اگر یہ شخص جانتا ہے کہ میری خاطر ان لوگوں کو ایسی عزیز ہے کہ بحالت منکرات شرعیہ میں شرکت سے انکار کروں گا تو وہ مجبوراً نہ ممنوعات سے باز رہیں گے اور میرا شریک نہ ہونا گوارا نہ کریں گے تو اس پر واجب ہے کہ بے ترک منکرات شرکت سے انکار کرے۔۔۔ اور اگر جانتا ہے کہ میری عزت و عظمت ان کی نگاہوں میں ایسی ہے کہ میں ساتھ ہوں گا تو وہ منکرات شرعیہ نہ کر سکیں گے تو اس پر واجب ہے و موجب ثواب عظیم ہے کہ شریک ہو۔ ردالمحتار میں ہے ”اذا علم انہم یتسرون

ذلك احتراماً له فعليه ان يذهب اتقاني“ جب وہ جانتا ہے کہ اس کے احترام کی وجہ سے وہ گناہ والے کام چھوڑ دیں گے تو اس پر ضروری ہے کہ وہاں جائے اور شرکت کرے۔  
اتقانی۔

اور اگر یہ دونوں صورتیں نہیں تو اگر جانتا ہے کہ جہاں کھانا کھلایا جائے گا وہیں منکرات شرعیہ ہوں گے اور برات والے کا وعدہ محض حیلہ ہی حیلہ ہے تو ہرگز نہ جائے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿لا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو اور مجلس نہ کرو۔

ہدایہ میں ہے ”لو علم قبل الحضور لا یحضر لانه لم یلزمه حق الدعوة“ اگر جانے سے پہلے ہی اسے (منکرات شرعیہ کا) علم ہو جائے تو وہاں نہ جائے کیونکہ اس پر دعوت کا حق لازم نہیں ہوا۔

کفایہ میں ہے ”لان اجابة الدعوة انما تلزم اذا كانت الدعوة علی وجه السنة“ اس لئے کہ دعوت قبول کرنا اس وقت لازم ہوتا ہے جبکہ دعوت سنت کے مطابق ہو۔ اور اگر واقعی ایسا ہی ہے کہ نفس دعوت منکرات سے خالی ہوگی اگرچہ دوسرے مکان میں لوگ مشغول گناہ ہوں تو شرکت میں کوئی حرج نہیں۔ قال تعالیٰ ﴿ولا تنزروا ازرۃ و زرۃ اخری﴾ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔

غایت یہ کہ میزبان گنہگار ہے پھر شرعاً گنہگار کی دعوت بھی دعوت ہے جبکہ وہ خود گناہ پر مشتمل نہ ہو۔ خزائن اللمتین میں ہے ”ان لم یکن الرجل بحال لولم یجب لایمنعہم من الفسق لایس بان یحیب و یعظم و ینکر معصیتہم و فسقہم لانه

اجابة الدعوة واجابة الدعوة واجبة او مندوبة فلا يمتنع بمعصية افترنت بها“  
 اگر کسی شخص کی ایسی حیثیت ہو کہ کہ اگر یہ دعوت قبول نہ کرے تب بھی وہ گناہ اور نافرمانی  
 سے باز نہیں آئیں گے۔ تو پھر دعوت کی قبولیت میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں۔ البتہ ان  
 کے گناہ اور نافرمانی کا انکار کرے کیونکہ اس نے تو دعوت قبول کی (یعنی خود کوئی خلاف  
 ورزی نہیں کی) اور دعوت قبول کرنا واجب ہے یا مستحب لہذا ایسی دعوت جس سے گناہ  
 پیوست ہو ممنوع نہیں۔

مگر عالم اگر جانے کہ میری اتنی شرکت پر بھی عوام مجھے متہم و مطعون کریں گے تو نہ  
 جائے کہ مواقع تہمت سے بچنا چاہئے اور مسلمانوں پر فتح باب غیبت ممنوع ہے۔ ”عن  
 النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یقطن  
 مواقف التہم ذکرہ الشرنبلالی وغیرہ“ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو  
 کوئی اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ مقامات تہمت سے بچے، اس کو علامہ حسن  
 شرنبلالی وغیرہ نے ذکر کیا۔

یونہی وہ عہد کرنے والے نہ جائیں کہ خلاف عہد معیوب ہے۔ قال  
 تعالیٰ ﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:  
 (لوگوں!) وعدہ پورا کیا کرو کیونکہ وعدہ کے متعلق قیامت کے دن پوچھ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ  
 اعلم۔“  
 (فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 609۔۔، رضا فائونڈیشن، لاہور)

مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”دارالعلوم کے مدرسین کو پر  
 لازم ہے کہ امیر ہو یا غریب جس کے یہاں بھی عورتوں کا گانا بجانا ہو یا مردوں کا یا اس کے  
 علاوہ دوسرا کوئی لہو و لعب ہو تو اس کی دعوت ہرگز قبول نہ کریں اور نہ ان کا نکاح پڑھیں۔ اگر



واقعی وہ اس صورت میں غریبوں کے یہاں نہیں جاتے اور امیروں کے یہاں جاتے بھی ہیں اور کھاتے بھی ہیں تو وہ چاہلوس ہیں۔ سخت غلطی پر ہیں اور قابلِ ملامت ہیں۔“

(فتاویٰ فقیہ ملت، جلد 2، صفحہ 307، شبیر برادرز، لاہور)

## ولیمہ کی دعوت کی حیثیت

عام طور پر دعوت قبول کرنا مستحب ہے لیکن ولیمہ کی دعوت قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے، اگر پتہ ہو کہ ولیمہ میں ناچ گانا ہوگا تو قبول نہ کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”دعوت ولیمہ کا قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے جبکہ وہاں کوئی معصیت مثل مزامیر وغیرہ نہ ہو نہ اور کوئی مانع شرعی ہو، اور اس کا قبول وہاں جانے میں ہے، کھانے نہ کھانے کا اختیار ہے باقی عام دعوتوں کا قبول افضل ہے جبکہ نہ کوئی مانع ہو نہ کوئی اس سے زیادہ اہم کام ہو، اور خاص اس کی کوئی دعوت کرے تو قبول کرنے نہ کرنے کا اسے مطلقاً اختیار ہے۔“

ردالمحتار میں ہے ”دعی الی الولیمة ہی طعام العرس وقیل الولیمة اسم لکل طعام وفی الہندیة عن التمر تاشی اختلف فی اجابة الدعوة وقال بعضهم واجبة لا ینسح ترکھا وقال العامة ہی سنة والا فضل ان یجیب اذا کانت ولیمة والا فهو مخیر والاجابه افضل لان فیها ادخال السرور فی قلب المؤمن واذا اجاب فعل ما علیہ اکل اولا والا فضل ان یاکل لو غیر صائم وفی البناية اجابة الدعوة سنة ولیمة او غیرھا و اما دعوة یقصد بها التطاول وانشاء الحمد او ما اشبهه فلا ینبغی اجابتھا لا ینما اهل العلم اہ ومقتضاه انھا سنة مؤکدة بخلاف غیرھا وصریح شراج الہدایة بانھا قریبة من الواجب وفی التاتارخانیة عن

الینابیع لو دعی الی دعوة فالواجب الاجابة ان لم یکن هنالك معصية ولا بدعة والامتناع اسلم فی زماننا الا اذا علم یقینا ان لا بدعة ولا معصية اه والظاهر حملہ علی غیر الولیمة لما مر تأمل واللہ تعالیٰ اعلم“ کسی کو ولیمہ میں شمولیت کی دعوت دی گئی اور ولیمہ شادی کی دعوت کا نام ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ ہر دعوت طعام ولیمہ کہلاتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں امام ترمذی سے روایت ہے کہ دعوت قبول کرنے میں اختلاف کیا گیا (یعنی اس کی شرعی حیثیت و نوعیت میں ماہرین فقہ قانونی فقہ کا اختلاف ہے) چنانچہ بعض ائمہ کے نزدیک دعوت قبول کرنا شرعا واجب ہے، لہذا اس کے ترک کی کوئی گنجائش نہیں لیکن علماء کرام نے فرمایا کہ وہ سنت ہے۔ اور افضل (اور عمدہ) یہ ہے کہ دعوت طعام ضرور قبول کرے بشرطیکہ دعوت ولیمہ ہو ورنہ اسے اختیار ہے کہ (یعنی دعوت قبول کرنے نہ کرنے میں وہ خود مختار ہے) لیکن اجابت بہتر ہے۔ کیونکہ اس میں ایک مسلمان کے دل کی خوشنودی ہے (کہ اس طرح کرنے سے اس کو دلی مسرت ہوگی جو کہ اسلام میں مطلوب ہے) اور جب دعوت قبول کر لے تو پھر جو کچھ اس کی ذمہ داری ہے اسے نبھائے کھانا خواہ کھائے یا نہ کھائے، لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ اگر روزہ دار نہ ہو تو کھانا ضرور کھائے، اور البنائیہ شرح الہدلیۃ میں ہے کہ اجابت دعوت طعام سنت ہے خواہ دعوت ولیمہ ہو یا کوئی اور دعوت ہو، رہی وہ دعوت کہ جس سے نام و نمود، نمائش اور فخر و ریا اور قصیدہ گوئی وغیرہ مقصود ہو، تو پھر اس قسم کی دعوت کو قبول نہ کرنا اور مسترد کر دینا ہی زیادہ مناسب ہے خصوصاً اہل علم حضرات کے لئے (یہی زیادہ موزوں ہے) اور اس کا مقتضایہ ہے کہ دعوت ولیمہ سنت مؤکدہ ہے جس کے علاوہ یہ حکم نہیں البتہ شارحین ہدایہ نے یہ تصریح فرمائی کہ دعوت کا حکم واجب کے قریب ہے۔ تا تاریخانیہ میں ینابیع کے حوالے سے منقول ہے کہ اگر

کسی کو شمولیت دعوت کے لئے مدعو کیا جائے تو اسے قبول کرنا واجب ہے بشرطیکہ وہاں کوئی گناہ اور بدعت کا کام نہ ہو، اور ہمارے زمانے میں زیادہ سلامتی اسی میں ہے کہ دعوت میں شمولیت سے باز رہے۔ ہاں البتہ اگر اسے قوی یقین ہو کہ وہاں کوئی گناہ اور بدعت نہیں (تو پھر ضرور شریک ہو) اور ظاہر یہ ہے کہ اسے غیر ولیمہ پر حمل کیا جائے۔ اس وجہ سے جو بات گزر چکی۔ غور و فکر کیجئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 655، 656، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ناجائز تقریبوں میں اہل علم حضرات کا شرکت کرنا زیادہ سخت ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”جو عالم دین اور پیشوائے مسلمین ہو اسے برادری سے میل جول اور ان کی جائز تقریبوں میں شرکت اور جائز رسموں میں موافقت اور اپنی تقریبوں میں انہیں شریک کرنا ہرگز نہ ممنوع ہے نہ اس کو درجہ سے کچھ کم کر دے وہ کہ تمام عالم سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے غلاموں سے ایسے برتاؤ رکھتے۔ ہاں ناجائز تقریبوں میں شریک ہونا، ناجائز رسموں میں ساتھ دینا یہ ضرور ناجائز اور عالم و پیشوا کے لئے سخت تر ناجائز، یہ ضرور درجہ گرا دینے والی چیز ہے اور یہ محض غلط ہے کہ برادری سے میل جول ناجائز باتوں میں شرکت پر بھی مجبور کرے گا کیوں مجبور کرے گا جب یہ عالم ہے اور وہ اسے پیشوا مانتے ہیں صاف کہہ دے کہ فلاں بات ناجائز ہے میں اسے نہیں کر سکتا اور تم بھی نہ کرو۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 379، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بد مذہبوں اور کفار کے جلسہ میں شرکت کرنا

آج کل جس طرح سیاسی جلسے ہوتے ہیں جن میں ناچ گانا، مرد و عورت کا اختلاط ہوتا ہے ایسے سیاسی جلسوں میں شرکت کرنا شرعاً جائز نہیں۔ اسی طرح بد مذہبوں کے

جلسوں، اجتماعات، کانفرنسیوں وغیرہ شرکت کرنا جن میں بھولے بھالے سنی مسلمانوں کو اپنے فرقوں میں لانے کی کوشش کی جاتی ہے، حضور علیہ السلام، صحابہ کرام و اولیاء کرام کی شان میں گستاخیاں کی جاتی ہیں ایسے جلسوں میں بھی مسلمانوں کا جانا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح کفار کے جلسوں میں شرکت کرنا جہاں وہ اپنے باطل دین کے مطابق رسومات کرتے ہیں جیسے عیسائیوں کا کرسمس ڈے کا جلسہ کرنا، ہندوؤں کا دیوالی وغیرہ کے پروگرام کرنا، ان میں شرکت کرنا بھی ناجائز و حرام اور بعض صورتوں میں کفر ہے۔

ایسی کانفرنس میں شرکت جس کے ممبروں میں بد مذہب ہوں

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ”کاٹھیاوار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس“ کے ممبر بننے اور اس کے جلسہ میں شرکت کرنے کے متعلق سوال ہوا جس کے ممبروں میں ہر قسم کے بد مذہب لوگ شامل ہیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی تحریک کا ممبر بننے، ان کی مالی مدد کرنے اور ان کے جلسہ میں شرکت کرنے کو ناجائز فرمایا چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ”ایسی مجلس مقرر کرنا گمراہی ہے اور اس میں شرکت حرام اور بد مذہبوں سے میل جول آگ ہے اور اس بڑی آگ کی طرف کھینچ کر لے جانے والا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿وَأَمَّا يَنْسِيكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔

تفسیرات احمدیہ میں ہے ”دخَلَ فِيهِ الْكَافِرُ وَالْمُبْتَدِعُ وَالْفَاسِقُ وَالْقَعُودُ مَعَ كُلِّهِمْ مَمْتَنَعٌ“ اس آیت کے حکم میں ہر کافر و مبتدع اور فاسق داخل ہیں اور ان میں سے کسی کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَيُمْسِكُمُ النَّارُ﴾

ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ایاکم وایاہم لایضلونکم ولایفتنونکم" ان سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ ورسول سے زیادہ کوئی ہماری بھلائی چاہنے والا نہیں جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس بات کی طرف بلائیں یقیناً ہمارے دونوں جہان کا اس میں بھلا ہے اور جس بات سے منع فرمائیں بلاشبہ سراسر ضرر و بلا ہے۔ مسلمان صورت میں ظاہر ہو کر جو ان کے حکم کے خلاف کی طرف بلائے یقیناً ضرور چکنی چکنی باتیں کرے گا اور جب یہ دھوکے میں آیا اور ساتھ ہولیا تو گردن مارے گا مال لوٹے گا شامت اس بکری کی کہ اپنے راہی کا ارشاد نہ سنے اور بھیڑیا جو کسی بھیڑ کی اون پہن کر آیا اس کے ساتھ ہوئے۔ ارے! مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہیں منع فرماتے ہیں وہ تمہاری جان سے بڑھ کر تمہارے خیر خواہ ہیں ﴿حریص علیکم﴾ تمہارا مشقت میں پڑنا ان کے قلب اقدس پر گراں ہے ﴿عزیز علیہ ما عنتم﴾ واللہ وہ تم پر اس سے زیادہ مہربان ہیں جیسے نہایت چہیتی ماں اکلوتے بیٹے پر ﴿بالمومنین روف رحیم﴾ ارے! ان کی سنو، ان کا دامن تھام لو، ان کے قدموں سے لپٹ جاؤ۔

وہ فرماتے ہیں "ایاکم وایاہم لایضلونکم ولایفتنونکم" ان سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

ابن حبان و طبرانی و عقیلی کی حدیث میں ہے کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "لاتنواکلوہم و لاتشاربوہم و لاتجالسوہم و لاتناکجوہم و اذا مرضوا

فلا تعودوہم واذاما تو افلا تشہدوہم ولا تصلوا علیہم ولا تصلوا معہم“ ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان سے رشتہ نہ کرو، وہ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ، مرجائیں تو جنازہ پر نہ جاؤ، نہ ان کی نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔

امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد اقدس بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نماز مغرب کے بعد کسی مسافر کو بھوکا پایا اپنے ساتھ کاشانہ خلافت میں لے آئے اس کے لئے کھانا منگایا، جب وہ کھانے بیٹھا کوئی بات بد مذہبی کی اس سے ظاہر ہوئی فوراً حکم ہوا کہ کھانا اٹھالیا جائے اور اسے نکال دیا جائے، سامنے سے کھانا اٹھوالیا اور اسے نکلوا دیا۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی نے آ کر عرض کی: فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے، فرمایا ”لا تقرأہ منی السلام فانی سمعت انہ احدث“ میری طرف سے اسے سلام نہ کہنا کہ میں نے سنا ہے کہ اس نے کچھ بد مذہبی نکالی ہے۔

سیدنا سعید بن جبیر شاگرد عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو راستہ میں ایک بد مذہب ملا، کہا کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، فرمایا سننا نہیں چاہتا۔ عرض کی ایک کلمہ اپنا انکو ٹھا چھنگلیا کے سرے پر رکھ کر فرمایا ”ولانصف کلمۃ“ آدھا لفظ بھی نہیں۔ لوگوں نے عرض کی اس کا کیا سبب ہے، فرمایا ازیشان منہم ہے۔

امام محمد بن سیرین شاگرد انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کے پاس دو بد مذہب آئے عرض کی کچھ آیات کلام اللہ آپ کو سنائیں، فرمایا میں سننا نہیں چاہتا، عرض کی کچھ احادیث نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنائیں، فرمایا میں سننا نہیں چاہتا، انھوں نے اصرار کیا، فرمایا تم دونوں اٹھ جاؤ یا میں اٹھجاتا ہوں، آخر وہ خائب و خاسر چلے گئے، لوگوں نے عرض کی اے

امام! آپ کا کیا حرج تھا اگر ہو کچھ آستین یا حدیثیں سناتے، فرمایا میں نے خوف کیا کہ وہ آیات و احادیث کے ساتھ اپنی کچھ تاویل لگائیں اور وہ میرے دل میں رہ جائے تو ہلاک ہو جاؤں۔

ائمہ کو یہ خوف تھا اور اب عوام کو یہ جرأت ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور ایسی جگہ مال دنیا وہی پسند کرے گا جو دین نہیں رکھتا، جو عقل سے بہرہ نہیں ”یکے نقصان مایہ دگر شماتت ہمسایہ“ (ایک تو مال نقصان اور دوسرے ہمسایہ کی خوشی۔) ہمسایہ کون؟ وہ بئس القرین شیطان لعین کیسا خوش ہوگا کہ ایک ہی کرشمے میں دونوں جہان کا نقصان پہنچایا، مال بھی گیا اور آخرت میں عذاب کا بھی مستحق ہوا ﴿خسر الدنيا والآخرة ذلک هو الخسران المبین﴾ دینا اور آخرت دونوں کا گھانا یہی ہے صریح نقصان۔

دیکھو امان کی راہ وہی ہے جو تمہیں تمہارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتائی ”ایناکم وایاہم لایضلونکم ولا یفتنونکم“ ان سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

دیکھو نجات کی راہ وہی ہے جو تمہارے رب عزوجل نے بتائی ﴿لا تقعد بعد الذکر مع القوم الظلمین﴾ یاد آئے پر پاس نہ بیٹھو ظالموں کے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 15، صفحہ 105۔۔، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جس جلسے میں کافر کو تعظیم دی جانی ہو اس میں شرکت

تحریک آزادی کی کوشش میں جب بعض مسلمانوں نے گاندھی کو اپنا خلیفہ مانا اور اسے مساجد اور دیگر مواقع پر جلسوں میں بڑی عزت سے مدعو کیا جاتا تو امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے ایسے جلسے میں شرکت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا

”تعمیم مشرک کے جلوس میں شرکت حرام ہے اور حرام فعل کا تماشا دیکھنا بھی حرام ہے۔ طحاوی علی الدر المختار میں ہے ”التفرج علی المحرم حرام“ (حرام پر خوشی بھی حرام ہے۔) ایسے جلسوں میں شرکت گناہ کبیرہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظمین﴾ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: پس نصیحت و یاد دہانی کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”من سود مع قوم فهو منهم“ جس نے جس قوم کی کثرت بنائی وہ انہی میں سے ہے۔

حرام کاری میں چندہ دینا بھی حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان﴾ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے: گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

اورنا مسلم کو واعظ مسلمین بنا کر اس کا بیان سننا اشد سے اشد کبیرہ و بدخواہی اسلام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿یریدون ان یتحاكموا الی الطاغوت وقد امرون ان یکفروا به ویرید الشیطن ان یضلهم ضلالا بعید﴾ اللہ تعالیٰ کا مقدس فرمان ہے: پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا بیچ بنا لیں اور ان کو تو حکم یہ تھا کہ اسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور بہکا دے۔

سائل نے مہاتما لکھا یہ حرام ہے۔ مہاتما بمعنی روح اعظم ہے کہ خالص لقب افضل الملائکہ ہے علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام، یوہیں جو لوگ ایسا مذہب نکالنا چاہیں کہ مسلم و کافر کا فرق اٹھا دے، سنگم و پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرا دے جو لوگ کہیں کہ آج تم نے اپنے ہندو بھائیوں کو راضی کر لیا تو اپنے خدا کو راضی کر لیا، جو لوگ کہیں کہ خدا کی رسی مضبوط



تھانے سے اگر چہ دین ہاتھ سے جاتا رہے مگر دنیا تو ضرور ملے گی ایسوں کو مولانا کہنا حرام ہے، حدیث میں فرمایا "لا تقولوا للمنافق یا سیدنا فانہ ان یکن سید کم فقد اسخطکم ربکم" منافق کو یا سیدنا (اے ہمارے سردار) نہ کہو کیونکہ اگر وہ تمہارا سردار ہے تو تم نے اپنے رب کو یقیناً اپنے سے ناراض کر لیا، واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 15، صفحہ 101، 102، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

### کرسمس ڈے میں شرکت

کرسمس عیسائیوں کا دینی شعار ہے۔ آج کل کئی سیاسی لوگ چند ووٹوں کی خاطر عیسائیوں کے کرسمس میں شرکت کرتے ہیں، انہیں مبارکباد دیتے ہیں، کرسمس کے متعلق اچھے کلمات کہتے ہیں، اسی طرح بعض جعلی پیر اور پڑھے لکھے جاہل حب جاہ کے مارے ہوئے مولوی بھی کرسمس کے ایک کاٹے ہوئے نظر آتے ہیں جبکہ یہ ناجائز و حرام اور اگر کرسمس کی تعظیم کی جائے تو کفریہ عمل ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مراسم کفر کی اعانت اور ان میں شرکت ممنوع و ناجائز و گناہ اور مخالفت حکم الہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔"

حدیث میں ارشاد ہوا "من سود مع قوم فهو منهم وفي لفظ من کثر سواد قوم فهو منهم" جو کسی قوم کی جماعت میں شریک ہو کر ان کا گروہ بڑھائے وہ انہیں میں سے ہے۔"

خصوصاً تو ہین مسجد پر اعانت کہ بہت سخت تر ہے پھر اگر یہ باتیں شامت نفس اور طمع دنیا سے ہوں تو صرف استحقاق جہنم ہے اور اگر کسی رسم کفر کے پسند و رضا کے ساتھ ہوں

تو کھلا کفر ہے۔ غمزاہیوں میں ہے تمن استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ۔ جس شخص نے کافروں کے کسی کام کو اچھا سمجھا تو وہ باتفاق مشائخ اس نے کفر کیا۔

مسلمانوں کو ایسے شخص سے میل جول منع ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 186، مرضیہ تالیف، لاہور)

جو بد مذہبوں اور کفار کے جلسوں میں شرکت نہ کرے اس سے بائیکاٹ کرنا  
بد مذہبوں اور کفار کے جلسوں میں شرکت نہ کرنے والے مسلمانوں پر طعن کرنا  
اور ان سے بائیکاٹ کرنا اشد حرام عمل ہے۔ اعلیٰ حضرت سے جب اس طرح کا سوال ہوا  
تو آپ نے فرمایا: ”ایسے جلسوں میں شریک ہونا قطعاً حرام اور سخت مستزاً اسلام ہے۔ اللہ  
عزوجل فرماتا ہے ﴿وَمَا يَنْبَغُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ  
الظَّالِمِينَ﴾ اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔

اللہ تعالیٰ ان کے پاس بیٹھنے کو شیطانی کام بتاتا ہے اور بھولے سے بیٹھ گیا ہو تو یاد  
آنے پر فوراً اٹھ آنے کا حکم فرماتا ہے نہ کہ ان کا وعظ و لکچر سنا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم فرماتے ہیں ”ایاکم وایہم لایضلونکم ولا یفتونکم“ ان سے دور بھاگو انھیں  
اپنے سے دور کر دو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

نہ کہ انھیں مسند رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بٹھانا، انھیں صدر یا واعظ بنانے  
میں ان کی تعظیم و توقیر ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”من وقر  
صاحب بدعة فقد اعان علی ہدم الاسلام“ جس نے کسی بد مذہب کی توقیر کی بے  
شک اس نے دین اسلام ڈھادینے پر مدد کی۔

فتاویٰ ظہیریہ و اشباہ والنظائر منخ العفار و در مختار و غیرہا میں ہے ”تبجیل الکافر کفر“ کافر کی تعظیم کفر ہے۔

تو جو مسلمان ایسے جلسوں میں شریک نہ ہو وہ اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم مانتے ہیں اپنے اسلام کو دستبردار و کفار و مرتدین و شیاطین سے بچاتے ہیں، اس بناء پر جو ان کو خارج از اسلام بتاتا ہے خود خارج از اسلام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”فقد بآء بها احد ہما“ جو کسی کو کافر کہے اگر وہ کافر نہیں تو یہ کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔

جو ان سے اس بناء پر ترک موالات کرے وہ ابلیس سے موالات کرتا ہے مسلمانوں کو اس سے ترک موالات چاہئے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 275، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

### فصل چہارم: قطع تعلقی کے متعلق سوال و جواب

سوال: کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان رشتوں کو نبھانے کی پوری کوشش کرتا ہے، ہر قسم کے حقوق پورے کرتا ہے، لیکن رشتہ دار اپنے حقوق پورے نہیں کرتے۔ اگر کسی رشتہ دار کے متعلق پتہ ہو کہ اس نے وفا نہیں کرنی کیا پھر بھی اس کے حقوق پورے کئے جائیں؟

جواب: جی ہاں ہم اپنی طرف سے حقوق پورے کریں، جو بدلہ میں حق تلفی کرتا ہے یہ اس کا ظرف ہے۔

سوال: جس پر احسانات کئے ہوں اور وہ بعد میں احسان فراموش ہو جائے تو دل کو بہت دکھ ہوتا ہے اور دوبارہ اس پر احسان کرنے اور اس سے تعلق قائم رکھنے کو دل نہیں چاہتا ایسی صورت میں کیا کریں؟

جواب: موجودہ دور ایسا ہے کہ اپنے قریب سے قریب تر رشتہ دار کے حقوق یہ سمجھ کر ادا نہ کریں کہ کل کو یہ ہمارے بھی حقوق پورے کرے گا۔ بس یہ ذہن میں رکھا جائے کہ ہم نے شریعت پر عمل کرتے ہوئے ہر ایک کے حقوق پورے کرنے ہیں اور بلاوجہ شرعی قطعی تعلقی سے بچنا ہے۔ رشتہ داروں سے بدگمانی نہ رکھی جائے کہ وہ ہمارے بُرے وقت میں کام نہیں آئیں گے، البتہ توقعات بھی وابستہ نہ کی جائیں اگرچہ اس پر احسانات کئے ہوں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جب وہ ضرورت کے وقت کام نہ آئیں گے تو اتنا دکھ نہ ہوگا اور اگر کام آگئے تو زیادہ خوشی ہوگی۔

سوال: بعض رشتہ دار، دوست احباب ایسے ہوتے ہیں جو عزت نہیں کرتے اگر کبھی ملاقات کرنے چلے جائیں تو طعن و طنز یا صراحتاً بے عزتی کر دیتے ہیں، کیا ایسی جگہ پھر جایا جائے؟

جواب: جہاں عزت نہیں وہاں جانا چھوڑ دیا جائے لیکن جانا چھوڑا جائے تعلق نہ توڑا جائے۔ جب کبھی ملاقات ہو سلام کر لیا جائے، حال چال پوچھ لیا جائے۔

سوال: اگر ہماری بہن یا بیٹی کی کسی رشتہ دار کے ہاں شادی ہوئی اور پھر طلاق ہوگئی یا ہم نے کسی رشتہ دار کی بیٹی یا بہن کو طلاق دے دی تو بعد طلاق رشتہ داری قائم رہنا تقریباً ناممکن ہے ہمیشہ کے لئے تعلقات ختم ہو جاتے ہیں ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: طلاق کی وجہ سے رشتہ داریاں ختم کر لینا شرعی عذر نہیں ہے لہذا کم از کم باہم ملاقات پر سلام کر لینا پانے۔ ہاں اگر ان کا ظالم و فاسق ہونا شرعاً ثابت ہو جائے تو ایسوں سے قطع تعلقی کرنا جائز ہے۔ لیکن عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ طلاق کے بعد دونوں خاندان ایک دوسرے کو ظالم و قصور وار کہتے ہیں۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ لڑکی یا لڑکے والے بعد طلاق دوسرے رشتہ داروں کو بھی قطع تعلقی کا کہہ دیتے ہیں یہ بہت آزمائش والا مرحلہ ہوتا ہے، ایسے موقع پر رشتہ داروں کی کہنے سے قطع تعلقی کرنا شرعاً جائز نہیں۔ لہذا ایسا عمل کیا جائے کہ دونوں کے ساتھ تعلق قائم رہے اور یہ اس طرح ہوگا کہ زیادہ نہ ملا جائے تھوڑا ملا جائے اور دوسروں کی غیبتیں اور بہتان بازی کرنے سے بچا جائے۔

سوال: بعض اوقات قطع تعلقی کا سبب لوگوں کی ذہنیت میں افراط و تفریط کا ہونا ہے جیسے عورت اگر دیور اور سسرال کے دیگر غیر محرم رشتہ داروں سے پردہ کرے تو اس پر سسرال والے بہت ناراض ہوتے ہیں، دوسری طرف بعض عورتیں سر سے بھی پردہ کرتی ہیں جس سے رشتوں میں دوریاں پڑ جاتی ہیں، ایسے موقع پر کیا کیا جائے؟

جواب: اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے لوگوں کی ناراضگی کی کوئی حیثیت نہیں۔ جس سے پردے کا حکم ہے اس سے پردہ کرنا ضروری ہے یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ لوگ ناراض ہو رہے ہیں۔ جیٹھ، شوہر کے بھانجے اور بھتیجیوں وغیرہ سے پردہ کرنا لازمی ہے۔ ہاں عورت پر پردے کا حکم ہے یہ نہیں کہ عورت ان رشتہ داروں سے کوئی تعلق نہ رکھے، عورت شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے سسرال والوں کے حقوق ادا کرے، اگر ضرورتاً دیور سے بات کرنی پڑ جائے تو پردہ میں رہ کر بات کر سکتی ہے۔ جہاں تک سسر سے پردہ کرنے کا مسئلہ ہے تو شرع نے جب سسر سے پردہ نہ کرنے کی رعایت دی ہے تو اس کو استعمال کیا جائے، سسر سے پردہ کرنا باعث تشویش اور رشتوں میں کمزوری کا باعث بن سکتا ہے۔ لوگ ایسی عورت پر بہت زیادہ تنقید کرتے ہیں۔ اس لئے حکمت عملی سے کام لینا چاہئے۔ سسر کا کردار اگر ٹھیک نہ ہو تو طریقے سے

احتیاط کی جائے۔

سوال: جس شادی میں گانے باجے ہوں وہاں جانا ناجائز ہونا بالکل واضح ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ بعض اوقات نہ جانے پر بڑے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں جیسے بہن یا بیٹی کے سسرال والوں کے ہاں شادی ہے جس میں یہ سب حرام افعال ہوں گے اور ہم روک بھی نہیں سکتے۔ اب شرکت نہ کرنے پر بچی کے لئے مسائل ہوں گے، ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

جواب: انسان اگر شریعت پر عمل کرنا چاہے تو اس کے لئے سوراہے ہیں اور اگر مجبوری کو آڑ بنا کر حرام کام کرنا چاہے تو جواز کی کوئی راہ نہیں۔ مذکورہ صورت میں یہ ممکن ہے کہ انسان ایسی شادی میں شرکت بھی کر لے اور گناہ سے بھی بچ جائے وہ یوں کہ پہلے جا کر سب کو مل لے پھر وہاں بیٹھے نہ جہاں گانے باجے بج رہے ہیں بلکہ باہر جا کر کھڑا ہو جائے یا دور جا کر بیٹھ جائے جہاں آواز نہ آئے، پھر بارات میں بینڈ باجے ہیں تو بارات سے تھوڑا دور رہے جہاں آواز نہ آئے، شادی ہال میں بھی ہال کے باہر کھڑا رہے۔ عموماً کھانے کے وقت گانے باجے بند ہو جاتے ہیں اس وقت اندر جا کر کھانا کھائے اور گھر واپس آجائے۔ الغرض اگر کوشش کرے تو گناہ سے بچ سکتا ہے جبکہ بچنا چاہے۔

سوال: اس کتاب کو پڑھ کر ہو سکتا ہے کسی قاری کے ذہن میں یہ اعتراض پیدا ہو کہ بد مذہبوں کے متعلق شدت اختیار کی گئی ہے، کیا ایسا نہیں ہو سکتا ہم اہل سنت والے دیگر فرقوں کے ساتھ مل جل کر رہیں تاکہ معاشرے میں امن وامان برقرار رہے۔

جواب: مل جل کر رہنے سے مراد اگر یہ کہ لڑائی جھگڑا قتل و غارت نہ کی جائے تو بالکل ٹھیک ہے اس کتاب میں مسلک کے نام پر لڑنے کا کہیں بھی نہیں کہا گیا بس قطع تعلقی کا

حکم دیا ہے۔ اگر مل جل کر رہنے سے مراد یہ ہے کہ بد مذہبوں کے باطل عقائد کو برانہ کہا جائے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ہمیں گستاخیاں کریں، صحابہ کو گالیاں دیں اور ہم بدلے میں ان تحفے تحائف دیں، گلے ملیں، ان کی تنظیموں کو چندے دیں تو اس میں معاشرے کا امن نہیں بلکہ بربادی ہے۔

راقم الحروف نے اس پوری کتاب میں بد مذہبوں کے متعلق شدت کسی ذاتی وجوہات کی بنا پر نہیں کی بلکہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں کی ہے۔ جب رحمۃ للعالمین نے ان سے نفرت کرنے اور دور رہنے کا حکم دیا ہے تو ہم کون ہوتے ہیں ان سے پیار کی پیٹنگیں بڑھائیں۔ اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی یہ صفت بیان فرمائی کہ وہ آپس میں نرم اور کفار پر سخت ہیں۔ سورۃ الفتح میں ہے ﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ ترجمہ کنز الایمان: محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

(سورۃ الفتح، سورۃ 48، آیت 29)

صحابہ کا تشدد کفار کے ساتھ اس حد پر تھا کہ وہ لحاظ رکھتے تھے کہ ان کا بدن کسی کافر کے بدن سے نہ چھو جائے اور ان کے کپڑے سے کسی کافر کا کپڑا نہ لگنے پائے۔ بد مذہب جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کریں، ان کی شان میں تنقیص کریں، آپ کے والدین کو معاذ اللہ مشرک جانیں، بات بات پر مسلمانوں کو مشرک ٹھہرا کر ان کا قتل جائز و ثواب سمجھیں، صحابہ کرام کو گالیاں دینا ثواب سمجھیں، احادیث کا انکار کریں۔ ایسوں سے وہی اتحاد کرے گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی چاہتا ہے۔ اللہ عزوجل کی رضا اس میں نہیں کہ فقط نماز

وروزہ کی پابندی کر لی جائے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول کے گستاخوں سے نفرت کی جائے۔

اہل علم حضرات کا کام امت مسلمہ کی خیر خواہی کرنا اور انہیں گمراہوں کے فتنوں سے بچانا ہے اگرچہ لوگ اس پر انہیں متشدد کہیں۔ حق کے داعی کو رب تعالیٰ عزت دینے والا ہوتا ہے، لوگوں سے عزت چاہنے کے لئے جو حق کو باطل سے ملاتا ہے وہ دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہوتا ہے۔

معاشرے میں امن بد مذہبوں سے قطع تعلقی کے ہی ساتھ ہوگا ورنہ یہ دوسرے صحیح العقیدہ مسلمانوں کو بد مذہب بنا کر ملک میں فتنہ و فساد بھریا کریں گے۔ جب شرعی حکم پر عمل چھوڑ کر سب سے اتحاد کیا جاتا ہے تو پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بد عقیدہ مسلمانوں کے چندوں کے مضبوط ہو کر ملک و معاشرے اور شہریوں کو نقصان پہنچاتے ہیں پھر ایک وقت آتا ہے کہ ملکی سطح پر ان کے خلاف آپریشن کیا جاتا ہے۔ اگر پہلے ہی حکام ان گمراہوں کو قید کریں ان کی تبلیغ کو روکیں تو یہ نوبت ہی نہ آئے۔

صلح کلی جو گمراہ فرقوں سے اتحاد کئے پھرتے ہیں تاریخ گواہ ہے یہ آج تک کوئی مثبت تبدیلی نہ لائے بلکہ فتنے برپا کئے ہیں۔ اکبر بادشاہ کے دور میں ہندو مسلم اتحاد میں دین اکبری ایجاد کروانے والے اسی ذہنیت کے لوگ تھے۔ صلح کلیت کے سبب اہل سنت میں سے کثیر افراد کا بد مذہب ہونا ثابت ہے لیکن بد مذہبوں میں سے سنی ہونا آج تک نہیں دیکھا سنا گیا۔ اتحاد کے ٹھیکے دار خود مر جاتے ہیں اور اپنا فتنہ چھوڑ جاتے ہیں جس کی کئی مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔

سوال: اگر ہم مسلمان اسی طرح فرقوں میں بٹے رہیں گے تو کافروں سے مقابلہ



کیسے کر پائیں گے؟

جواب: کافروں پر فتح پانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی صفوں میں سے ان غداروں کو نکال پھینکیں جو باطل عقائد کا پرچار کر کے فرقہ واریت کو فروغ دے کر مسلمانوں کو باہم لڑواتے ہیں اور ایسے گمراہوں کی پشت پناہی کفار کر رہے ہوتے ہیں جیسا کہ آج بھی کئی کالعدم تنظیموں کے پیچھے کفار کا ہاتھ ہونا واضح ہو چکا ہے۔ تاریخ شاہد کے جب بھی مسلمانوں نے پہلے گمراہوں کے خلاف جہاد کیا ہے اسلام کو فائدہ ہوا ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زکوٰۃ کا انکار کرنے والے نام نہاد کلمہ گو مرتدین سے جہاد کیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو مشرک قرار دینے والے خارجیوں سے جہاد کیا۔

سوال: کالعدم تنظیمیں اگرچہ اہل سنت کے علاوہ دیگر فرقوں کی ہیں لیکن دیگر فرقوں میں بھی تو بڑے عالم، نمازی پرہیزی لوگ ہیں، اگر کسی فرقہ کے چند افراد دہشت گرد ہوں لیکن اسی فرقہ کے دوسرے لوگ دیندار باامن ہوں تو ان باامن کو بھی دہشت گرد قرار دینا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

جواب: یہ باامن اگرچہ دہشت گرد نہ ہوں لیکن ان کے دل دہشت گردوں کی حمایت میں ہی دھڑکتے ہیں کیونکہ ان کے عقائد ایک ہوتے ہیں۔ یہ خود پر امن ہونے کا ڈھونگ کر کے لوگوں کو اپنے فرقوں میں پھانتے ہیں۔ دہشت گرد پیدائشی ہی دہشت گرد نہ تھے انہیں انہی نام نہاد باامن گمراہ مولویوں نے تقریروں کے ذریعے اپنے فرقہ میں کیا پھر جہاد کے نام پر قتل و غارت کی ترغیب دی۔

## ❁۔۔ باب چہارم: دینی و سیاسی تحریکوں

### ❁ تعلق و قطع تعلقی۔۔ ❁

#### فصل اول: دینی تحریک سے تعلق و قطع تعلقی

#### دینی تحریک میں شمولیت اختیار کرنا

شرعی طور اہل سنت کی کسی دینی تحریک میں شمولیت کرنا جائز ہے اور بعض صورتوں میں بہتر ہو سکتا ہے کیونکہ موجودہ دور میں تنہا دین کی خدمت کرنا مشکل ہے۔

دینی تحریکوں میں شمولیت کے فوائد

شمولیت بہتر ہونی کی یہ صورت ہے کہ تنہا انسان خود اپنی اصلاح کر لیتا ہے لیکن دوسرے لوگوں کی اصلاح کرنے کے زیادہ مواقع نہیں ملتے، لیکن دینی تحریک میں شمولیت کے سبب جتنا اس تحریک کا حلقہ احباب ہوگا انسان اس تک اپنی اصلاح کی ساتھ ساتھ دوسروں کی اصلاح کی کوشش کر سکتا ہے۔ دینی تحریک سے وابستگی انسان کو نیکی کے کاموں پر گامزن رکھتی ہے جیسے ہی دینی تحریک میں ہے اور اس میں یہ ذمہ داری ملی ہے کہ آپ نے روزانہ فلاں مسجد میں درس دینا ہے، اب اس کے فوائد یہ ہے کہ خود بھی باجماعت نماز پڑھے گا اور درس دینے کی تیاری کرنے کی وجہ سے اس کی علم میں اضافہ ہوگا اور درس کی وجہ سے لوگوں کی اصلاح کا ثواب ملا اور اگر کوئی اس کے درس کی وجہ سے نمازی بن گیا تو جب تک وہ نماز پڑھتا رہے گا اسے اس کا ثواب ملتا رہے گا۔

دینی تحریکوں میں کیا چیز دیکھی جائے؟

دینی تحریکوں میں اچھے اچھے نام نہیں بلکہ دینی تحریک کے عقائد و نظریات، اس کا منشور اور جو اس تحریک کا بانی ہے اس کا کردار دیکھا جائے نہ یہ کہ تحریکوں میں موجود افراد

کے کردار کو دیکھ کر تحریک کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ کر دیا جائے۔ تحریکوں میں عام طور پر جاہل لوگ بھی ہوتے ہیں، اگر کوئی عام جاہل انسان خلاف شرع عمل کرے تو اس میں تحریک یا اس کے بانی کا کیا تصور ہے؟ کئی دفعہ دیکھا سنا گیا ہے امام صاحب کے ساتھ تحریک کے ایک شخص نے بر اسلوک کیا تو امام صاحب نے اپنے بیان میں اس پوری تحریک کو رگڑا لگا دیا، یہ اخلاقی اور شرعی طور پر درست نہیں ہے۔

ایک فرد کی غلطی پر پوری تحریک کو غلط قرار دینا عقلمندی نہیں اور ایک باطل گمراہ شخص کی تحریک کے کسی فرد کے اخلاقیات و عبادات کو دیکھ کر پوری تحریک کو صحیح سمجھ لینا بھی نادانی ہے۔

موجودہ دور میں کئی ایسی دینی تحریکیں ہیں جن کے نام اسلامی ہیں لیکن عقائد گمراہ کن ہیں، کئی تحریکیں اہل سنت کی ہیں مگر ان کا منشور اچھا ہے لیکن اس پر عمل نہ ہونے کے برابر ہے اور بعض تحریکوں کے بانی صلح کلی، گمراہ نظریات کے حامل ہیں۔

### عصر حاضر کی جہادی تحریکیں

عصر حاضر میں کئی ایسے گمراہ عقائد کے حامل لوگوں کی جہادی تنظیمیں ہیں جنہوں نے جہاد کے نام پر اپنی مسلک کا پرچار شروع کر رکھا ہے۔ جہاد کا چند اپنے اداروں میں لگاتے ہیں، نام نہاد مجاہدوں کو اہل سنت کی مساجد پر قبضہ کرنے، اہل سنت کے علماء شہید کرنے پر لگادیتے ہیں اور انہیں یہ ذہن دیتے ہیں کہ یہ کافروں کو مارنے سے زیادہ ثواب ہے۔ معاذ اللہ عزوجل۔ یہ کوئی خود ساختہ بات نہیں بلکہ عقل سلیم رکھنے والے لوگ بخوبی اس سے واقف ہے کہ کئی مرتبہ پکڑے جانے والے دہشت گردوں نے بیانات دیئے ہیں کہ ہمیں مولوی صاحب نے کہا تھا کہ اس مزار کو بم سے اڑانا اور وہاں موجود لوگوں کو قتل

کرنا بڑا ثواب ہے۔

قارئین خود اس بات کا جائزہ لیں کہ کتنی جہادی تنظیمیں ایسی ہیں جن کے بانی خود جہاد میں شہید ہوئے ہیں یا ان کی اولاد شہید ہوئی ہے؟ آپ اس کی تحقیق کرنے نکلیں تو شاید کوئی بھی ایسی تحریک نہ ملے۔ کئی جہادی تنظیموں کے اہم اراکین کے بچے باہر کے ممالک میں پڑھ رہے۔ بعض ایسے مولوی بھی منظر عام پر آئے ہیں جنہوں نے جہاد کی غلط تعریف و مفہوم پیش کر کے مسلمانوں کو اپنے ہی اسلامی ملک کے خلاف جہاد پر ابھارا ہے اور سینکڑوں لوگوں کو قتل کروا کر خود بھاگ نکلے ہیں۔ لیکن ہماری قوم اتنی بھولی ہے ایسے مولوی کو جو تے نہیں مارے جس نے اتنے لوگ قتل کروائے بلکہ اسے مظلوم سمجھ کر اس کے خیر خواہ ہو گئے۔

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں معاذ اللہ جہاد کے مخالف نہیں ہوں۔ کوئی مسلمان کیسے جہاد کی مخالف کر سکتا ہے اور اس کا انکار کر سکتا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادیا ہے قیامت تک جہاد کو کوئی ختم نہیں کر سکتا۔ میری مراد فقط مسلمانوں کو آگاہی دینا ہے کہ جہاد کے جذبے میں آ کر خدا را کہیں گمراہ لوگوں کے ہتھے چڑھ کر مسلمانوں کو ہی قتل کرنا جہاد نہ سمجھ لینا اور اپنی بربادی کے ساتھ ساتھ جہاد کو بھی بدنام نہ کروا دینا۔

دینی تحریک سے قطع تعلقی کرنا

کسی سنی دینی تحریک میں شمولیت کے بعد قطع تعلقی کرنا یعنی اس تحریک کو چھوڑ دینا شرعاً جائز ہے۔ لیکن بلاوجہ صحیح سنی دینی تحریک کو نہ چھوڑا جائے کہ اس میں بعض اوقات فتنوں کا دروازہ کھل جاتا ہے، ایک دوسرے کی غیبتیں اور برائیاں شروع جاتی ہیں اور تحریک کے

ساتھ ساتھ سنیت کو بھی نقصان ہوتا ہے۔ اگر کوئی تحریک سے علیحدگی اختیار کر لے تو تحریک سے وابستہ افراد کو چاہئے کہ اس سے پیار محبت ویسے ہی جاری رکھیں اور علیحدگی کرنے والے کو بھی چاہئے کہ تحریک کے احسانات کو فراموش نہ کرے، تحریک کے خلاف باتیں کر کے لوگوں کو اس سے بدظن نہ کرے کہ کسی صحیح اہل سنت و جماعت کی تحریک کے خلاف زبان درازی کرنا دین کو نقصان پہنچانا ہے۔

دینی تحریکوں پر اعتراضات کرنا

بعض لوگوں بلکہ بعض اہل علم حضرات کو دیکھا گیا ہے کہ بغیر تحقیق کئے لوگوں سے سنی سنائی باتوں پر اعتماد کر کے کسی صحیح تحریک کے خلاف بیانات کرتے ہیں اور اس کی شدید مخالفت کرتے ہیں بلکہ بعض تو ایسے متشدد بھی دیکھے گئے ہیں جو پوری تحریک کو خواہ مخواہ سنیت سے خارج قرار دے دیتے ہیں۔ بعض فروع مسائل کو بنیاد بنا کر سنی تحریکوں اور ان کے بانیوں کے خلاف اتنے شدید الفاظ کہہ دیتے ہیں کہ بد مذہب لوگ اس کا خوب فائدہ اٹھا کر لوگوں کو اہل سنت کی تحریکوں سے دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں، بلکہ اگر کسی سنی عالم نے کسی سنی تحریک یا اس کے بانی کے خلاف کوئی کتاب یا تحریر لکھی ہو تو اس کتاب کو بد مذہب چھاپتے اور انٹرنیٹ پر عام کرتے ہیں۔

فتاویٰ فقیہ ملت میں ایسے شخص کے متعلق سوال ہوا جو ایک ایسے ادارہ کی مخالفت کرتا ہے جو سنی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کے مسلک کا پرچار کر رہا ہے۔ جواب فرمایا گیا: ”ادارہ مذکور اگر واقعی صحیح طریقے سے علم دین اور مسلک اعلیٰ حضرت کی نشرو اشاعت کر رہا ہو اور قوم کی دینی ضرورتوں کو پوری کرتا ہو تو ایسے ادارہ کی بلا وجہ شرعی مخالفت کرنا، چندہ وغیرہ بند کرانے کی خاطر لوگوں کو بہکانا بہت بڑا گناہ ہے۔ بلکہ ایسے ادارہ کی

امداد و اعانت کرنا سارے مسلمانوں کا دینی و ملی فریضہ ہے۔ اور اس کی مخالفت کرنے والا ظالم و جفا کار اور سخت گنہگار ہے، ایسا شخص مذہبی قیادت کا قطعی حقدار نہیں بلکہ سارے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا سخت بائیکاٹ کریں۔ اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا سب ترک کر دیں اور ہرگز اس کی قیادت میں نہ چلیں۔“

(فتاویٰ فقیہ ملت، جلد 2، صفحہ 357، شبیر برادرز، لاہور)

ہاں جو بد مذہبوں کی تحریکیں ہیں جو لوگوں کو گمراہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں یا کسی تحریک کا بانی خود کو سنی کہتا ہے لیکن اس کے عقائد گمراہ کن ہیں تو اس کی مخالفت نہ صرف جائز ہے بلکہ یہ کلمہ حق کہنا ہے۔

## فصل دوم: سیاسی تحریکوں سے تعلق و قطع تعلقی

### سیاست کی تعریف و مفہوم

سیاست کے لغوی تعریف حکومت چلانا اور لوگوں کی امر و نہی کے ذریعہ اصلاح کرنا ہے۔ سیاست (Politics) ”سائنس“ سے مشتق ہے جو یونانی لفظ ہے، اس کے معنی شہر و شہر نشین کے ہیں۔ سیاست کی اصطلاحی تعریف فن حکومت اور لوگوں کو اصلاح سے قریب اور فساد سے دور رکھنا۔ اسلام میں سیاست اس فعل کو کہتے ہیں جس کے انجام دینے سے لوگ اصلاح سے قریب اور فساد سے دور ہو جائیں۔ اہل مغرب فن حکومت کو سیاست کہتے ہیں، امور مملکت کا نظم و نسق برقرار رکھنے والوں کو سیاستدان کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں لفظ سیاست تو نہیں البتہ ایسی بہت سی آیتیں موجود ہیں جو سیاست کے مفہوم کو واضح کرتی ہیں، بلکہ قرآن کا کافی حصہ سیاست پر مشتمل ہے، مثلاً عدل و انصاف، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، مظلوموں سے اظہار ہمدردی و حمایت، ظالم اور ظلم

سے نفرت اور اس کے علاوہ انبیاء اور اولیاء کرام کا اندازِ سیاست بھی قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں ہے ﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا ائِنِّي يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اٰحِقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْت سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى عَلَيْكُمْ وَّزَادَهُ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰهُ يُؤْتِى مَلِكًا مِّنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَّاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا بیشک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔ بولے اسے ہم پر بادشاہی کیونکر ہوگی اور ہم اس سے زیادہ سلطنت کے مستحق ہیں اور اسے مال میں بھی وسعت نہیں دی گئی۔ فرمایا اسے اللہ نے تم پر چن لیا اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

(سورۃ البقرہ، سورۃ 2، آیت 247)

### جمہوریت کی تعریف و مفہوم

جمہوریت کا لغوی معنی کثرت کے ہیں۔ اصطلاحی طور پر جمہوریت حکومت کی ایک حالت ہے جس میں لوگ یا لوگوں کا منتخب شدہ نمائندہ حکومت چلانے کا اہل ہوتا ہے، جسے ووٹوں کی کثرت کے ذریعے حکومت ملتی ہے۔

جمہوریت بہت بعد کی پیداوار ہے اس سے پہلے بادشاہی نظام تھا جس کے ظلم و ستم سے تنگ آکر انگریزوں نے جمہوریت کو اپنایا اور اب پوری دنیا میں اسے فروغ دیا جا رہا ہے۔ جمہوریت میں کثرت رائے کو سب کچھ سمجھا جاتا ہے جبکہ اسلام میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول کے آگے کسی کی رائے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ جمہوریت میں گنتی دیکھی جاتی ہے معیار نہیں۔ مغرب میں یہی جمہوریت جس میں کثرت رائے کی وجہ سے آئے دن

فتیح سے فتیح تو انین زنا، ہم جنسی جیسے بن رہے ہیں۔

دینی طبقہ جو سیاست کو پسند نہیں کرتا اس سیاست سے مراد یہی مروجہ جمہوری سیاست ہے۔ وہ سیاست جو اسلامی طریقہ کے مطابق ہو اس کو کوئی بھی مسلمان ناپسند نہیں کر سکتا۔

جداہودین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیری

لہذا اسلام میں سیاست تو ہے جمہوریت نہیں ہے، لیکن جمہوریت کو مطلقاً کفر کہنا درست نہیں ہے۔ جمہوری نظام میں جو بات قرآن و سنت کے خلاف ہے وہ ناجائز ہے اور جو اس کے موافق ہے وہ جائز ہے۔

عصر حاضر کی سیاست شریعت کے آئینہ میں

اسلام میں جو خلافت کا نظام ہے جو صحابہ کرام سے ثابت ہے وہ رائج ہو جائے تو بہت اچھا ہے کہ اہل حل و عقد حضرات خلیفہ کے اوصاف کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی کو خلیفہ بنائیں اور وہ تمام مسلمانوں کا خلیفہ ہے۔ خلافت کی سات شرطیں ہیں: مرد، عاقل، بالغ، مسلم، آزاد، قادر، قرشی ہو۔ یہ صورت صدیوں سے ناپید ہے۔ موجودہ دور میں تقریباً ناممکن ہے۔ اب بادشاہت کا نظام کئی ممالک خصوصاً عرب ممالک میں رائج ہے۔

عصر حاضر میں سیاست کی بگڑی ہوئی حالت کو دیکھ کر دینی اور پڑھا لکھا طبقہ اس سے الگ ہو گیا اور یوں ساری کی ساری سیاست چند خاندانوں اور کاروباری اور دین فروش مولویوں تک محدود ہو گئی۔ اب حال یہ ہے کہ سیاست کاروبار کے طور پر کی جاتی ہے ایم این اے سے لے کر ایک کونسلر تک لاکھوں کروڑوں روپے لگا کر الیکشن جیتتا ہے اور بعد میں لوٹ مار کر کے پیسے پورے کرتا ہے۔ چڑھتے سورج کو سلام ہے جس کا زور ہوتا ہے کئی لیڈر



پہلی پارٹی چھوڑ کر اس کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ عیاش لیڈروں کے عیاش بچے ہمارے سربراہ بننے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ آج ان عیاش و سیکولر لیڈروں کی خبیث اولاد کی حالت دیکھ کر حضور علیہ السلام کا وہ فرمان یاد آتا ہے جس میں آپ نے قیامت کی نشانی یوں ارشاد فرمائی کا خبیث کا بچہ خبیث بے دین عزت دار ہوگا۔ مجمع الزوائد میں ہے "وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يُكَذِّبُ فِيهِ الصَّادِقُ، وَيُصَدِّقُ فِيهِ الْكَاذِبُ، وَيُخَوِّنُ فِيهِ الْأَمِينُ، وَيُؤْتَمَنُ فِيهِ الْخَائِنُ، وَيَشْهَدُ الْمَرْءُ وَإِنْ لَمْ يُسْتَشْهَدْ، وَيَحْلِفُ الْمَرْءُ وَإِنْ لَمْ يُسْتَحْلَفْ، وَيَكُونُ أَسْعَدَ النَّاسِ بِالْدُنْيَا لُكْعُ بَنٍ لُكْعٍ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ" ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ ضرور لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ سچ بولنے والا اس میں جھوٹ بولے گا اور جھوٹ بولنے والا سچ بولے گا اور امانت دار خیانت کرنے والا ہوگا اور خیانت کرنے والا امانت دار ہوگا اور دوست بغیر شہادت طلب کیے شہادت اور قسم کھائے گا اور لوگوں میں زیادہ عزت دار وہ ہوگا جو خبیث کا بیٹا خبیث ہوگا جو نہ اللہ عزوجل اور نہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہوگا۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب الفتن، باب فی ایام الصبر وفیمن یتمسک بدینہ فی الفتن، جلد 7، صفحہ 284، مکتبۃ القدسی، القاہرہ)

جز جس پارٹی سے منسلک ہے اسے نہ صرف اچھا جانتا ہے بلکہ زبردستی لوگوں میں اس کی جھوٹی تعریفیں کر کے اسے صحیح ثابت کرتا ہے۔ افسوس ہماری قوم ووٹ دیتے وقت کچھ سوچتی نہیں ہے ایک بہت بڑی تعداد تو ووٹ دیتی ہی نہیں۔ جو دیتی ہے وہ بھی اپنے خاندان کی روش پر چلتے ہوئے اسی پارٹی کو ووٹ دیتی ہے جس کو اس کے باپ دادا دیتے

آئے ہیں چاہے وہ لیڈر خبیث، زانی، شرابی، رشوت خور، ظالم و قاتل ہی کیوں نہ ہوں۔ ملک کو لوٹ کر اس کا بیڑہ غرق کر کے وہی لیڈر عوام کو پھر سبز باغ دکھاتے ہیں اور عوام ہر بار کی طرح پھر ان سے امیدیں وابستہ کر لیتی ہے اور بعد میں ذلیل و خوار ہوتی ہے۔

آج الیکشن جیتنا اور نیا فرقہ بنانا کوئی مشکل نہیں رہا۔ امریکہ کی مخالفت کر کے الیکشن جیت جاؤ اور فرقہ واریت کی مخالفت کر کے نیا فرقہ بنا لو۔

### سیاسی تحریک سے تعلق

اب موجودہ دور میں نہ وہ خلافت کا نظام ہے اور نہ ہی بظاہر ممکن ہے۔ دیندار طبقہ سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر چکا ہے، جس کا نقصان یہ ہو رہا ہے کہ بے دین سیاست میں آکر اپنی بے دینی کو سیاسی طاقت سے عام کر رہے ہیں۔ لہذا اس صورتحال میں اہل سنت و جماعت کے علماء کرام اگر سیاست میں حصہ لیں تو مسلمانوں کو چاہئے کہ انہیں ووٹ دیں۔ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ سنی حضرات سیاست میں کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں؟ کیونکہ الحمد للہ عزوجل پاکستان میں اہل سنت کی بہت زیادہ اکثریت ہے، دیگر تمام گمراہ فرقے مل کر بھی اہل سنت کی تعداد کے تہائی برابر نہیں، نصف ہونا تو بڑی دور کی بات ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ کوئی بھی سیاسی پارٹی اہل سنت کے ووٹوں کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ لیکن حال یہ ہے کہ اہل سنت کی لاکھوں ووٹ لے کر جب لیڈر اسمبلیوں میں جاتے ہیں تو گمراہ فرقوں کی چند سیٹوں کو اپنی ساتھ ملانے کے لئے ان کی جی حضوری کرتے ہیں اور ان کے مذہب کو تقویت دیتے ہیں۔ اب صورتحال یہ ہے کہ اگر ایک علاقہ میں کوئی بھی بد مذہب نہ ہو صرف سنی ہوں اور ایک طرف کوئی مشہور سیاسی پارٹی کا ممبر

ہو اور دوسری طرف کوئی سنی عالم ہی کیوں نہ ہو، بہت مشکل ہے اسے مسلک کے نام پر ووٹ مل جائیں اور وہ الیکشن جیت جائے، وجہ یہی ہے کہ اہل سنت کے لوگ مسلک کے نام پر ووٹ نہیں ڈالتے جبکہ دیگر فرقے والے اپنے مسلک کے بندے کو ووٹ دیتے ہیں۔ لہذا ان حالات میں میری ناقص رائے یہ ہے کہ مسلمانوں میں مسلک اہل سنت کی تقویت کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے، بد مذہبوں کی خرافات سے لوگوں کو آگاہ کر کے انہیں پکاسنی بنایا جائے، اس کے لئے وہ مذہبی سنی تحریکیں بہت فائدہ مند ہیں جو مسلمانوں کو سدیت پر مضبوط کر رہی ہیں جب یہ مسلمان پکے سنی ہو جائیں گے، انہیں بد مذہبوں کے فریب پتہ چل جائیں گے، اس وقت مسلک کے نام پر ووٹ ڈالنا شروع ہوں گے، پھر کوئی بھی سنی کھڑا ہوگا تو لوگ اسے ووٹ دیں گے۔ لہذا اہل سنت سیاسی میدان میں بھی کوشش کرے اور دینی تحریکیں اگرچہ وہ خود کو غیر سیاسی ہوں وہ مسلمانوں کو سنی بناتی رہیں، تاکہ ہم سیاست میں بھی مضبوط ہو کر اس ملک میں فرقہ واریت اور دہشت گردی کو ختم کر دیں۔

غیر سیاسی تحریکوں پر طعن کرنا

اگر کوئی شخص یا تحریک سیاست کی بگڑی ہوئی حالت کے پیش نظر سیاست کو پسند نہیں کرتی تو اس پر طعن کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔ کوئی بھی ذی شعور سیاست کو غلط نہیں کہہ سکتا بلکہ وہ موجودہ سیاسی نظام کی ہی مخالفت کرتا ہے اور اس سے دور رہتا ہے، جس میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ دیکھیں قیام پاکستان کے وقت اہل سنت و جماعت نے مسلم لیگ کی پر زور حمایت اور جدوجہد کی اور اس کا ساتھ دیا جن میں قابل ذکر مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی، مولانا عبدالستار خان نیازی، مفتی سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، پیر امین الحسنات مانگی شریف، پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمہم اللہ اور برصغیر پاک و ہند

کی تمام خانقاہوں کے گدی نیشوں و پیران عظام شامل تھے، لیکن بعض سنی علماء نے کانگریس کے ساتھ ساتھ مسلم لیگ میں بھی حصہ نہ لیا کہ اس میں بعض بد مذہب بھی تھے چنانچہ اعلیٰ حضرت کے شہزادے مفتی حامد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”میں نے عرس اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تنظیم اہل سنت کے لئے بہت سے اکابر علماء کو جمع کر کے چاہا تھا کہ ہماری ایک متفقہ آواز ملک سے مسلمانوں کی حمایت کے لئے اٹھے اور مسلمان ہمارے علماء کی آواز پر لبیک کہیں اور بے دینوں کے پنجے سے اس طرح انہیں نجات ملے اور اغیار کی قیادت سے نکل کر علمائے اہل سنت کی قیادت میں ہم اپنا کام کریں مگر اس کی تخریب کر دی گئی جس کے مخرب ہمارے ہی بعض افراد تھے، یہ ہماری غایت درجہ کی عاقبت نااندیشی اور زمانہ ناشناسی تھی۔“

میں لیگ کو بحالت موجودہ کہ اس کے اندر شرعی مفسد ہیں اور بہت سے گمراہ بد مذہب بد دین شریک ہیں نظر استحسان سے نہیں دیکھتا اور اس بناء پر میں نے آج تک کسی کو اس کی شرکت کی اجازت نہیں دی مگر اس کے ساتھ ہی جو لوگ اس میں خالص سنی رضوی شریک ہو گئے ہیں، ان پر سخت حکم دینے کو بھی اچھا نہیں سمجھتا کہ جب ان کی شرکت کسی شرعی نقطہ نظر سے ہو تو تکفیر کیا معنی تھلیل و تفسیق کا بھی شرعاً حکم نہیں دیا جاسکتا۔“

(فتاویٰ حامدیہ، صفحہ 445، شبیر برادرز، لاہور)

### ووٹ ڈالنے کی شرعی حیثیت

ووٹ ڈالنا شرعی طور پر جائز ہے۔ لیکن ووٹ ایسے شخص کو ڈالا جائے جو اہل سنت و جماعت کا ہو، نیک پرہیزگار ہو اگرچہ کسی بھی سیاسی تحریک کا نمائندہ ہو۔ ہاں اگر کسی سیاسی پارٹی کا لیڈر بے دین ہو دین اور علماء کرام کے متعلق زبان درازی کرتا ہو تو پھر ہرگز اس

تحریک کے کسی بھی فرد کو ووٹ نہ ڈالیں کہ یہ ایسے شخص کو لیڈر بنانے پر تعاون کرنا ہے جس نے برسرِ اقتدار آکر دین کو نقصان پہنچانا ہے۔

ووٹ نہ ڈالنے والے پر بھی طعن کرنا درست نہیں ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ووٹ ڈالنا فرض ہے اور اس پر عجیب و غریب دلیل یہ دیتے ہیں کہ ووٹ گواہی کی طرح ہے، ان لوگوں کی یہ دلیل شرعا اور عقلاً باطل ہے۔ اگر ایسا کوئی لیڈر نہیں جو صحیح ایماندار ہو تو ووٹ ضائع کرنا جائز ہے۔

سیاسی تحریکوں سے قطع تعلقی

اگر کوئی کسی سیاسی تحریک سے وابستہ ہو اور پھر اسے چھوڑ دے تو شرعا یہ جائز ہے۔ سیاسی تحریک چھوڑنے والے پر طعن و تشنیع کرنا شرعا جائز نہیں ہے۔ البتہ اخلاقی اعتبار سے سیاسی تحریک چھوڑنا بعض لوگوں کے لئے بہت معیوب سمجھا جاتا ہے جیسے کوئی بڑا لیڈر ہے اور وہ دوسری پارٹی کے زور کو دیکھتا ہوا فقط اپنی لیڈری کے لئے پہلی تحریک کو چھوڑ دے تو لوگ اسے مخصوص لقب سے پکارتے ہیں، دینی شخصیت کو ایسی حرکت سے باز رہنا چاہئے۔

حرفِ آخر

ساری کتاب کو پڑھا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ صلہ رحمی کی دنیا اور آخرت میں فضائل و برکات ہیں۔ شریعت نے ہماری رہنمائی کر دی کہ کس سے صلہ رحمی کرنی ہے اور کس سے قطع تعلقی کرنی ہے۔ لہذا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ شرعی احکام کو چھوڑ کر اپنی مرضی سے جس کے ساتھ چاہے صلہ رحمی کرے اور جس سے چاہے قطع تعلقی کرے۔

اگر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ بہت تھوڑے ایسے لوگ ہیں جن سے صلہ رحمی کا حکم ہے جیسے رشتہ دار، دوست احباب وغیرہ اور ایک بڑی تعداد ہے جس سے قطع تعلقی کا حکم ہے

جیسے کفار و بد مذہب اور فساق۔ لہذا اگر ان مخصوص لوگوں کے ساتھ ہم اچھی طرح مل جل کر رہیں تو ہماری دنیا بھی بہتر ہو جائے اور آخرت بھی، گھروں میں جو ایک دوسرے کے خلاف سیاسی جنگ چل رہی ہوتی ہے، ذہنی اذیت کا ماحول ہوتا ہے یہ سب ختم ہو جائے۔ آج ہر ایک کو یہی شکوہ ہے کہ دوسرے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے، بہت سے لوگ یہ سوچنا گوارا نہیں کرتے کہ ہم دوسروں کے کتنے حقوق پورے کرتے ہیں، اب ظالم بھی مظلوم بنے ہوئے ہیں۔ حال یہ ہے کہ ظالم کسی کی گلہ دباتا ہے تو مظلوم کی آنکھیں گلہ دہنے سے باہر آ جاتی ہیں اس پر ظالم مظلوم بنتے ہوئے کہتا ہے مجھے آنکھیں دکھاتا ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم رشتہ داروں اور دیگر دوست احباب سے اچھے تعلق استوار رکھیں اور وہ بھی ہم سے حسن سلوک کریں تو اس کے لئے ہمیں دوسروں سے پیار محبت کے ساتھ پیش آنا ہوگا۔ اگر ہم اچھے اخلاق کا مظاہرہ کریں گے تو دوسرے بھی ہم سے محبت کریں گے کہ اللہ عزوجل نے دلوں کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ جو اس سے محبت کرے دل بھی اس سے محبت کرتا ہے۔ حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء میں ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی (المتوفی 430ھ) روایت کرتے ہیں ”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جُبِلَتِ الْقُلُوبُ عَلَى حُبِّ مَنْ أَحْسَنَ إِلَيْهَا وَيُبْغِضُ مَنْ أَسَاءَ إِلَيْهَا“ ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دلوں کو اس شخص کی محبت پر پیدا کیا گیا ہے جو ان سے نیک سلوک روارکھتا ہے۔

(حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، فمن الطبقة الأولى من التابعین، جلد 4، صفحہ 121، دار الکتب العربی، بیروت)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## اعتذار

حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ پروف ریڈنگ کی کوئی غلطی نہ ہو لیکن  
بتقاضائے بشریت اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو قارئین سے التماس ہے کہ  
ناشر سے رجوع فرمائیں ان شاء اللہ آئندہ اس کو درست کر دیا جائے گا۔

کتاب کے متعلق اپنے تاثرات اس میل ایڈریس پر بھیجیں

abuahmadanarasraza@gmail.com

## --- المصادر والمراجع ---

- | مصنف کا نام  | کتاب کا نام | مکتبہ کا نام | سن اشاعت |
|--|-------------|--------------|----------|
| (1) القرآن   |             |              |          |
| (2) ابراہیم الحطمی، کبیری غنیۃ المستملی، مکتبہ نعمانیہ، کوئٹہ  |             |              |          |
| (3) احمد جیون، التفسیرات الاحمدیہ، مکتبہ الحرم، لاہور  |             |              |          |
| (4) اسماعیل حقی بن مصطفیٰ الاستانبولی الحنسی الخلوئی، روح البیان، دار الفکر، بیروت   |             |              |          |
| (5) احمد امجدی جلال الدین امجدی، فتاویٰ فیض الرسول، شبیر برادرز، لاہور   |             |              |          |
| (6) احمد امجدی جلال الدین امجدی، فتاویٰ فقیہ ملت، شبیر برادرز، لاہور   |             |              |          |
| (7) احمد بن الحسین بیہقی، شعب الایمان، مکتبہ الرشید، ریاض، 1423ھ-2003ء   |             |              |          |
| (8) احمد بن عبد اللہ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، السعادة بجوار محافظة، مصر، 1394ھ-1974ء                       |             |              |          |
| (9) احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار، مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار، مکتبہ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ، 2009ء  |             |              |          |
| (10) احمد بن علی بن ابی یوسف ابو یعلیٰ الموصلی، مسند ابی یعلیٰ، دار المأمون للتراث، دمشق، 1404ھ-1984ء                      |             |              |          |
| (11) احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد، دار الغرب الاسلامی، بیروت، 1422ھ-2002ء              |             |              |          |
| (12) احمد بن محمد بن احمد الشافعی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق وحاشیۃ الشافعی، المطبعة الکبریٰ، لا میریہ، القاہرہ، 1313ھ |             |              |          |
| (13) احمد بن محمد بن حنبل، مسند للإمام احمد بن حنبل، مؤسسة الرسالة، بیروت،   |             |              |          |



1421ھ-2001ء

- (14) احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی، الزواجر عن اقتراف الکبائر، دار الفکر، بیروت، 1407ھ
- (15) احمد رضا خان، احکام شریعت، نظامیہ کتاب گھر، لاہور
- (16) احمد رضا خان، المعتقد المعتقد مترجم، مکتبہ برکات المدینہ، بہادر آباد، کراچی
- (17) احمد رضا خان، فتاویٰ رضویہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور
- (18) احمد رضا خان، کنز الایمان، مکتبہ المدینہ، کراچی
- (19) اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی، تفسیر القرآن العظیم، دار طیبہ، 1420ھ-1999ء
- (20) امجد علی اعظمی، بہار شریعت، مکتبہ المدینہ، کراچی
- (21) امجد علی اعظمی، فتاویٰ امجدیہ، مکتبہ رضویہ، کراچی
- (22) جلال الدین مولوی بلخی، مثنوی مولوی معنوی، نورانی کتب خانہ پشاور
- (23) جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر، فتاویٰ ہندیہ، دار الفکر، بیروت، 1310ھ
- (24) حارث بن محمد بن داہر التیمی البغدادی الخصب، مسند الحارث، مرکز خدمۃ السنۃ والسیرة النبویۃ، المدینۃ المنورۃ، 1413ھ-1992ء
- (25) حامد رضا خان، فتاویٰ حامدیہ، شبیر برادرز، لاہور
- (26) حسن بن منصور قاضی خان، فتاویٰ قاضی خاں، قدیمی کتب خانہ، کراچی
- (27) سلیمان بن احمد ابوالقاسم الطبرانی، المعجم الاوسط، دار الحرمین، القاہرہ، 1415ھ
- (28) سلیمان بن احمد بن ایوب ابوالقاسم الطبرانی، المعجم الصغیر، المکتب الاسلامی، بیروت، 1405ھ-1985ء
- (29) سلیمان بن احمد ابوالقاسم الطبرانی، المعجم الکبیر، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ
- (30) سلیمان بن الأشعث ابوداؤد البجستانی، سنن ابوداؤد، المکتبۃ العصریۃ، بیروت

(31) سلیمان بن داود بن الجارود الطیالیسی ابو داؤد، مسند ابی داؤد الطیالیسی، دار ہجر، مصر، 1419ھ-1999ء

(32) شیرویه بن شہر دار بن شیرویه الدیلمی الہمدانی، الفردوس بما ثور الخطاب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1406ھ-1986ء

(33) عبدالرحمن بن ابی بکر، جلال الدین السیوطی، الدر المنثور، دار الفکر، بیروت

(34) عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی، البر والصلۃ لابن الجوزی، مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت، 1413ھ-1993ء

(35) عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی، تلخیص ابلیس، دار الفکر، بیرزت، 1421ھ-2001ء

(36) عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری، الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1417ھ

(37) عبدالمصطفیٰ اعظمی مجددی، جنتی زیور، مکتبۃ المدینہ، کراچی

(38) عبدالعزیز محمد، دہلوی، تفسیر عزیز، افغانی دار الکتب لال کنواں، دہلی

(39) عبدالقادر جیلانی، غنیۃ الطالبین، مصطفیٰ البابی، مصر

(40) عبداللہ بن محمد بن علی لائنصاری الہروی، ذم الکلام وأہلہ، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینہ المنورہ، 1418ھ-1998ء

(41) عبداللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی، الزہد والرقائق لابن المبارک، دار الکتب العلمیہ، بیروت

(42) عبداللہ بن عبدالرحمن بن الفضل الداری التیمی السمرقندی، سنن الداری، دار المعنی، السعودیہ، 1412ھ-2000ء

(43) عبید اللہ بن محمد بن محمد بن حمدان العکبری المعروف بابن بکۃ العکبری، الابابۃ الکبری لابن

بطہ، دارالریاء، الریاض

(44) علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی، مجمع الزوائد ونبیح القوائد، مکتبۃ القدسی،

القاہرہ، 1414ھ-1994ء

(45) علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطلال، شرح صحیح البخاری لابن بطلال، مکتبۃ الرشید،

الریاض، 1423ھ-2003ء

(46) علی بن عمر ابوالحسن، سنن الدارقطنی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1424ھ-2004ء

(47) عثمان بن علی، تبیین الحقائق، المطبوعۃ الکبری الامیریۃ، القاہرہ، 1313ھ

(48) علی بن حسام الدین المتقی الہندی، کنز العمال، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1989ء

(49) عمر بن محمد بن عبد اللہ ابن عمویہ الشہر زدی، مشیخۃ السہروردی، مؤسسۃ الریان،

1425ھ-2004ء

(50) محمد ابراہیم بن محمد الحلی، غنیۃ المستملی شرح مدیۃ المصلی، مجتہائی، دہلی

(51) محمد المدعو بعبد الرؤوف المناوی القاہری، التیسیر بشرح الجامع الصغیر، مکتبۃ الامام الشافعی،

الریاض، 1408ھ-1988ء

(52) محمد امین بن شامی، رد المحتار، دار الفکر، بیروت، 1421ھ-2000ء

(53) محمد بن احمد بن عثمان الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت،

1419ھ-1998ء

(54) محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، دار طوق النجاة، مصر، 1422ھ

(55) محمد بن جعفر الخراطمی السامری، مساویء الاخلاق و مذمومہا، مکتبۃ السواوی، جدہ

(56) محمد بن حبان، صحیح ابن حبان، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1414ھ-1993ء

(57) محمد بن طاہر النفثی، تذکرۃ الموضوعات للنفثی، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان

- (58) محمد بن عبد الواحد بن الہمام، فتح القدر، دار الفکر، بیروت
- (59) محمد بن عبد اللہ بن محمد بن حمدویہ النیسابوری الحاکم، المستدرک، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1411ھ-1990ء
- (60) محمد بن علی بن الحسن ابو عبد اللہ، الحکیم الترمذی، نوادر الاصول فی احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، دار الجلیل، بیروت
- (61) محمد بن عبد الرحمن بن محمد السخاوی، المقاصد الحسنیہ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتملہ علی الاسنہ، دار الکتب العربی، بیروت، 1405ھ-1985ء
- (62) محمد بن عیسیٰ الترمذی، سنن الترمذی، مصطفیٰ البابی الحلبي، مصر، 1395ھ-1975ء
- (63) محمد بن محمد الغزالی ابو حامد، احیاء العلوم، دار المعرفہ، بیروت
- (64) محمد بن محمد الغزالی، مکاشفۃ القلوب، ضیاء القرآن، لاہور
- (65) محمد بن فرامر زین علی، درر الحکام شرح غرر الاحکام، دار احیاء الکتب العربیہ
- (66) محمد بن یزید ابو عبد اللہ القزوينی، سنن ابن ماجہ، دار احیاء الکتب العربیہ
- (67) محمد رواں قلجی، حامد صادق قنہی، معجم لئذ الفقہاء، دار النفاہ، 1408ھ-1988ء
- (68) محمد عبد الرحیم، محمد یونس رضا ویسی (مرتبین)، فتاویٰ بریلی، شبیر برادرز، لاہور
- (69) محمد وقار الدین قادری، وقار الفتاویٰ، بزم وقار الدین قادری، کراچی
- (70) محمد نور اللہ نعیمی، فتاویٰ ثوریہ، دار العلوم حنفیہ فریدیہ، بصیر پور، 1429ھ-2008ء
- (71) مسلم بن الحجاج ابو الحسن القشیری، صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت
- (72) معمر بن ابی عمرو راشد، الجامع (منشور کملحق بمصنف عبدالرزاق)، المجلس العلمی، پاکستان
- (73) نعیم الدین مراد آبادی، خزائن العرفان، مکتبہ المدینہ، کراچی
- (74) محمد بن عبد الہادی التتوی السندی، حاشیہ السندی علی سنن ابن ماجہ، دار الجلیل، بیروت

(75) مصطفیٰ رضا خان، فتاویٰ مصطفویہ، شبیر برادرز، لاہور

(76) مصطفیٰ رضا خان (مرتب)، ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، مکتبۃ المدینہ، کراچی

(77) وزارة الاوقاف والشؤون الإسلامية الكويت، الموسوعة الفقهية الكويتية، 1427ھ

جلد 1، 23، الطبعة الثانية، دار السلاسل، الكويت

جلد 24، 38، الطبعة الاولى، مطابع دار الصفاة، مصر

جلد 39، 45، الطبعة الثانية، طبع الوزارة

عنقریب منظر عام پر آنے والی ادارے کی دیگر معرکہ الآراء کتب

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
1	قرض کے احکام	مولانا محمد اظہر عطاری
2	سیرت امام الانبیاء ﷺ	مولانا محمد انس رضا قادری
3	اسلام اور عصر حاضر کے مذاہب کا تقابلی جائزہ	مولانا محمد انس رضا قادری
4	15 صدیوں کی تاریخ	مولانا محمد انس رضا قادری
5	مسجد انتظامیہ کیسی ہونی چاہیے؟	مولانا محمد اظہر عطاری
6	امام مسجد کیسا ہونا چاہیے؟	مولانا محمد اظہر عطاری
7	علم نافع (ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ)	مترجم مولانا محمد اظہر عطاری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# اسلام

اور عصر حاضر کے

## مذہب کا تقابلی جائزہ

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

اسلام کا تعارف اور اسلام کی خصوصیات، صرف اسلام ہی دین حق کیوں؟ اسلام پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات، عیسائیت، یہودیت، ہندومت، بدھ مت، زرتشت، بہائی، دہریت، شیطان پرستی اور دیگر رائج مذاہب کا تعارف اور اسلام سے تقابل، عصر حاضر میں مختلف ممالک میں موجود مذاہب کی معلومات

مصنف

ابو احمد محمد انس رضا قادری  
تخصیص فی الفقہ الاسلامی، الشہادۃ العالمیہ  
ایم۔ اے اسلامیات، ایم۔ اے پنجابی، ایم۔ اے اردو

# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عصر حاضر کی ضرورت کے مطابق سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

## سیرتِ امام الانبیاء

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ پاک پر مستند اور جامع کلام،  
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وخصائص اور حسن مبارک

مصنف

ابو احمد محمد انس رضا قادری  
تخصیص فی الفقہ الاسلامی، الشہادۃ العالمیہ  
ایم۔ اے اسلامیات، ایم۔ اے پنجابی، ایم۔ اے اردو



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# تفہیم الحدیث

اس کتاب میں آپ پر ہمیں گے۔۔۔  
مشکوٰۃ شریف کی مختصر و آسان اور جامع شرح  
مشکوٰۃ شریف کی احادیث کی تخریج، احادیث کی فنی حیثیت

مصنف

ابو احمد محمد انس رضا قادری  
تخصّص فی الفقہ الاسلامی، الشہادۃ العالمیہ  
ایم۔ اے اسلامیات، ایم۔ اے پنجابی، ایم۔ اے اردو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

15

# صدیوں کی تاریخ

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

15 صدیوں کی تفصیلی و جامع تاریخ

ہجرت سے لے کر خلفائے راشدین، بنو امیہ و بنو عباسیہ، سلطنت عثمانیہ،

مغلیہ دور حکومت، قیام پاکستان تک کے حالات واقعات و مشہور شخصیات کے حالات زندگی

مصنف

ابو احمد محمد انس رضا قادری

تخصّص فی الفقہ الاسلامی، الشہادۃ العالمیہ

ایم۔ اے اسلامیات، ایم۔ اے پنجابی، ایم۔ اے اردو

# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حج و عمرہ کرنے اور سعودیہ روزگار کے سلسلہ میں جانے والوں کے لئے بے حد مفید کتاب

## حج و عمرہ

اور

## عقائد و نظریات

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

سعودی تاریخ، مقدس مقامات کو قائم رکھنے اور اس کی زیارت کرنے کی شرعی حیثیت، روضہ

رسول ﷺ کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا،

روضہ رسول ﷺ کی طرف منہ کر کے دعائے مانگنا، مزارات پر خاضری و دعائے مانگنے اور ان پر گنبد بنانے

کی شرعی حیثیت،

غیر اللہ سے مدد مانگنے اور انبیاء و صالحین کے وسیلے سے دعائے مانگنے کا ثبوت،

سعودیہ میں ہونے والے غیر شرعی افعال کی نشاندہی، اعتراضات کے جوابات

مصنف

ابو احمد محمد انس رضا قادری

تخصص فی الفقہ الاسلامی، الشہادۃ العالمیہ

ایم۔ اے اسلامیات، ایم۔ اے پنجابی، ایم۔ اے اردو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# قرض کے احکام

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

فقہ کے تمام ابواب میں موجود قرض کی صورتیں، قرض کے جدید مسائل

لیننگ، بینک اور قرض، C, C (کیش کریڈٹ) حج و عمرہ بذریعہ بینک، چیک، انشورنس

سیورٹی وائیڈوانس، ملکی معاملات اور قرض، انعامی بانڈز، اسٹیمپس، ٹیکس، گروی، لکی، بولی والی

کمپنی، U, Fone Lone, Money Exchangers (ہنڈی) ادائیگی قرض کے وظائف،

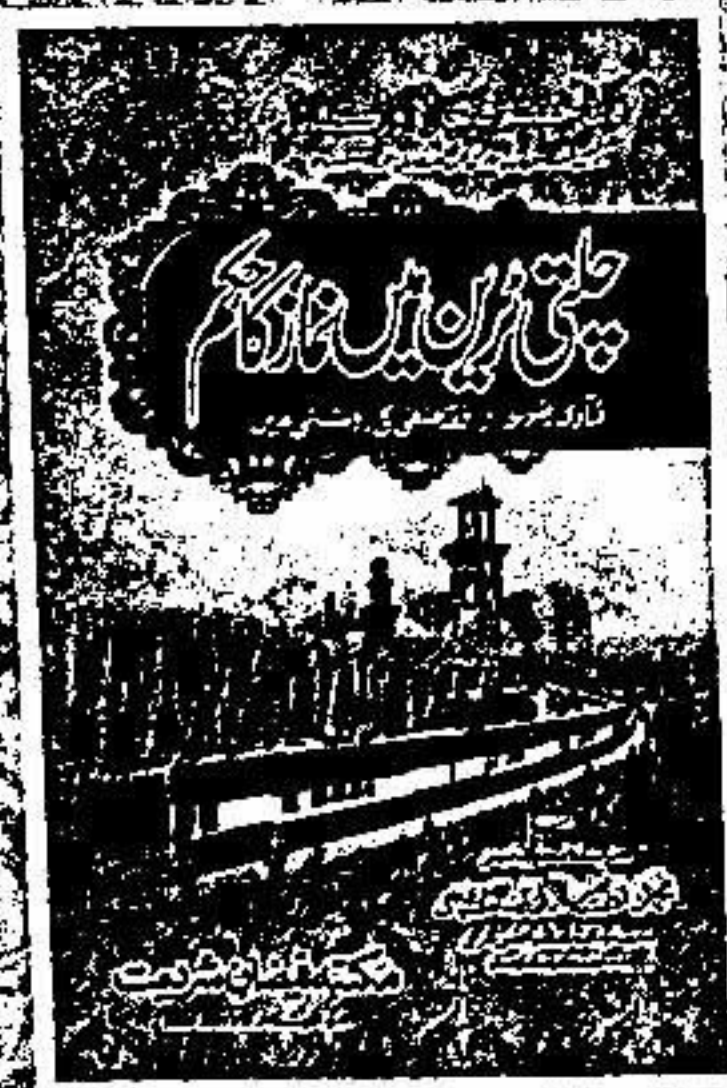
اس کے علاوہ اور بہت کچھ

ابو اطهر محمد اطهر عطاری المدنی  
تخصیص فی الفقہ الاسلامی، الشہادۃ العالمیہ

لاہور

مکتبہ فیضان شریعت داتا دربار مارکیٹ، لاہور





# مکتبہ فیضانِ شریعت

ڈاکٹر ابراہیم رضا قادری 0334-3298312